



حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

اردو ترجمہ
تاریخ عمر بن الخطاب

مصنف
امام الحافظ ابی الفتح عبدالرحمن بن علی الجوزی

ترجمہ
مولانا محمد انیس چترالی صاحب مدظلہ

بیت العلوم
۱۰-۱۱، گلیہ سیدہ، پورہ کلاں، لاہور۔ فون: ۳۷۱۷۷۷۷

حضرت غمزن خطاب

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

اُردو ترجمہ
تاریخ عمر بن الخطاب

مصنف
الاسلم الحافظ ابی الفرج عبدالرحمن ابن علی الجوزی

ترجمہ
مولانا محمد انس قمری صاحب

بیٹ العلوم

۲۰- ماہرہ روڈ، پرائیویٹ مارکیٹ لاہور۔ فون: ۷۳۵۲۳۸۳

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

== کتاب ==

حضرت غمزن خطاب

== مؤلف ==

الامام الحافظ ابی الفرج عبد الرحمن ابن علی الجوزیؒ

== باہتمام ==

مولانا محمد عظیم اشرف

== طباعت باراول ==

فروری ۲۰۰۹

== ناشر ==

بیت العلوم

پتہ: آفس ۲۰۰، جامعہ روڈ چوک پانڈی، لاہور۔ فون: 7352483
دکان نمبر ۱۳، گھبراہٹ ٹریڈ سنٹر، ۵۰، لکھنؤ روڈ، لاہور۔ فون: 7235994
www.baitulloom.com

فہرست

| نمبر شمار | فہرست مضامین | صفحہ نمبر |
|-----------|--|-----------|
| | مختصر حالات مؤلف | ۱۱ |
| | مقدمہ | ۱۳ |
| ۱ | آپ کی ولادت کے متعلق | ۱۴ |
| ۲ | نام و نسب | ۱۴ |
| ۳ | آپ کی صفت ہیئت کے متعلق | ۱۵ |
| ۴ | تورات میں آپ کا تذکرہ | ۱۶ |
| ۵ | ۵۔ زمانہ جاہلیت میں آپ کا مرتبہ | ۱۷ |
| ۶ | ۶۔ عمرؓ کے اسلام کے لئے حضورؐ کی دعا | ۱۷ |
| ۷ | ۷۔ آپؓ کے مسلمان ہونے کا واقعہ | ۱۷ |
| ۸ | ۸۔ باقاعدہ اعلان اسلام کا واقعہ | ۱۷ |
| ۹ | ۹۔ اسلام نے کاسن اور مسلمانوں کی تعداد | ۲۳ |
| ۱۰ | ۱۰۔ آپ کے اسلام پر اہل سماء کی خوشی | ۲۴ |
| ۱۱ | ۱۱۔ آپ کے مسلمان ہونے سے اسلام کا ظہور | ۲۴ |
| ۱۲ | ۱۲۔ لقب ”الفاروق“ سے ملقب ہونے کی وجہ | ۲۵ |
| ۱۳ | ۱۳۔ ہجرت کا واقعہ | ۲۵ |
| ۱۴ | ۱۴۔ مدینہ میں آپ کی فرودگاہ | ۲۶ |
| ۱۵ | ۱۵۔ مواخات میں حضرت عمرؓ کے ساتھ کون تھا | ۲۶ |
| ۱۶ | ۱۸۔ شیطان کا حضرت عمرؓ کو دیکھ کر بھاگنا | ۲۸ |
| ۱۷ | ۱۹۔ جنت کی بشارت | ۲۹ |

| | | |
|----|--|----|
| ۱۸ | حضورؓ کا حضرت عمرؓ کو یا انہی فرمانا | ۳۰ |
| ۱۹ | اہل جنت کا چراغ | ۳۰ |
| ۲۰ | ۲۱۔ آپ کے دل و زبان پر حق کا جاری ہونا | ۳۱ |
| ۲۱ | ۲۲۔ آپ کے بعد حق کا حضرت عمرؓ کے ساتھ ہونا | ۳۱ |
| ۲۲ | ۲۳۔ اللہ کے ہاں عمرؓ کی حیثیت | ۳۲ |
| ۲۳ | مرنے کے بعد بھی ایمان کی اسی حالت میں برقرار رہنے کی شہادت | ۳۲ |
| ۲۴ | عمرؓ کی ایک اور فضیلت | ۳۳ |
| ۲۵ | جبریلؑ کی زبان ان کی فضیلت | ۳۳ |
| ۲۶ | عمر کے لئے حضورؐ کی دعا | ۳۳ |
| ۲۷ | رسول اللہؐ کا خواب جو عمرؓ کی فضیلت پر دل ہے | ۳۳ |
| ۲۸ | ابوبکر و عمرؓ کی اجتماعی فضیلت پر احادیث | ۳۶ |
| ۲۹ | ابوبکرؓ و عمرؓ کی تعریف علیؓ کی زبانی | ۴۰ |
| ۳۰ | ابوبکرؓ و عمرؓ کے مرتبے کو پہچاننا سنت ہے | ۴۱ |
| ۳۱ | ۲۱۔ تمام امت میں افضل ہونا | ۴۲ |
| ۳۲ | ۲۲۔ ان کی دینی پختگی | ۴۳ |
| ۳۳ | ۲۳۔ بعض امور میں حضورؐ کے ساتھ اختلاف کرنا اور حضورؐ کا مواخذہ نہ فرمانا | ۴۴ |
| ۳۴ | ۲۴۔ شیطان کے ساتھ کشتی اور شیطان کا خوف | ۵۱ |
| ۳۵ | ۲۵۔ رسول اللہؐ کے انتقال پر پریشان ہونا | ۵۱ |
| ۳۶ | ۲۶۔ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت | ۵۲ |
| ۳۷ | ۲۷۔ عہد صدیقی اور خلافت عمرؓ کا تذکرہ | ۵۴ |
| ۳۸ | حضرت عمرؓ کو حضرت ابوبکرؓ کی وصیت | ۵۹ |

| | | |
|-----|---|----|
| ۶۰ | ۲۸۔ ابتداء خلافت | ۳۹ |
| ۶۰ | ۲۹۔ خلیفہ کے لئے لفظ امیر المؤمنین کا استعمال | ۴۰ |
| ۲۶ | ۳۰۔ آپ کی خلافت کے امتیازات | ۴۱ |
| ۶۴ | ۳۱۔ ایک امام کے پیچھے تراویح پر سب کو اکٹھا کرنا | ۴۲ |
| ۶۶ | ۳۲۔ آپ کی فطانت و فراست کا تذکرہ | ۴۳ |
| ۶۷ | ۳۳۔ رعیت کے ساتھ حسن سلوک اور خبر گیری | ۴۴ |
| ۸۰ | ۳۴۔ مدینہ منورہ میں گشت کرنا | ۴۵ |
| ۸۵ | ۳۵۔ جہاد میں شمولیت | ۴۶ |
| ۸۶ | ۳۶۔ آپ کی فتوحات اور جوں کا تذکرہ | ۴۷ |
| ۸۷ | اہل سواد کو ان کے زمینوں پر برقرار رکھ کر خراج معین کرو | ۴۸ |
| ۸۹ | ۳۸۔ رعایا کے ساتھ عدل و انصاف | ۴۹ |
| ۹۵ | ۳۹۔ قیام بیت المال | ۵۰ |
| ۱۰۳ | ۴۰۔ مظالم سے ڈرنا اور قصاص کے لئے خود کو پیش کرنا | ۵۱ |
| ۱۱۰ | ۴۲۔ بدعت کی سخت مخالفت اور سنت پر عمل | ۵۲ |
| ۱۱۴ | ۴۳۔ جمع قرآن | ۵۳ |
| ۱۱۵ | ۴۴۔ آپ کے خطوط | ۵۴ |
| ۱۲۱ | ۴۵۔ لوگوں کے دلوں پر ان کی بیعت | ۵۵ |
| ۱۲۳ | ۴۶۔ دنیا سے بے رغبتی کا تذکرہ | ۵۶ |
| ۱۳۲ | ۴۷۔ آپ کی تواضع کا تذکرہ | ۵۷ |
| ۱۳۷ | ۴۸۔ آپ کی بردباری | ۵۸ |
| ۱۴۰ | ۴۹۔ ورع و تقویٰ کا ذکر | ۵۹ |
| ۱۴۳ | ۵۰۔ خوف الہی کی کیفیت | ۶۰ |

| | | |
|-----|---|----|
| ۱۳۸ | ۵۱۔ گریہ وزاری کا بیان | ۶۱ |
| ۱۳۹ | ۵۲۔ عبادت و مجاہدہ کا تذکرہ | ۶۲ |
| ۱۵۰ | ۵۳۔ آپ کی دعاء و مناجات کا بیان | ۶۳ |
| ۱۵۱ | ۵۴۔ آپ کی کرامات کا بیان | ۶۴ |
| ۱۵۳ | ۵۵۔ آپ کی روایت کردہ چند احادیث کا تذکرہ | ۶۵ |
| ۱۵۷ | ۵۶۔ زہد کے متعلق آپ کا پر مغز کلام | ۶۶ |
| ۱۶۶ | ۵۷۔ بطور مثال اشعار کا استعمال | ۶۷ |
| ۱۶۷ | ۵۸۔ آپ کے بعض اقوال و افعال کا تذکرہ | ۶۸ |
| ۱۷۱ | ۵۹۔ آپ کے چند مفید ملفوظات | ۶۹ |
| ۱۸۲ | ۶۰۔ آپ کے صدقات اور غلام آزاد کرنے کا ذکر | ۷۰ |
| ۱۸۳ | ۶۱۔ رعایا کے حقوق کی ادائیگی کے خوف سے موت طلب کرنا | ۷۱ |
| ۱۸۴ | ۶۲۔ طلب شہادت اور محبت شہادت | ۷۲ |
| ۱۸۵ | ۵۳۔ حضرت عمرؓ کی وفات کی خبر جنات کی زبانی | ۷۳ |
| ۱۸۶ | ۶۴۔ آپ کے قتل کا واقعہ | ۷۴ |
| ۱۹۳ | ۶۵۔ آپ کی وصیت نوحوہ گریہ سے ممانعت | ۷۵ |
| ۱۹۶ | ۶۶۔ وفات کے وقت اظہارِ در ماندگی | ۷۶ |
| ۱۹۷ | ۶۷۔ موت کی تاریخ اور مدت عمر | ۷۷ |
| ۱۹۷ | ۶۸۔ غسل نماز جنازہ اور تدفین | ۷۸ |
| ۱۹۸ | ۶۹۔ حضرت عمرؓ کی موت پر اسلام کا گریہ کناں ہونا | ۷۹ |
| ۱۹۸ | ۷۰۔ وفات کے وقت لوگوں کی پریشانی کا عالم | ۸۰ |
| ۱۹۹ | ۷۱۔ جنات کا نوحوہ کناں ہونا | ۸۱ |
| ۲۰۰ | ۷۲۔ تدفین کے بعد بھی حضرت عائشہؓ کا تعظیم کرنے کا ذکر | ۸۲ |

| | | |
|-----|---|-----|
| ۲۰۰ | ۷۳۔ آپ کے خوابوں کا تذکرہ | ۸۳ |
| ۲۰۱ | ۷۴۔ ان کے بارے میں دیکھے گئے خواب | ۸۴ |
| ۲۰۳ | ۷۵۔ آپ کی اولاد اور ازواج کا تذکرہ | ۸۵ |
| ۲۰۴ | ۷۶۔ شراب نوشی پر بیٹے کو مارنا | ۸۶ |
| ۲۰۷ | ۷۷۔ لوگوں کی زبانوں میں آپ کی تعریف کا تذکرہ | ۸۷ |
| ۲۰۷ | ۱۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ | ۸۸ |
| ۲۰۷ | ۲۔ حضرت عثمان بن عفانؓ | ۸۹ |
| ۲۰۸ | ۳۔ حضرت علیؓ کے تعریفی کلمات | ۹۰ |
| ۲۱۰ | ۴۔ سعید بن زیدؓ کے تعریفی کلمات | ۹۱ |
| ۲۱۰ | ۵۔ عبداللہ بن مسعودؓ کے تعریفی الفاظ | ۹۲ |
| ۲۱۱ | ۶۔ حذیفہ بن یمانؓ کے تعریفی الفاظ | ۹۳ |
| ۲۱۲ | ۷۔ ابوطحہ الانصاریؓ کے کلمات خیر | ۹۴ |
| ۲۱۲ | ۸۔ عمرو بن العاصؓ کے الفاظ | ۹۵ |
| ۲۱۲ | ۹۔ خالد بن ولیدؓ کے توصیفی کلمات | ۹۶ |
| ۲۱۲ | ۱۰۔ عبداللہ بن سلامؓ کی تعریفی الفاظ | ۹۷ |
| ۲۱۳ | حضرات صحابیاتؓ کے توصیفی کلمات | ۹۸ |
| ۲۱۳ | ۱۔ حضرت عائشہؓ کے تعریفی الفاظ | ۹۹ |
| ۲۱۳ | ۲۔ ام ایمن کی تعریف | ۱۰۰ |
| ۲۱۳ | ۳۔ شفا بنت عبداللہ کے الفاظ | ۱۰۱ |
| ۲۱۴ | حضرات تابعین کی ثناء و تعریف | ۱۰۲ |
| ۲۱۴ | ۱۔ حضرت عمرؓ کے متعلق حضرت علی بن الحسینؓ کے تعریفی الفاظ | ۱۰۳ |
| ۲۱۴ | ۲۔ امام شعبیؒ | ۱۰۴ |

| | | |
|-----|--|-----|
| ۲۱۴ | ۳۔ حضرت حسن البصرؓ | ۱۰۵ |
| ۲۱۴ | ۴۔ مجاہدین خیبر کے تاثرات | ۱۰۶ |
| ۲۱۴ | ۵۔ عمرؓ کے بارے میں ابن سیرینؒ کے خیالات | ۱۰۷ |
| ۲۱۵ | ۶۔ طارق بن شہاب | ۱۰۸ |
| ۲۱۵ | ۷۔ ابویوب السخثیانی | ۱۰۹ |
| ۲۱۵ | ۸۔ عبدالملک بن مروان | ۱۱۰ |
| ۲۱۵ | ۸۔ آپ کے ساتھ محبت کرنے کا ثواب | ۱۱۱ |
| ۲۱۸ | ۹۔ حضرت عمرؓ کے ساتھ بغض و دشمنی کرنے کا انجام | ۱۱۲ |

بسم الله الرحمن الرحيم

﴿مختصر حالاتِ مؤلف﴾

نام و نسب:

ابو الفرج عبد الرحمن بن الجوزی ہے۔ ۵۱۰ھ ہجری میں بغداد میں پیدا ہوئے، جب پڑھنے کی عمر کو پہنچے تو ان کی پھوپھی نے ان کو ابو الفضل بن ناصر کی خدمت میں حصول تعلیم کے لئے بھیج دیا۔ ان سے علم حدیث اور دیگر علوم و فنون بھی حاصل کئے۔

آپ کے مشہور اساتذہ:

ابو الفضل بن ناصر، ابو القاسم بن الحصین، الحسن بن محمد البارع۔

آپ کے مناقب:

حضرت ابن الجوزیؒ اپنے معاصر علماء میں واعظ، خوش خلق اور مناقبِ حسنہ میں بہت مشہور ہوئے آپ کے درس کو سننے کے لئے لوگ دیوانہ وار آتے، صبح سے شام تک بیٹھ رہتے۔

آپ کی تالیفات:

آپ کے مشہور تالیفات (۱) ”کتاب المعین“ ۸۱ جلدیں (۲) زاد المسیر فی علم التفسیر ۸ جلد میں۔ (۳) ناسخ القرآن و منسوخہ (۴) فنون الاغان فی علم القرآن (۵) جامع المسانید لکھنؤ الاسانید ۷ جلدیں (۶) الکشف عن معانی الصحیحین (۷) الضعفاء والمترکین (۸) الموضوعات (۹) المنظم فی تواریخ المملوک والامم ۱۰ جلدیں۔ (۱۰) منہاج الوصول الی علم الاصول۔ (۱۱) منہاج اہل الاصابۃ فی محبۃ القرآن و الصحابۃ۔ اسی طرح زہد و رقائق، مناقب، فقہ فضائل و طب میں بھی آپ کی گرا نفرد تصانیف موجود ہیں۔

وفات:

۱۲ رمضان المبارک جمعہ کی رات ۵۹ھ کو دار الفناء سے دار البقاء کی طرف رحلت فرما گئے۔ اور انتقال کے وقت وصیت کی کہ یہ شعر میری قبر پر لکھ دیا جائے۔

یا کثیر العفو عن من کثر الذنب لدیه
جاءک المذنب یرجوا الصفح عن جرم لدیه
اناضیف و جزاء الضیف احسان الیه
(ترجمہ) ”اے بہت بڑے بڑے گناہوں کو بکثرت معاف کرنے والے! گناہ گار اپنے گناہوں کی معافی کی امید لیکر حاضر ہے، میں تیرا مہمان ہوں، اور مہمان کے ساتھ احسان کا معاملہ کیا جاتا ہے“

﴿مقدمہ﴾

تمام تعریفیں اس عظیم ذات کے لئے ہیں جس نے اپنی قدرتِ کاملہ سے انسان کو پیدا فرمایا۔ اور اپنی حکمت سے اس کو قدرتِ گویائی دی اور حضرت محمد ﷺ کو قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا۔ اور آغازِ بعثت میں کفار کی ایذا رسانی سے آپ کو آزمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اسلام کی دولت دے کر اسلام کو عزت بخشی۔ اور درودِ کاملہ نازل ہو حضرت محمد ﷺ پر اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین پر۔

اما بعد: اولیاء اللہ کا تذکرہ بیمار دلوں کے لئے تریاقِ مکر عقلوں کے لئے باعثِ جلاء ہے۔ خصوصاً حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ تو تجدیدِ ایمان کا سبب ہے۔ اب میں جس شخصیت کا تذکرہ کرنے چلا ہوں وہ حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی ہے۔ انہوں نے علم و عمل کو ایسا جمع کیا کہ تمام علماء حیرت زدہ ہیں۔ سیاست و حکمرانی میں عدل و انصاف اور محنت میں ایسی مثال قائم کی کہ آج تک ملوک و سلاطین اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکے۔ اس کے علاوہ زہد و صبر، میں اعلیٰ نمونہ چھوڑا ہے۔ اس لئے میں نے آپؓ کے فضائل و مناقب، اخبار و افعال اور سیرت کو اس کتاب میں جمع کیا تاکہ اس کو پڑھنے، سننے اور اس کی پیروی کرنے والوں کو نفع پہنچے۔ میں نے اس کتاب کو اسی ابواب پر تقسیم کیا۔ اللہ تعالیٰ ہی درستی کی توفیق بخشنے والا ہے اور وہی میرے لئے کافی اور بہترین کارساز ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

﴿ حضرت عمر بن الخطابؓ ﴾

۱۔ آپ کی ولادت کے متعلق:

حضرت زید بن اسلمؓ کے والد حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: میری پیدائش آخری فجارِ عظیم سے چار سال پہلے ہوئی ہے (عرب میں چار مرتبہ بڑی شدید لڑائی ہوئی تھی۔ آخری لڑائی قریش اور کنانہ اور ہوازن کے مابین ہوئی تھی۔ ان لڑائیوں کو فجار اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ لڑائیاں اشھر حرم میں لڑی گئیں تھیں)۔ چھبیس سال کی عمر میں دولتِ اسلام سے مشرف ہوئے آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ کے دولتِ اسلام سے سرفراز ہونے کے وقت میں چھ سال کا بچہ تھا۔ (ابن سعد: ۳ ص ۲۶۹)

حضرت عبداللہ بن وہبؓ: حضرت عمرو بن العاص کے حوالے سے فرماتے ہیں: میں نے خطاب کے گھر روشنی دیکھ کر پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ خطاب کے گھر لڑکا ہوا ہے۔ وہ عمر بن خطاب تھے۔

۲۔ نام و نسب:

محمد بن سعد کا قول ہے: آپ کا نسب یہ ہے: عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن رباح بن عبد اللہ بن قرط بن اراح بن عدی بن کعب۔

کنیت ابو حفص ہے آپ کی والدہ کا نسب حنتمہ بنت ہاشم بن المغیرۃ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم ہے ابو نعیم اصفہانی نے ابن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ کی والدہ کا نسب اس طرح ہے۔ حنتمہ بنت ہشام بن المغیرۃ ہے۔ ابو جہل آپ کا ماموں ہے لیکن میں نے اس میں غور کیا تو معلوم ہوا یہ غلط ہے۔ دارقطنی نے ان کا درست نسب یہ لکھا ہے۔ حنتمہ

بنت ہاشم ذی الرخسین بن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم بن یقطہ ہے، اور انہوں نے یہ کہا ہے جنہوں نے بنت ہشام لکھا ہے وہ ان کا وہم اور غلطی ہے۔ اس لئے کہ ہشام بن المغیرہ ابو جہل کا والد ہے۔ اور یہ حارث بن ہشام اور ابو جہل بن ہشام کے چچا ہاشم کی بیٹی ہے۔ البتہ دارقطنی کا یہ کہنا ”ہاشم کو ذی الرخسین بھی کہا جاتا تھا“ محل نظر ہے۔ اس لئے کہ ابن بکار ماہر انساب ہے وہ کہتا ہے المغیرہ بن عبد اللہ کے بیٹوں کے نام یہ ہیں: ہاشم، ہشام، ابو حذیفہ ہشتم۔ رابعہ ذوالرخسین، ابوامیہ ذار الکرک لہذا اس سے معلوم ہوا ہاشم اور ہشام آپس میں بھائی ہیں۔ اور ہاشم حضرت عمر کے نانا ہیں اور ہشام الحارث اور ابو جہل کے والد ہیں۔

عبد الغنی الحافظ نے نسب اس طرح بیان کیا ہے حتمہ بنت سعد بن المغیرہ یہ غلط ہے درست نسب وہی ہے جو ہم نے اوپر ذکر کیا۔

آپ کی کنیت ابو حفص ہے۔ حفص عربی زبان میں شیر کو کہا جاتا ہے حضرت عمرؓ خود فرماتے ہیں: یہ کنیت میرے لئے سب سے پہلے حضور ﷺ نے استعمال کی مجھ سے فرمایا: ”یا ابا حفص اتقتل عمہ نیک؟“ میں نے عرض کیا آپ حکم دیجئے میں اس کو قتل کر دوں۔ چنانچہ یہ کنیت میرے لئے آپ نے سب سے پہلے رکھی۔

آپ کی صفت و ہیئت:

آپ کی صفت آپ کے صاحبزادے حضرت عبد اللہؓ یوں بیان کرتے ہیں: آپ کا رنگ سرخی مائل سفید تھا۔ قد لمبا تھا۔ حضرت سلمۃ بن اکوعؓ کہتے ہیں۔ حضرت عمر ایسر یعنی دونوں ہاتھوں سے کام کرنے والے تھے۔ حضرت عبید بن عمرؓ کہتے ہیں: حضرت عمر طویل و جسیم تھے۔ سر کے بال کم تھے، رنگ زیادہ سفید تھا۔ آنکھیں بہت زیادہ سرخ تھیں، داڑھی خفیف تھی۔ بالوں کے کنارے سرخ تھے آپ کم ہنسا کرتے تھے، کسی سے مزاح نہ کرتے، بڑی شان سے چلا کرتے تھے۔ آپ بائیں ہاتھ کی انگلی میں انگوٹھی استعمال کرتے۔

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں: آپ مہندی کے ساتھ کتم بولنے کا

رنگ استعمال فرماتے۔ سلمہ بن مخنف کہتے ہیں۔ میں نے حضرت عمرؓ کو بھرے گوشت والا پایا۔

چلتے وقت گردن نیچے جھکا کر چلتے اور راستے کے کنارے کنارے چلتے، آواز آپ کی بھاری تھی۔ زید بن اسلم اپنے والد کے حوالے سے کہتے ہیں: حضرت عمرؓ ایک ہاتھ سے گھوڑے کے ایک کان کو، دوسرے ہاتھ سے دوسرے کان کو پکڑ کر کود کر گھوڑے پر سوار ہوتے۔

تورات میں آپ کا تذکرہ:

حضرت عمرؓ کے مؤذن الاقرع کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کا گذر ایک بڑے پادری کے پاس سے ہوا۔ اس سے پوچھا: تمہاری کتابوں میں ہمارے متعلق کچھ معلومات ہیں؟ پادری نے کہا: آپ لوگوں کی صفات اور اعمال کے متعلق ہماری کتابوں میں لکھا ہے مگر تمہارے اسماء کا ذکر نہیں ہے۔

حضرت عمرؓ نے پوچھا: مثلاً کیا صفات مذکور ہیں؟ کہنے لگا۔ مثلاً ایک صفت یہ لکھی ہے ”قرن من حديد“ تو حضرت عمرؓ نے کہا: قرن من حدید کا کیا مطلب؟ پادری نے کہا، ”امر شديد“ مراد ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: اللہ اکبر، والحمد للہ۔

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ نجران میں حضرت عمرؓ نے اپنے گھوڑے پر سوار ہوتے وقت ایڑ لگائی تو آپؓ کی ران کا کچھ حصہ مکشوف ہوا تو اہل نجران آپؓ کی ران میں ایک کالا نشان دیکھ کر کہنے لگے، ہماری کتابوں میں یہی علامت تو لکھی ہے کہ یہ ہم کو ہماری زمین سے بے دخل کر دیگا۔

ایک مرتبہ حضرت کعبؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا: اے امیر المومنین! آپ خواب میں کچھ دیکھتے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے ان کو جھڑک دیا تو انہوں نے کہا: ہم اپنی کتابوں میں لکھا پاتے ہیں کہ ان میں سے ایک شخص امت کے معاملات کو خواب میں دیکھے گا۔

زمانہ جاہلیت میں آپ کا مرتبہ:

معروف بن خربوذ کہتے ہیں: قریش کی سفارت کا عہدہ آپ کے پاس تھا۔ قریش کا کسی قبیلے کے ساتھ لڑائی یا اور کوئی اختلاف ہوتا تو سفیر کے طور حضرت عمرؓ کو بھیجتے۔ حضرت عمرؓ کے اسلام کے لئے حضورؐ کی دعا:

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں: آپؐ نے یہ دعا فرمائی تھی: ”اللھم اعز الاسلام باحب الرجلین البک، بعمر بن الخطاب او بابی جھل بن هشام“ اے اللہ! عمر بن خطاب اور ابو جھل بن هشام میں سے جو آپ کو پسند ہو اس کے ذریعے اسلام کو تقویت عطا فرما، حضرت عمر بن خطاب اللہ کو پسند تھے۔ انہیں شرف اسلام نصیب ہوا۔

آپ کے مسلمان ہونے کا واقعہ:

حضرت عمرؓ خود فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ میں رسول اللہ ﷺ سے الجحجہ اور ان کو چھیڑنے کی غرض سے باہر نکلا۔ تو دیکھا وہ مسجد کے اندر چلے گئے، میں پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا۔ تو آپؐ نے سورۃ الحاقہ کی تلاوت شروع کر دی۔ میں قرآن کی ترتیب والفاظ سن کر حیران رہ گیا۔ اور مجھے پسند آیا۔ تو میں نے کہا: اللہ کی قسم: واقعہ یہ شاعر ہے۔ جیسا کہ قریش کے لوگ بھی کہتے ہیں پھر جب انہوں نے یہ آیات ”انہ لقول رسول کریم و ما ہو بقول شاعر قلیلا ماتو منون“ پڑھیں تو میں نے کہا یہ کاہن ہیں۔ تو آپؐ نے یہ آیات پڑھی۔ ولا بقول کاہن قلیلا ماتذکرون“ تنزیل من رب العالمین“ ولو تقول علینا بعض الاقاول“ لاخذ نامنہ بالیمین“ ثم لقطعنا منہ الوتین“ فما منکم من احد عنہ حاجزین“ (الحاقہ: ۴۰-۴۷) اس وقت اسلام میرے دل میں اتر گیا تھا۔

باقاعدہ اعلان اسلام کا واقعہ:

اس کے متعلق چار اقوال ہیں:

پہلا قول: حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے

عرض کیا: آپ کو فاروق کس وجہ سے کہا جاتا ہے؟ تو فرمایا: حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مجھ سے تین دن قبل مسلمان ہو گئے تھے۔ میرے دل میں بھی اسلام نے اپنے لئے جگہ بنالی تھی میں نے کہا: ”اللہ لا الہ الا هو لا الہ الا اسماء الحسنی“ اسی وقت آپ کی محبت میرے دل میں جاگزین ہو گئی تھی۔ روئے زمین میں آپ مجھے محبوب لگ رہے تھے۔ میں نے اپنی بہن سے پوچھا: رسول اللہ کہاں ہیں؟ اس نے کہا: وہ الارقم بن ابی الارقم کے گھر میں ہیں۔ تو میں دارالارقم میں آیا۔ دیکھا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر تشریف فرما ہیں۔ میں نے دروازے پر دستک دی تو لوگ اکٹھے ہو گئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: کیا ہوا تمہیں؟ کہنے لگے: عمر بن الخطاب آ گئے ہیں۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ اور میرا گریبان پکڑا اس زور سے کھینچا کہ میں اپنے کو سنبھال نہ سکا گھٹنوں کے بل گرنے کو ہوا تو آپ نے فرمایا: عمر! تم باز نہیں آتے؟ تو میں نے فوراً کہا: اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشہد ان محمدا عبده و رسولہ۔ مجھے کلمہ پڑھتے ہوئے دیکھ گھر میں موجود تمام لوگوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ مسجد تک ان کی آواز سنائی دی پھر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم حق پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں اس ذات کی قسم جس کے قبضے میری جان ہے تم ہی حق پر ہو، اگر مر جاؤ یا زندہ رہو تو میں نے عرض کیا۔ اگر ایسا ہے تو یہ چھپ چھپا کر عبادت کیوں؟ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا۔ ہم ضرور باہر نکل کر عبادت کریں گے۔ چنانچہ ہم دو صفوں میں باہر نکلے۔ ایک میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور دوسری صف کے ساتھ میں تھا۔ ہم راستے میں غبار اڑاتے ہوئے مسجد حرام میں داخل ہو گئے۔ قریش مجھے اور حمزہ کو دیکھ کر سخت غمگین ہو گئے۔ اس طرح افسردہ اس سے پہلے وہ کبھی نہیں ہوئے تھے۔ اس روز آپ نے مجھے ”الفاروق“ کے لقب سے ملقب فرمایا۔

دوسرا قول زید بن اسلم رضی اللہ عنہ کے والد اسلم کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہم سے فرمایا: اگر میں اپنے اسلام لانے کا واقعہ بیان کروں تو تم پسند کرو گے؟ ہم نے ہاں میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میرے دل میں داخل ہو گئی تھی۔

میں آپؐ کے پاس صفا کے قریب ایک گھر میں حاضر ہوا آپؐ نے میرا گریبان پکڑ کر فرمایا: اَسْلِمَا ابْنِ الْخَطَّابِ، اللّٰهُمَّ اهْدِهِ "ابن الخطاب! اسلام لے آؤ، اے اللہ! ان کو ہدایت نصیب فرما"۔

تو میں نے کہا: اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ تو وہاں موجود مسلمانوں نے اس زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ مکہ کی گلی کو چوں میں یہ آواز سنائی دی، اس وقت تک لوگ خفیہ طور پر عبادت کرتے تھے۔ کیونکہ اگر کسی کو مسلمان ہوتے دیکھتے تو کافر لوگ اس پر ٹوٹ پڑتے میں نے اسلام قبول کرنے کے بعد جب اپنے ماموں کے پاس آ کر مسلمان ہونے کی خبر دی تو انہوں نے گھر کے اندر گھس کر دروازہ بند کر دیا۔ پھر میں نے قریش کے بڑے بڑے سرداروں کے پاس جا جا کر مشرف باسلام ہونے کی خبر سنائی تو مجھے کسی نے کچھ نہیں کہا تو میں نے کہا: یہ کیا بات ہوئی دوسرے لوگ مسلمان ہوتے ہیں تو ان کو مارا جاتا ہے، مجھے کسی نے نہیں مارا، ایک شخص نے مجھ سے کہا: کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تیرے مسلمان ہونے کی خبر پھیل جائے؟ تو میں نے کہا: ہاں میں یہی چاہتا ہوں تو اس نے کہا: جب لوگ کعبہ کے شمالی کونے میں جمع ہو جائیں تو تم فلاں شخص کے پاس جا کر کہہ دو۔ میں نے اپنا دین تبدیل کر دیا ہے۔ وہ شخص راز کو چھپا نہیں سکتا۔ چنانچہ میں نے اس شخص کے پاس آ کر کہا تمہیں پتا ہے میں نے اپنا دین تبدیل کر لیا ہے؟ یہ کہنا تھا کہ اس نے باواز بلند کہا: لوگو! ابن الخطاب صائے (بدین) ہو گیا ہے۔ یہ کہنا تھا کہ لوگ مجھے مارنے لگے، میں نے بھی ان کو مارا۔ اتنے میں میرے ماموں نے کہا: لوگو! میں نے ان کو پناہ دی کوئی ان کو ہاتھ نہ لگائے۔ اس اعلان کے بعد لوگ ہٹ گئے۔ میں چاہ رہا تھا کہ مجھے معلوم ہو جائے کہ کتنے لوگ مسلمان ہو گئے ہیں میں ان سب کو دیکھنا چاہ رہا تھا۔ تو میں نے کہا: لوگوں کو مارا جاتا ہے اور مجھے نہیں مارا جاتا۔ تو جب تمام لوگ کعبہ کے پاس جمع ہو گئے تو میں نے اپنے ماموں کے پاس آ کر کہا: تمہاری پناہ کو میں قبول نہیں کرتا۔ کہا ایسا نہ کرو، تو میں نے انکار کیا تو کہنے لگے: تمہاری مرضی۔ تو پھر لوگوں نے مجھے مارا اور میں نے ان کو۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ دیا۔

پہلے ہم بیان کر چکے ہیں ابن اسحاق کے مطابق آپؐ کا ماموں ابو جہل ہے اس کے غلط ہونے کا بھی ذکر اوپر آ گیا ہے آپؐ کا ماموں العاص بن ہاشم ہے۔ جو غزوہ بدر میں بحالت کفر مقتول ہوا۔ ابن سعد وغیرہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔ اس کو قتل کرنے والے بھی حضرت عمرؓ ہیں۔

ابن شہابؒ نے کہا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ ہمارے درمیان مجلس میں تشریف فرما تھے اتنے میں سعید بن العاص وہاں سے گذرے اور سلام کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: میرے بھتیجے ابد ر کے دن تیرے باپ کو میں نے قتل نہیں کیا۔ بلکہ اپنے ماموں العاص بن ہشام کو قتل کیا تھا۔ مجھے ایک مشرک کو قتل کرنے پر عذر خواہی کی ضرورت نہیں ہے تو سعید بن العاص نے کہا: اگر آپؓ نے ان کو قتل بھی کیا ہے۔ تو آپؓ حق پر وہ باطل پر۔ یہاں ان کو عاص بن ہشام کے ساتھ ذکر کیا گیا جبکہ وہ عاص ابن الہاشم ہے۔ یہاں حضرت عمرؓ کا اعتذار اس لئے تھا کہ بدر کے دن العاص بن سعید بن العاص بھی قتل ہوئے تھے اور العاص بن ہاشم بن المغیرہ جو عمرؓ کے ماموں تھے بھی مقتول ہوئے۔ حضرت عمرؓ بتانا چاہتے تھے کہ انہوں نے اپنے ماموں العاص کو قتل کیا ہے نہ کہ سعید کے والد عاص کو۔ پھر بھی سعید آپؓ کا دفاع کر رہے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت عمرؓ گھر میں سہمے بیٹھے تھے اتنے میں العاص بن وائل السہمی، والد عمرو بن العاص تشریف لائے۔ خوبصورت لباس زیب تن کیا ہوا تھا وہ زمانہ جاہلیت میں ہمارے حلیف ہوا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ سے پوچھا۔ تمہیں کیا ہوا ہے؟ کہنے لگے اسلام لانے کی وجہ سے تیری قوم مجھے قتل کرنے لگی ہے وہ کہنے لگا۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ آپؓ کو امان دی گئی۔ یہ کہہ کر العاص باہر نکلے دیکھا لوگوں کا ہجوم اکٹھا ہے۔ پوچھا: تم لوگ کہاں جا رہے ہو۔ کہنے لگے: خطاب کا بیٹا بدین ہو گیا ہے اس کی خبر لینے کے لئے العاص نے کہا: تم وہاں نہیں جا سکتے ان کے کہنے پر یہ سارے لوگ واپس لوٹ گئے۔

ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے پوچھا: آپؓ کے

اسلام لانے کے وقت لوگوں کو آپ تک رسائی سے کس نے روکا؟ تو فرمایا: بیٹے! وہ العاص بن وائل تھے۔

میں چھت کے اوپر سے دیکھ رہا تھا کہ لوگ ایک شخص کے پاس جمع ہیں اور کہہ رہے ہیں۔ صبا عمرو، صبا عمرو، (عمر بدین ہو گیا ہے عمر بدین ہو گیا) اتنے میں العاص بن وائل ریشمی لباس میں ملبوس ہو کر وہاں حاضر ہوئے۔ اور کہنے لگے: عمر اگر صابی ہو گیا ہے تو میں نے ان کو پناہ دی ہے۔ لوگ منتشر ہوئے۔ ان کی اس طرح عزت سے مجھے تعجب ہوا۔

تیسرا قول: حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا: میرے اندر اسلام کی پہلی روشنی آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک رات کسی وجہ سے میں گھر سے نکل کر کعبہ کے استار کے نیچے داخل ہوا۔ رسول اللہ ﷺ آئے، آپ ﷺ اون کی موٹی چادر زیب تن کئے ہوئے تھے اور حطیم کی طرف نماز پڑھنے لگے۔ نماز سے فارغ ہو کر تشریف لے گئے، میں نے ایسی شیریں آواز سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ میں بھی آپ کے پیچھے چل دیا۔ میری آہٹ سن کر فرمایا یہ کون ہے؟ میں نے کہا: ”عمر“ فرمایا: عمر! تم دن رات میرا پیچھا نہیں چھوڑتے ہو۔ عمر کہتے ہیں مجھے خوف لاحق ہوا کہ کہیں آپ مجھے بدعائدہ دیں تو میں نے فوراً کلمہ پڑھا ”اشھد ان لا الہ الا اللہ و انک رسول اللہ“ آپ نے فرمایا: اس کو خفیہ رکھو تو میں نے عرض کیا، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو پیغمبر برحق بنا کر مبعوث فرمایا اب تک میں شرک کو ظاہر کرتا تھا اب اسلام کا بھی اعلان کروں گا۔ (حلیہ ص ۴۰، تاریخ الخلفاء ۱۱، تقریب الجذیب)

چوتھا قول: حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں: ایک دن حضرت عمرؓ تلوار گلے میں لٹکائے ہوئے جارہے تھے راستے میں قبیلہ بنو زہرہ کے ایک شخص سے ملاقات ہوئی، اس نے پوچھا: عمر! کہاں کا ارادہ ہے؟ عمرؓ نے کہا محمد (صلعم) کو قتل کرنے چلا ہوں، اس نے کہا: تم محمد (ﷺ) کو قتل کر کے بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے کس طرح بچ جاؤ گے؟ عمرؓ نے کہا: لگتا ہے تم بھی بددین ہو گئے ہو۔ اور اپنا آبائی دین چھوڑ چکے ہو۔ اس نے کہا کہ کیا تمہیں تعجب کی ایک بات نہ بتا دوں؟ آپ کی بہن اور بہنوئی بھی آپ کا دین ترک کر کے اسلام قبول کر چکے ہیں۔ عمر یہ سن کر بڑے غصے کی حالت میں بہن کے

گھر کی طرف چل پڑے، وہاں پہنچ گئے۔ اس وقت حضرت خبابؓ وہاں قرآن کریم پڑھا رہے تھے، حضرت عمرؓ کی آواز سن کر وہ پردے کے پیچھے روپوش ہو گئے، حضرت عمرؓ اندر داخل ہوئے، کہنے لگے یہ آہستہ آہستہ آواز کیا تھی؟ انہوں نے کہا: آپس میں باتیں کر رہے تھے، کہنے لگے: مجھے لگتا ہے تم صابی بن گئے ہو۔ ہمارا دین چھوڑ چکے ہو۔ بہنوئی نے کہا: مجھے بتائیے اگر تیرے دین کے علاوہ کوئی دین سچا ہو تو؟ یہ کہنا تھا کہ عمرؓ ان پر ٹوٹ پڑے۔ ان کو پے در پے مارنے لگے، بہن نے آ کر بھائی کو ہٹایا تو بہن کو ایک زوردار تھپڑ رسید کیا جس کی وجہ سے چہرہ خون آلود ہو گیا۔ وہ غصے کی حالت میں بولنے لگیں، اگر دوسرا دین سچا ہے تو میں نے اسے اختیار کر لیا ہے ”أشهد أن لا إله إلا الله و أشهد أن محمداً رسول الله“ حضرت عمرؓ مایوس ہو کر کہنے لگے، وہ کتاب مجھے دکھاؤ جو تم پڑھ رہے تھے، تاکہ میں بھی اس کو پڑھ لوں۔ حضرت عمرؓ پڑھنے کی قدرت رکھتے تھے۔ ان کی ہمشیرہ نے کہا: تم ناپاک ہو، اس کو پاک آدمی ہی ہاتھ لگا سکتا ہے۔

”لا یمسہ الا المطہرون“ (الواقعة: ۷۹)

اٹھو، غسل یا وضو کرو، اٹھ کر وضو کیا، کتاب کو ہاتھ میں لیکر پڑھنے لگا، اور سورۃ طہ پڑھتے رہے (انسی انا للہ لا الہ الا انا فاعبدنی و أقم الصلوۃ لذكری) تک پڑھنے کے بعد فرمایا: محمد ﷺ کے بارے میں یہی بتاؤ وہ کہاں ہیں۔ خبابؓ نے یہ سنا تو باہر تشریف لائے اور فرمایا: عمر! تجھے خوش خبری ہو، میری امید ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے جمعرات کے روز کی دعا تیرے حق میں قبول ہوئی، آپ نے ارشاد فرمایا تھا:

”اللهم اعز الاسلام بعمر ابن الخطاب اوبابی جهل بن

هشام“

”اے اللہ! عمر بن الخطاب یا ابو جہل بن ہشام کے ذریعے اسلام کو

تقویت دے“

آپ صفا کے دامن میں واقع گھر میں تشریف فرما ہیں۔ حضرت عمرؓ وہاں سے اپنے اس مقام پر پہنچ جہاں آنحضرت تشریف فرما تھے، گھر کے باہر دروازے کے پاس

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ اور چھ دیگر اصحاب موجود تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر لوگ گھبرا گئے، تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں یہ عمر ہیں۔ اللہ تعالیٰ اگر اس کے ساتھ بھلائی کا معاملہ فرمادے تو وہ مشرف بہ اسلام ہو کر آپؐ کی پیروی کریگا۔ اگر اس کے ساتھ ایسا معاملہ نہ فرمایا تو اس کو قتل کرنا ہمارے لئے کوئی مشکل نہیں ہوگا۔ اس وقت آپؐ گھر کے اندر تشریف رکھتے تھے، اور وحی نازل ہو رہی تھی۔ اتنے میں آپؐ بھی باہر تشریف لائے۔ سیدھے عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر ان کا گریبان اور تلوار کا نیام اکٹھے پکڑ کر فرمایا: عمر! تم اس وقت تک باز آنے والے نہیں جس وقت تک ولید بن المغیرہ کی طرح رسوا نہ ہو۔ پھر فرمایا: اللھم هذا عمر بن الخطاب اعز الاسلام بعمر بن الخطاب“ تو حضرت عمرؓ نے فوراً کہا: ”اشھد ان لا الہ الا اللہ و انک رسول اللہ“ اسلام قبول کرتے ہی فرمایا۔ یا رسول اللہ باہر نکل کر عبادت کیجئے۔

(طبقات ابن سعد، ص ۳۶۷، الفتح ۸/۴۶)

اسلام لانے کا سال اور مسلمانوں کی تعداد:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چھیس سال کی عمر میں ذی الحجہ کے مہینے میں نبوت کے چھٹے سال میں دولت اسلام سے سرفراز ہوا۔ امام زہریؒ کہتے ہیں: چالیس یا چھیالیس افراد کے مسلمان ہونے کے بعد آپؐ مسلمان ہوئے ایک روایت کے مطابق آپؐ پینتالیس افراد کے بعد مسلمان ہوئے۔

بعض علماء نے کہا ہے: آپؐ سے پہلے انتالیس افراد مسلمان ہو چکے تھے چالیس کا عدد آپؐ کے اسلام لانے سے مکمل ہوا، ان سے پہلے مسلمان ہونے والے افراد کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ ابو بکر، عثمان، علی، زبیر، طلحہ، سعد، عبدالرحمن، سعید، ابو عبیدہ، حمزہ بن عبدالمطلب، عبید بن الحارث، جعفر بن ابی طالب، مصعب بن عمیر، عبداللہ بن مسعود، عیاش بن ابی ربیعہ، ابوذر، ابوسلمہ بن عبدالاسد، عثمان بن مظنون، زید بن حارثہ، بلال بن رباح، خباب بن الارت، اعتداد، صہیب، عمار، عامر بن نفیرہ، عمر بن عبدی، نعیم بن عبداللہ، انحام، حاطب بن الحارث، خالد بن سعید بن العاص، خالد بن الکبیر، عبدالرحمن

بن جحش، ابواحمد بن جحش، عامر بن بکر، عتبہ بن غزوان، الارقم بن ابی الارقم، انیس (برادر) ابی ذر، واقد بن عبداللہ، عامر بن ربیعہ اور انس بن مظعونؓ اور چالیسویں حضرت عمر بن الخطابؓ ہیں۔

آپؓ کے اسلام پر اہل سماء کی خوشی:

الزہری کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ جب اسلام لائے تو حضرت جبریل علیہ السلام مبارکباد دینے کے لئے نازل ہوئے، فرمایا: یا محمدؐ! مسلمانوں کو حضرت عمرؓ کے مسلمان ہونے کی مبارکباد دیجئے۔
(ابن سعد: ۳/۲۷۰)

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں: حضرت عمرؓ کے مشرف بہ اسلام ہونے سے آسمانوں پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

آپؓ کے مسلمان ہونے سے اسلام کا ظہور:

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ: حضرت عمرؓ نے جب کلمہ پڑھ لیا تو گھر میں موجود تمام افراد نے اتنی بلند آواز میں نعرہ تکبیر لگایا کہ مسجد حرام تک آواز پہنچ گئی، اسلام لاتے ہی فرمایا: یا رسول اللہ! ہم حق پر نہیں ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں! ہم ہی حق پر ہیں تو عمرؓ نے کہا پھر یہ چھپ چھپا کر عبادت کیوں؟ تو آپؐ نے اعلانیہ عبادت کرنے کا اعلان فرمایا۔
(ابن عساکر، تاریخ الخلفاء ۱۱۳)

حضرت صہیب بن سنانؓ فرماتے ہیں کہ: جب حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے تو اسلام کی طرف اعلانیہ دعوت دینے کا کام شروع ہو گیا، اور ہم کعبہ کے پاس حلقہ بنا کر بیٹھنے لگے، اعلانیہ طواف شروع ہو گیا۔
(طبقات ابن سعد: ۳ ص ۲۶۹)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے بعد ہم مسلسل غالب ہوتے چلے آ رہے ہیں۔
(بخاری ۳، فتح الباری، ۸ ص ۱۷۶)

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں: قیامت کے دن اسلام حاضر ہوگا، لوگوں سے ملے گا حتیٰ کہ حضرت عمرؓ کے پاس آ کر ان کا ہاتھ پکڑ کر وسط عرش کی طرف چڑھے گا، اور

در بار الہی میں عرض کریگا، یا رب! میں روپوش تھا میری بے وقعتی کی جارہی تھی، اس نے مجھے آشکارہ کیا، اس کو پورا پورا بدلہ دیجئے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے آئیں گے۔ ان کے ہاتھ پکڑ کر جنت تک پہنچائیں گے جبکہ دوسرے تمام لوگ ابھی احتساب کے مراحل سے گذر رہے ہوں گے۔

لقب ”الفاروق“ سے ملقب ہونے کی وجہ:

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: میں نے عمرؓ سے عرض کیا کہ آپ کو کس وجہ سے الفاروق کہا جاتا ہے؟ تو فرمایا میرے اسلام لانے پر آپؓ نے ہمیں مسجد کی طرف جانے کا حکم دیا۔ اور ہم دو قطاروں میں مسجد کی طرف اس طرح چل پڑے کہ چکی کے گرد اڑانے کی طرح گرد اڑاتے ہوئے مسجد میں داخل ہو گئے، اس روز آپؓ نے مجھے الفاروق کے عظیم لقب سے ملقب فرمایا۔

ایوب بن موسیٰ کہتے ہیں: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ نے حق کو عمر کی زبان اور دل پر جاری فرما دیا۔ وہ فاروق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے حق و باطل کے درمیان امتیاز کیا۔ (طبقات ابن سعد: ص ۳۰۲)

ابو عمرو بن ذکوان کہتے ہیں: میں نے ام المومنین حضرت سیدہ عائشہؓ سے پوچھا: عمرؓ کو الفاروق کا لقب کس نے دیا: فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے۔

النزال بن سبرۃ الہملالی کہتے ہیں: ایک مرتبہ مجھے حضرت علیؓ سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین! حضرت عمرؓ کے متعلق کچھ فرما دیجئے۔ تو فرمایا: وہ ایسے شخص ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے فاروق کے نام سے موسوم فرمایا۔ ان کے ذریعے حق و باطل کے درمیان فرق کیا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ”اللھم اعز الاسلام بعمر۔ ترجمہ: اے اللہ عمر کے ذریعے اسلام کو قوت دے۔“

(الموافقة، الریاض الناضرة، موارد القمان رقم ۲۱۷۰)

ہجرت کا واقعہ:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے جب مدینہ منورہ کی

طرف ہجرت کرنے کا حکم صادر فرمایا: تو لوگ جماعتوں کی شکل میں مدینے کی طرف چل پڑے، عمرؓ کہتے ہیں: میں اور عیاش ابن ربیعہ مکہ سے روانہ ہوئے۔

(ابن سعد: ۳/۲۷۱)

ابو اسحاق نے کہا! میں نے براء بن عازب سے سنا وہ کہتے ہیں کہ صحابہ میں سب سے پہلے مدینہ پہنچنے والے حضرت مصعب بن عمیرؓ اور ابن ام مکتومؓ ہیں۔ ان کے بعد بلال، سعد، عمار بن یاسر پھر ان کے بعد حضرت عمر بن الخطابؓ ہیں جو میں صحابہ کرام کی جماعت کے ساتھ مدینہ منورہ داخل ہوئے۔ (فتح الباری: ۸/۲۶۱)

کسی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا: آپ نے پہلے ہجرت کی یا عمر نے؟ تو غصہ ہوئے فرمایا۔ میں نے نہیں بلکہ حضرت عمرؓ نے پہلے ہجرت کی۔ وہ دنیا اور آخرت میں مجھ سے بہتر ہیں۔

مدینہ میں آپ کی فرودگاہ:

عبداللہ بن عبداللہ نے کہا مدینہ میں ان کی منزل وہ ہے جہاں آپؐ نے خود ان کے لئے مقرر فرمایا۔

مواخات میں حضرت عمرؓ کے ساتھ کون تھا:

محمد بن ابراہیم کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مواخات میں حضرت عمرؓ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کر دیا۔ (طبقات ابن سعد: ۳/۲۷۲)

اور سعد بن ابراہیم کے بقول حضور ﷺ نے عمرؓ اور عویم بن ساعدہؓ کے درمیان مواخات قائم فرمائی۔

عبدالواحد بن عوف کے قول کے مطابق عمرؓ کے ساتھ عتبان بن مالک کو کر دیا۔ (الاصابہ: ۴/۶۱۱)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں نے اپنے رب کے ساتھ تین چیزوں میں موافقت کی۔ (۱) میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اگر ہم مقام ابراہیم میں نماز پڑھیں تو اچھا ہوگا۔ ”تو آیت:

”واتخذوا من مقام ابراهيم مصلی“ (البقرہ: ۱۲۵)

نازل ہوئی۔ (۲) میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کے گھر میں مختلف لوگ آتے رہتے ہیں اگر آپ ازواج مطہرات کو پردہ کرنے کا حکم دیتے تو اچھا ہوتا؟ تو پردے کی آیت نازل ہوئی، (۳) حضرات ازواج مطہرات غیرت کے معاملہ میں یک جا ہوئیں تو میں نے ان سے کہا: ممکن ہے اللہ تعالیٰ تمہیں طلاق دلو اور رسول اللہ ﷺ کو تم سے بہتر ازواج عطا فرمائے گا۔ تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

”عَسَىٰ رَبُّكَ اَنْ يُّدْلِكَ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكَ“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ سے کہ عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ اپنی ازواج مطہرات کا پردہ کرادیتے کچھ دیر بعد پردے کا حکم نازل ہو گیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں میں میری رائے کی موافقت فرمائی، حجاب، بدر کے قیدیوں اور مقام ابراہیم کے متعلق۔ (مسلم: فضائل عمر: ۱۱۶/۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: تین چیزوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دوسروں کے مقابلہ میں فضیلت حاصل ہے۔ (۱) بدر کے قیدیوں کے متعلق عمر رضی اللہ عنہ کی رائے قتل کرنے کی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے: ”لَوْ لَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِیْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ“ (الانفال: ۶۸) نازل فرمائی۔

(۲) حضرت عمر کی رائے تھی کہ حضرات ازواج مطہرات پردہ کریں، تو آیت نازل ہوئی (اِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَآءِ حِجَابٍ) (النور: ۵۳)

(۳) رسول اللہ ﷺ کی عمر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کی خصوصی دعا:

”اللهم اید الاسلام بعمر“

حضرت عمرؓ کے متعلق آپؐ کے ارشادات:

عمر کا ملہم من اللہ ہونا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرمایا آنحضرت ﷺ نے: سابقہ امتوں میں کچھ لوگ ملہم من اللہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے

الہام کیا جانا) ہوا کرتے تھے، اگر میری امت میں بھی کوئی ہے تو وہ عمر ہو سکتا ہے۔

(مسلم: فضائل عمر: ۱۱۵/۷، الترمذی، المناقب: ۳۶۹۳، بخاری)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں کچھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوتا تھا، اس امت میں اگر ایسا شخص ہو سکتا ہے تو وہ عمر ہے۔ (بخاری: ۳۳۹/۲)

شیطان کا حضرت عمرؓ کو دیکھ کر بھاگنا:

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضور ﷺ کے پاس قریش کی کچھ عورتیں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔ آوازیں ان کی بلند ہو رہی تھیں اتنے میں حضرت عمرؓ نے دروازے پر دستک دی، تو عورتیں پردہ کرنے لگیں، حضور ﷺ نے ان کو اندر آنے کی اجازت مرحمت فرمائی وہ اندر داخل ہوئے، اور آپ ﷺ ہنسنے لگے، عمر نے فرمایا: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ ساری عمر آپ کو خوش فرمادے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ عورتیں میرے پاس بیٹھی ہوئی تھیں، انہوں نے جب آپ کی آواز سنی تو جلدی سے حجاب کرنے لگیں تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: ان کو تو آپ سے زیادہ ڈرنا چاہیے۔ پھر عورتوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے، اے اپنے نفس کی دشمنو! تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ ﷺ سے نہیں ڈرتیں؟

تو انہوں نے کہا: ہاں تم زیادہ سخت مزاج ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے تم جس راستے پر چلتے ہو، شیطان اس راستے کو چھوڑ کر دوسری راہ چلنے لگتا ہے۔ (بخاری: مناقب عمر، مسلم: فضائل عمر، ۱۱۵/۷، احمد: ۱۷۱۷۱)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ایک مرتبہ آپؐ تشریف فرما تھے، باہر سے کچھ آوازیں اور بچوں کا شور سنائی دیا، آپؐ نے دروازے پر جا کر دیکھا تو حبشہ کے کچھ لوگ ناچ رہے ہیں اور بچے ان کے پاس جمع ہیں۔ حضور ﷺ نے مجھے آواز دی، عائشہ! آؤ، تم بھی دیکھو، میں آئی، اور آپؐ کے پیچھے کھڑی ہو گئی اور اپنی ٹھوڑی آپ کے شانے پر رکھ کر آپ کے شانے اور سر کے درمیان سے دیکھنے لگی، میں دیکھتی رہی اور آپؐ پوچھتے رہے

ابھی سیر ہو گئے؟ میں کہتی رہی نہیں، ابھی نہیں، تاکہ میں آنحضرت ﷺ کے دل میں اپنی حیثیت کو معلوم کر سکوں۔ اتنے میں عمر آ گئے، انہیں دیکھ کر لوگ ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں انہی اور جنی شیاطین کو عمر سے بھاگتے ہوئے دیکھتا ہوں۔

(الترمذی، المناقب: ۳۶۹۲)

جنت کی بشارت:

سعد بن زید بن عمروؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”ابو بکر جنتی ہے، عمر جنتی ہے، عثمان جنتی ہے، علی جنتی ہے۔ سعد بن مالک جنتی ہے۔ عبدالرحمن جنتی ہے۔ طلحہ جنتی ہے۔ زبیر جنتی ہے۔ راوی کہتے اگر چاہو تو نویں جنتی کا بھی نام لو؟ لوگوں نے مضطرب ہو کر اس کا نام بتانے پر اصرار کرنے لگے، تو انہوں نے کہا۔ اگر تم اصرار نہ کرتے تو میں اس کا نام نہ بتاتا، مگر تم لوگوں نے شدت کے ساتھ اصرار کیا ہے۔ تو سن لو، وہ میں ہوں، اور دسویں کو رسول اللہ ﷺ پورا فرمائیں گے۔ پھر کہنے لگے، ان حضرات کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں ایک حاضری جس میں ان کے چہرے غبار آلود ہو گئے تھے۔ تمہاری ساری عمر کی تمام عبادتوں سے کئی گنا بہتر ہے۔ اگرچہ تمہیں حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ملے۔“ (مسند احمد: ۱/۱۸۷، ابوداؤد: ۲/۵۱۵)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے حضرات صحابہ سے فرمایا: آج تم میں سے کوئی کسی جنازے میں شریک ہوا ہے؟ تو عمر نے کہا: یا رسول اللہ! میں، آپ ﷺ نے پوچھا آج کسی نے کسی مریض کی عیادت کی ہے؟ تو عمر نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے۔ آپ ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا: آج کس کا روزہ ہے۔ تو عمر نے کہا: میرا، آپ ﷺ نے فرمایا، ”وجبت، وجبت“ واجب ہوگئی، واجب ہوگئی۔ یعنی جنت واجب ہوگئی۔

(الریاض: ۳۱۱/۱)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں: ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ اپنی ضرورت کے لئے مدینہ کے ایک باغ میں تشریف لے گئے، میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلا، جب آپ باغ کے اندر داخل ہوئے تو میں نے کہا: آج میں آپ ﷺ کی درباری کروں گا،

حالانکہ حضور ﷺ نے مجھے اس کا حکم نہیں فرمایا تھا، چنانچہ آپ ﷺ اندر تشریف لے گئے، اور اپنی ضرورت سے فارغ ہو گئے۔ اور آ کر کنویں کے منڈیر پر تشریف فرما ہوئے۔ پنڈلیاں کھول کر پاؤں کنویں کے اندر لٹکا دیئے، اتنے میں ابو بکرؓ نے باغ کے دروازے پر آ کر دستک دی اور اندر آنے کی اجازت طلب کی، تو میں نے کہا: تم یہی کھڑے رہو، میں حضور ﷺ سے پوچھ کر آتا ہوں میں نے خدمت نبوی میں آ کر عرض کیا: ابو بکرؓ اندر آنا چاہتے ہیں فرمایا: آنے دو اور جنت کی خوشخبری بھی انہیں سنا دو۔ مسلم شریف میں حضرت جابر کے حوالے سے یہ بھی لکھا ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ کھجوروں کے ان درختوں کے اندر سے ایک جنتی شخص نمودار ہوگا، چنانچہ حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے، میں نے ان کو مبارک باد دی۔ آپؐ نے دوبارہ فرمایا۔ کھجوروں کے ان درختوں کے بیچ سے ایک شخص نمودار ہوگا۔ جو جنتی ہے۔ اتنے میں عمرؓ آ گئے، میں نے انہیں بھی جنت کی مبارک باد دی۔ آپؐ نے پھر فرمایا: کھجوروں کے ان درختوں کے درمیان سے اہل جنت میں سے ایک شخص آئے گا دیکھا حضرت علیؓ تشریف لارہے ہیں۔

(مسند احمد: ۳ ص ۳۵۶)

حضورؐ کا حضرت عمرؓ کو یا اخی فرمانا:

حضرت سالم بن عبد اللہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ عمرؓ نے حضور ﷺ سے عمرہ کرنے کی اجازت طلب کی آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرما کر ارشاد فرمایا: ”یا اخی لا تنسانا من دعائك“ اے میرے بھائی اپنی دعاؤں میں ہمیں بھی یاد رکھنا پھر تھوڑی دیر کے بعد فرمایا ”یا اخی أشركنا في دعائك“ اے میرے بھائی: اپنی دعاؤں میں ہمیں شریک کرنا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ مجھے آپ ﷺ کے الفاظ ”یا اخی“ کے مقابلے میں دنیا کی کوئی چیز بھی محبوب نہیں ہے۔

اہل جنت کا چراغ:

حضور ﷺ نے فرمایا: عمر اہل جنت کا چراغ ہے۔ (مسند احمد: ابن سعد: ۳ ص ۳۷۱)

آپ کے دل و زبان پر حق کا جاری ہونا:

حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے عمرؓ کی زبان پر حق کو وضع فرمایا ہے۔ جس کا وہ اظہار کرتا ہے، ایک جگہ ارشاد ہے:

”إن الله وضع الحق على لسان عمر و قلبه“

”اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کے دل و زبان پر حق کو جاری فرمادیا“

(ترمذی الفہائل: رقم: ۳۶۸۳، مسند احمد: ۲/۵۳/۹۵)

آپ کے بعد حق کا حضرت عمرؓ کے ساتھ ہونا:

حضرت فضل بن عباسؓ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا عمرؓ میرے ساتھ ہوتا ہے جہاں میں پسند کرتا ہوں اور میں ان کے ساتھ ہوتا ہوں جہاں وہ پسند کرتا ہے۔ میرے بعد عمرؓ جہاں بھی ہو حق اس کے ساتھ شامل حال رہے گا۔
(طبرانی، ابن عدی)

اسود بن سریعؓ کہتے ہیں: ”ایک مرتبہ میں نے خدمت اقدس میں عرض کیا میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد اور آپ ﷺ کی صفات اشعار میں بیان کی ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا (ان ربك محب الحمد) آپ کا رب حمد کو پسند فرماتا ہے۔ میں نے اشعار سنانا شروع کر دیا اتنے میں ایک سفید اور طویل القامت شخص نے آپ ﷺ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی۔ تو حضور اقدس ﷺ نے مجھ سے فرمایا: خاموش رہو! وہ صاحب اندر تشریف لائے، تھوڑی دیر گفتگو کرنے کے بعد چلے گئے، میں نے آپ ﷺ کو اشعار سنانا شروع کئے، وہ شخص دوبارہ آ گیا، آپ ﷺ نے مجھے خاموش کر دیا۔ اس طرح دو تین مرتبہ وہ آئے اور گئے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ شخص کون ہے جس کی آمد پر آپ مجھے خاموش رہنے کا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: یہ عمر ہے۔ یہ ایسا شخص ہے جو غلط باتوں کو پسند نہیں کرتا۔

(مسند احمد: ۳/۳۳۵، مجمع الزوائد: ۶/۶۶/۲۶۱)

سوال: کوئی یہ اشکال کر سکتا ہے کہ گروہ غلط اشعار سن رہے تھے تو آپ ﷺ کیوں سن رہے تھے؟

جواب: شعراء کے بارے میں چونکہ قرآن کریم میں وارد ہے:

”فی کل وادیھیمون“ (اشعرا: ۲۲۵)

”وہ اچھے برے اشعار کہا کرتے ہیں“

اس شاعر نے کہا تھا میں نے حمد و نعت کو منظوم کیا ہے تو آپؐ نے اس کے اشعار سنے اگر کوئی غلط شعر آجاتا تو نرمی کے ساتھ اس کی اصلاح فرماتے جیسا کہ مدینہ کے بچوں نے اشعار کہے تھے جس میں انہوں نے یہ کہا تھا ”وہیما نبی یعلم ما فی غدا“ ہمارے درمیان ایک نبی ہے جو کل کی بات کو بھی جانتا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا: ایسا نہ کہو، تو یہاں آپؐ نے اس شاعر کو اس لئے حضرت عمرؓ کے آنے پر خاموش کر دیا اگر عمرؓ کی موجودگی میں وہ غلط شعر کہتا تو عمرؓ اس پر سخت نکیر کرتے اور آپؐ نرمی کے ساتھ سمجھاتے تھے آپؐ نے حضرت عمرؓ کے متعلق فرمایا تھا:

”واشد امتی فی امر اللہ عمر“

اللہ تعالیٰ کے ہاں عمر کی حیثیت:

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام آپؐ کے پاس تشریف لائے، اور عرض کیا: عمر کو سلام کہہ دیں، اور ان کو یہ بھی بتا دیں کہ ان کی رضا عزت اور ان کا غضب حکم ہے۔

(طبرانی، مجمع الزوائد ج ۹/۶۹)

حضرت علیؓ سے روایت ہے: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

”اتقوا غضب عمر فان اللہ یغضب إذا غضب عمر“

”عمر کے غصے سے بچو، اگر عمر ناراض ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے“

مرنے کے بعد بھی ایمان کی اسی حالت میں برقرار رہنے کی شہادت:

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اگر تم منکر نکیر کو دیکھو گے تو تمہاری کیا کیفیت ہوگی؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! منکر نکیر کیا ہیں؟ فرمایا: یہ دو فرشتے ہیں جو قبر میں تیرے پاس آئیں گے، اپنے دانتوں سے زمین کو کھریدیں گے، اور اپنے بالوں سے زمین کو روندیں گے، ان کی آوازیں بجلی کی کڑک سے سخت اور ان

کی آنکھیں اچکنے والی بجلی سے تیز ہوں گی، ان کے ہاتھوں میں لوہے کا ہتھوڑا ہوگا۔ بھاری اتنا ہوگا کہ پوری دنیا کے لوگ بھی نہیں اٹھا سکیں گے، مگر وہ اس کو اس طرح اٹھائیں گے جیسا کہ میری اس لاشی کو اٹھانا آسان ہے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اسی کیفیت میں ہوں گا؟ فرمایا: ہاں، میں نے عرض کیا تب میں ان کے لئے کافی ہوں گا۔ (نبی کی کتاب القبور)

عمرؓ کی ایک اور فضیلت:

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب“

”اگر میرے بعد نبی آتا تو وہ عمر بن الخطاب ہوتا“

(مسند احمد ج ۱۴/۱۰۴، ترمذی، فضائل رقم ۳۶۸۷، مستدرک)

جبریل کی زبانی آپؐ کی فضیلت:

حضرت ابوسعیدؓ کہتے ہیں: حضور اقدس ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا: آسمان والوں کے ہاں عمر کا کیا مقام ہے ذرا بیان کیجئے، جبریل علیہ السلام نے کہا: یا محمد! اگر میں آپ کے ساتھ حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ساڑھے نو سو سال کی مقدار میں بیٹھ کر حضرت عمرؓ کی فضیلت سنانے لگوں تو ان کی ایک فضیلت بھی پوری نہیں ہوگی عمر، ابو بکر کی نیکیوں میں ایک نیکی ہے۔

(الایالی المصنوعہ: ۳۰۳/۱)

حضرت عمرؓ کے لئے حضورؐ کی دعا:

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے: ایک مرتبہ حضور ﷺ نے عمر کو سفید رنگ کی خوبصورت قمیص پہنے دیکھ کر فرمایا: تیرے یہ کپڑے نئے ہیں یا دھلے ہوئے؟ عمر نے کہا: دھلے ہوئے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”البس جدیداً، و عش حمیداً، و مت شهیداً“ نئے لباس پہنو، معزز زندگی گزارو اور شہادت کی موت مرو“

(الایالی المصنوعہ: ۳۰۳/۱)

رسول اللہؐ کا خواب جو عمر کی فضیلت ظاہر کرتا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے

خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک جگہ مٹی کے پاس کھڑے ہیں۔ اتنے میں ابو بکر اٹھے، اور وہ ایک چھوٹا سا ڈول لیکر اس سے پانی نکالنے لگے، ان سے بعض دفعہ کمزوری بھی ہوتی، پھر ڈول کو عمر نے ہاتھ میں لیا۔ ان کے ہاتھ میں آ کر وہ ایک بڑے ڈول میں تبدیل ہوا۔ پھر انہوں نے اپنا کام شروع کیا یہاں تک کہ سارے لوگ سیراب اور فیضیاب ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ہی روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے ایک یا دو ڈول نکال لیا۔ پھر تم آگئے اے ابو بکر! تم نے بھی ایک ڈول نکال لیا۔ پھر عمر آگئے، انہوں نے پانی نکالنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ چھوٹا ڈول ان کے ہاتھ میں ایک بڑے ڈول میں تبدیل ہو گیا۔ اس سے لوگ سیراب ہونے لگے۔ ابو بکر! تم اس خواب کی تعبیر دو، ابو بکر نے کہا: آپ کے بعد خلافت مجھے ملے گی میرے بعد عمر ہوں گے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا فرشتے نے بھی اس طرح تعبیر بیان کی ہے۔

(بخاری، الفتح ۱۶ ص ۷۲)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کالے رنگ کی بکریوں کے لئے کنویں سے پانی نکال رہا ہوں ان کے ساتھ پیلے رنگ کی بکریاں شامل ہو گئیں اتنے میں ابو بکر آگئے، انہوں نے دو ڈول نکالے مگر اس میں تھوڑی سی کمزوری تھی (اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما دے) پھر عمر آگئے، انہوں نے ڈول ہاتھ میں لیا وہ ان کے ہاتھ میں ایک بہت بڑے ڈول میں بدل گیا۔ انہوں نے لوگوں کو خوب سیراب کیا۔ بکریاں بھی سیراب ہو کر لوٹیں، حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے اس خواب کی تعبیریوں کی کالے رنگ کی بکریوں کی تعبیر عرب اور پہلی عجم ہیں۔

(مجمع الزوائد فضائل عمر ۹ ص ۷۱، مسند احمد ۵ ص ۳۵۵)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے، میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے ایک پیالے میں دودھ دیا گیا۔ جس سے میں پینے لگا، اس کے اطراف سے دودھ پھیلنے لگا، اتنے میں عمر آگئے، میں نے بچا ہوا دودھ عمر کو دیدیا، صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر کی، فرمایا: اس کی تعبیر علم ہے۔

(بخاری، مسلم، مسند احمد ۸۳/۲)

حضرت ابوسعید الخدريؓ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا، لوگ میرے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں ان میں سے کچھ لوگ ایسی قمیص پہنے ہوئے ہیں کہ وہ صرف ان کے سینوں تک ہے کچھ کے اس سے کچھ نیچے تک اور عمر کو میرے سامنے لایا گیا تو ان کی قمیص زمین تک پہنچی ہوئی تھی۔ صحابہ نے عرض کیا: تو پھر آپ نے کیا تعبیر کی؟ فرمایا: اس کی تعبیر دین ہے۔ (بخاری مناقب عمر، مسلم فضائل: ۱۱۲/۷)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میں نے خواب میں خود کو جنت میں دیکھا اتنے میں ایک محل کے پاس ایک عورت کو وضو کرتے دیکھا میں نے کہا: یہ محل کس کا ہے؟ مجھے بتایا گیا: یہ عمر کا ہے۔ مجھے عمر کی غیرت یاد آ گئی تو میں پیچھے کولونا، حضرت عمرؓ یہ سن کر رو پڑے، اور فرمایا: یا رسول اللہ! کیا میں آپ پر غیرت کروں؟

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا اس میں سونے کا ایک محل دیکھا، میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ مجھے بتایا گیا: یہ ایک قریشی جوان کا ہے میں نے خیال کیا وہ میں خود ہو سکتا ہوں۔ میں نے کہا: وہ کون ہے؟ بتایا گیا وہ عمر بن الخطاب ہے۔ عمر کو خطاب کر کے فرمایا: عمر! تیری غیرت کی وجہ سے میں اس میں داخل نہیں ہوا تو حضرت عمرؓ عمر رونے لگے، اور فرمایا: یا رسول اللہ! کیا آپ پر غصہ کیا جائے گا؟ (بخاری، مسلم: مندا احمد)

حضرت ابو امامہؓ کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں جب جنت میں داخل ہوا تو میں اپنے آگے آگے ایک خفیف سی آواز اور حرکت محسوس کی، میں نے کہا: یہ کیا ہے؟ بتایا گیا یہ بلال ہے، میں آگے چلتا رہا۔ میں نے دیکھا اکثر جنتی فقراء، مہاجرین اور مسلمانوں کے بچے ہیں اس میں سب سے کم عورتیں اور اغنیاء ہیں وجہ پوچھنے پر مجھے بتایا گیا اغنیاء ابھی جنت کے دروازے پر احتساب کے لئے روکے گئے ہیں۔ اور عورتوں کو ریشم اور سونے چاندی کی چمک نے غفلت میں ڈال دیا ہے۔ اس کے بعد میں جنت کے آٹھ دروازوں میں سے ایک دروازے سے نکلا۔ جب دروازے تک پہنچا تو ایک ترازو لایا گیا۔

جس کے ایک پلڑے میں مجھے اور دوسرے پلڑے میں میری امت کو رکھا گیا، تو میرا پلڑا جھک گیا، پھر ابو بکر کو لایا گیا۔ ان کو ایک پلڑے میں اور میری تمام امت کو دوسرے پلڑے میں رکھا گیا، تو ابو بکر کا پلڑا بھاری ہو گیا۔ پھر عمر کو لایا گیا۔ ان کو بھی ایک پلڑے میں اور میری ساری امت کو دوسرے پلڑے میں رکھا گیا، تو عمر کا پلڑا جھک گیا۔

(مسند احمد: ۲۵۹/۵، مجمع الزوائد فضل ابی بکر، عمر، ۵۹/۵)

ابو بکرؓ و عمرؓ کی اجتماعی فضیلت پر احادیث:

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ جنت میں نیچے درجے والے اوپر کے درجے والوں کا اس طرح نظارہ کریں گے جس طرح (زمین والے) آسمان کے افق پر طلوع ہونے والے ستارے کا کرتے ہیں ابو بکر و عمر انہیں میں سے ہیں۔ یہ کیا ہی عظیم نعمت ہے۔

(ترمذی: الفہائل: ۳۶۵۹، مسند احمد: ۳۶۷/۳، ابن ماجہ: ۲۶۱/۱)

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: ایک مرتبہ آپ ﷺ نے نماز پڑھا کر ہماری طرف رخ کر کے فرمایا: ایک شخص ایک گائے کو ہانک کر لے جا رہا تھا، راستہ میں اس پر سوار ہو گیا، گائے بولنے لگی، ہم کو اس کام کے لئے پیدا نہیں کیا گیا ہے، ہم زمین جوتنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔

لوگوں نے کہا: سبحان اللہ! گائے بولتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں، ابو بکر اور عمر اس پر ایمان لائے ہیں۔ اس وقت ابو بکر و عمر مجمع میں موجود نہیں تھے۔ اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک شخص بکریاں چرا رہا تھا، اچانک ان پر بھیڑیا حملہ آور ہو کر ان میں سے ایک بکری اٹھا لے گیا۔ اس شخص نے اس کا پیچھا کر کے بکری کو اس سے چھڑا لیا، تو بھیڑیے نے کہا: اب تو، تو نے اس کو مجھ سے چھڑا لیا۔ درندوں کے دن اس کی حفاظت کون کریگا جس دن میرے علاوہ اور کوئی چرواہا نہیں ہوگا۔ تو لوگوں نے کہا: سبحان اللہ! بھیڑیا بھی بولتا ہے۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: میں اس پر ایمان رکھتا ہوں اور ابو بکر و عمر کا بھی اس پر ایمان ہے۔ اس وقت بھی یہ دونوں حضرات موجود نہیں تھے۔ (بخاری، مسلم ۱۱۱/۷)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں اور حضور ﷺ مسجد میں تھے تیسرا

کوئی شخص ہمارے ساتھ نہیں تھا۔ اتنے میں ابوبکر و عمرؓ ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ کر سامنے سے رونما ہوئے، حضور ﷺ نے انہیں دیکھ کر فرمایا: ”علی! یہ دونوں انبیاء و مرسلین کے علاوہ جنت میں تمام عمر رسیدہ لوگوں کے سردار ہوں گے، یہ بات انہیں بتاؤ مت، حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ان کے وفات تک نہ ان کو بتایا نہ ان کے علاوہ کسی اور کو۔“ (ترمذی حدیث نمبر ۳۶۶۵)

حضرت علیؓ ہی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: میں آپ کے پہلو میں بیٹھا تھا، اتنے میں ابوبکر و عمرؓ وہاں سے گزرے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علی! قریب ہو جاؤ، میں آپ کے قریب آ گیا۔ فرمایا تم ان دونوں کو دیکھ رہے ہو؟ انبیاء و مرسلین کے علاوہ تمام اہل جنت کے عمر رسیدہ افراد کے سردار ہیں۔ علی انہیں یہ بات مت بتانا۔

ثعلب کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ان پر شفقت کرتے ہوئے یہ بات ان سے چھپا دی۔ اگر بتا دیتے تو اس عظیم نعمت کے شکر میں بہت زیادہ عبادت کر کے خود کو سخت مشقت میں ڈال دیتے، جیسا کہ خود رسول اللہ ﷺ اس کا شکر ادا کرتے ہوئے اتنے زیادہ قیام فرماتے کہ آپ کے قدم مبارک متورم ہو جاتے۔ (ترمذی ۳۶۶۳، مسند احمد ۵/۳۸۲)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میرے بعد ان دونوں (ابوبکر و عمر) کی پیروی کرو۔ (ترمذی المناقب: ۳۶۶۷، ابن ماجہ: ۳۶/۱)

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں: آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا: تم میرے بعد ابوبکر و عمر کی پیروی کرو، عمار کی راہ چلو، ابن ام عبد (عبداللہ بن مسعودؓ) کے علم کے ساتھ تمسک اختیار کرو۔ (مسند احمد: ۵/۳۳، الجامع: ۷۵/۳)

حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں: ہم ایک مرتبہ آپ ﷺ کے دربار میں بیٹھے تھے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے نہیں معلوم میری عمر کتنی باقی ہے، حضرت ابوبکر و عمر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: میرے بعد ان دونوں کی تابعداری کرو اور عمار کی رہنمائی سے ہدایت حاصل کرو، عبداللہ بن مسعود تمہارے سامنے جو بیان کرے اس کی تصدیق کرو اور اس پر یقین کر لو۔ (ترمذی: ۳۶۶۳، ابن ماجہ: ۳۶/۱، مسند احمد: ۵/۳۸۵)

حضرت عمار بن یاسرؓ کہتے ہیں: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میں نے جبریل سے کہا: عمرؓ کی کچھ فضیلت بیان کرو، تو جبریل نے کہا: اگر میں آپ ﷺ کے پاس بیٹھ کروں (علیہ السلام) کی عمر ساڑھے نو سو سال تک بھی عمر ﷺ کے فضائل بیان کرتا چلوں تب بھی عمر ﷺ کے فضائل ختم نہیں ہوں گے۔ اور عمر، ابوبکر کی حسنات میں سے ایک حسنہ (نیکی) ہے۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں: حضور ﷺ جب حضرات صحابہؓ کے پاس تشریف لاتے، تو ابوبکر و عمر کے علاوہ کوئی اور آپ ﷺ کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا تھا یہی دو حضرات آپ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے اور حضور ﷺ ان کی طرف نظر فرماتے، ان سے تبسم کے ساتھ کلام کرتے اور حضور ان سے کھل کھلا کر بات چیت فرماتے۔

(ترمذی: ۳۶۶۹)

ابوسعید الخدریؓ سے روایت ہے، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے دو وزیر اہل سماء میں جبریل اور میکائیل (علیہ السلام) ہیں اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہیں وہ ابوبکر و عمرؓ ہیں۔ (مسند احمد: ۱۰)

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آسمان والوں میں حضرت جبریل و میکائیل (علیہ السلام) کے ذریعے میری تائید فرمائی اور زمین والوں میں ابوبکر و عمر کے ذریعے میری مدد فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر و عمر کو خطاب کر کے فرمایا: تم دونوں کی مثالیں فرشتوں اور انبیاء میں ہیں تمہیں نہ بتاؤں؟ ابوبکر! تمہاری مثال ملائکہ میں میکائیل کی طرح ہے جو باران رحمت لیکر نازل ہوتا ہے۔ اور انبیاء میں تیری مثال ابراہیمؑ ہیں جنہوں نے فرمایا تھا: ”فمن تبعنی فانہ منی و من عصانی فانک غفور رحیم“ جو میری پیروی کریگا وہ مجھ سے ہے اور جو میری نافرمانی کریگا (یا اللہ) آپ ہی بخشے اور رحیم کرنے والے ہیں۔

عمر! تیری مثال ملائکہ میں جبریل ہیں جو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر عذاب و شدت لیکر نازل ہوتا ہے اور انبیاء میں تیری مثال حضرت نوحؑ ہیں انہوں نے فرمایا تھا:

”رب لاتذر علی الارض من الکافرین دیارا“

”اے میرے رب! کافروں کا ایک گھر بھی نہ رہنے دیجئے“

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، کوئی منافق ابوبکر و عمر سے محبت نہیں کریگا، اور کوئی مومن ان کے ساتھ بغض نہیں رکھے گا۔ حضرت وحید بن خلیفہؓ کہتے ہیں: ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا ایک نامہ مجھے دیکر روم کے بادشاہ کے پاس بھیجا، میں نے خط بادشاہ کے ہاتھ میں دیا، اس نے مہر نبی ﷺ کو چوما اور اپنے تکیہ کے نیچے رکھا، پھر اعلان کر دیا، اس کی قوم سربر آوردہ لوگ اور پوری قوم جمع ہو گئی، اس نے اپنے تکیہ کے اوپر چڑھ کر کھڑے ہو کر تقریر کی اس نے کہا: یہ اس پیغمبر کا خط ہے جس کی آمد کی خبر مسیح نے دی تھی کہ وہ اسماعیل بن ابراہیم کی اولاد میں سے ہوگا۔

یہ اعلان سن کر لوگوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے ان کو خاموش ہونے کا حکم دیا تو سب خاموش ہو گئے۔ اس نے کہا، میں تمہارا امتحان لے رہا تھا کہ تم دین عیسوی کی مدد کس طرح کرنے کی ہمت رکھتے ہو۔ جب صبح ہوئی اس نے خفیہ طور پر مجھے بلایا، مجھے ایک بہت بڑے عظیم الشان کمرے میں لے گئے، جس میں تین سوتیرہ تصویریں لگی ہوئی تھیں۔ اس نے مجھ سے کہا: ان میں تمہارے نبی کی تصویر کونسی ہے؟ تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ گویا میری طرف دیکھ رہے ہیں: میں نے کہا: یہ ہے اس نے آپؐ کی تمثیل صورت کے دائیں طرف ایک تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا یہ آپؐ کی قوم کا ایک شخص ہے جن کو ابوبکر الصدیقؓ کہا جاتا ہے۔ اس نے کہا: یہ بائیں طرف کی تصویر کس کی ہے؟ میں نے کہا یہ بھی ان کی قوم کی ایک شخصیت ہے جو عمر بن الخطابؓ کے نام سے جانی جاتی ہے۔ تو اس نے کہا: ہم اپنی کتابوں میں یہ لکھا پاتے ہیں۔ ان کے یہ دوستھی دین کو مکمل کریں گے۔ میں واپس آ کر خدمت اقدس میں حاضر ہو کر یہ سارا واقعہ بیان کیا، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس نے سچ کہا ہے، اللہ تعالیٰ ابوبکر و عمر کے ذریعے اس دین کو مکمل کریگا اور اس کو فتح دیگا۔ (الخصائص للسیوطی ۱/۱۵۸)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: آپ ﷺ مسجد تشریف لائے آپ کے

دائیں طرف ابو بکر اور بائیں طرف عمرؓ تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ہم اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔
(ترمذی رقم: ۳۶۷۰، حاکم معرفۃ الصحابہ ۶۸/۳)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میں ابو بکر و عمر کے درمیان اٹھایا جاؤں گا، اور حرم کے سامنے وقوف کروں گا، مکہ اور مدینہ والے میرے پاس آئیں گے۔

ابو بکر و عمرؓ کی تعریف علیؓ کی زبانی:

حضرت جعفر بن محمد اپنے والد کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت علیؓ سے سوال کیا، امیر المومنین! ابھی آپ نے خطبہ میں فرمایا: اے اللہ! ہماری ایسی اصلاح فرما دیجئے جیسا کہ آپ نے خلفاء راشدین و مہتدین کی اصلاح فرمائی تھی، بتائیے یہ خلفاء راشدین و مہتدین کون لوگ ہیں؟ سوال سن کر ان کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں، تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا: وہ میرے محبوب تیرے چچے ابو بکر و عمر ہیں۔ جو رشد و ہدایت کے امام، شیوخ اسلام، حضور ﷺ کے بعد مقتداء ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی مگر اہی سے محفوظ رہے۔ ان کی تابعداری کرتے ہوئے شاہراہ مستقیم پر چل پڑے، اور ان کی تابعداری کرنے والے اللہ کی جماعت میں شامل ہیں جو اللہ کی جماعت ہوگی وہ یقیناً کامیاب ہوگی۔

حضرت علیؓ یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والے حکمرانوں کے لئے ابو بکر و عمر کو حجت اور رہنما بنایا۔ اور ان کے بعد آنے والے بڑی مشکل سے ان کے طریقے کے قریب قریب پہنچیں گے۔

زید بن وہب کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت علیؓ کی امارت کے زمانے میں سوید بن غفلہ ان کے پاس حاضر ہوا، کہنے لگا: امیر المومنین! کچھ لوگوں کے پاس سے میرا گذر ہوا۔ وہ حضرت ابو بکر و عمر کے متعلق ناشائستہ گفتگو کر رہے تھے، وہ یہ سن کر فکر مند ہوئے میرا ہاتھ پکڑ کر منبر پر تشریف فرما ہوئے، اور فرمانے لگے: قسم اس ذات کی جس نے دانے کو پیدا فرمایا، تمام مخلوق کی تخلیق فرمائی، ابو بکر و عمر کے ساتھ مومن ہی محبت کرتا ہے۔ ان کے

ساتھ بغض و عناد رکھنے والا اور ان کی مخالفت کرنے والا منافق بد دین اور بد بخت ہی ہو سکتا ہے۔ ان کے ساتھ محبت کا رثا اب اور ان سے بغض دین سے دوری ہے۔ کیا ہوا کہ لوگ اللہ کے رسول کے بھائیوں ان کے وزیروں، ان کے دوستوں قریش کے سرداروں اور مسلمانوں کے شیوخ کو ہلکے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے میں بری اور بے زار ہوں۔ اور ان کو سزا بھی دوں گا۔

ابوبکرؓ و عمرؓ کے مرتبے کو پہچاننا سنت ہے:

حضرت عبداللہ ﷺ فرماتے ہیں: ابوبکر و عمر کے ساتھ محبت کرنا اور ان کے مرتبہ کو جاننا سنت ہے، عبدالعزیز بن جعفر الملوکی نے کہا ہے، میں نے حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا: ابوبکر و عمر کے ساتھ محبت کرنا سنت ہے؟ تو فرمایا: نہیں بلکہ فرض ہے۔

حضرت مالک بن انس ﷺ فرماتے ہیں: حضرات اسلاف کرام اپنی اولاد کو ابوبکر و عمر کے ساتھ محبت کرنے کی تعلیم دیتے جس طرح قرآن کی وہ تعلیم دیتے۔

ابو جعفر محمد بن علی الباقرؒ فرماتے ہیں: جو شخص ابوبکر و عمر کی فضیلت سے ناواقف ہے وہ سنت سے بے خبر ہے۔ حضرت ابو جعفر ہی کا کہنا ہے، ابوبکر میرے دادا ہیں، کیا کوئی شخص اپنے آباء و اجداد کو گالی دے سکتا ہے؟ اگر میں ان کے دشمنوں سے بیزاری نہ کروں اور ان کی خلافت کا قائل نہ ہوں تو کیا کل قیامت کے دن محمد ﷺ کی شفاعت مجھے نصیب ہوگی؟ حضرت زید بن علی کہتے ہیں: ابوبکر و عمر سے براءت علی سے براءت ہے۔

شعیب بن حرب کہتے ہیں میں نے مالک بن معول سے کہا: کچھ وصیت کیجئے، فرمایا: میں تجھے حضرات شیخین ابوبکر و عمرؓ کے ساتھ محبت کرنے کی وصیت کرتا ہوں، میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس کی بھرپور توفیق اور حظ وافر عطا فرمایا ہے۔ تو فرمایا: ارے میں تجھ سے یہ کہہ رہا ہوں جس طرح تم تو حید میں پختہ ہوا تانا ہی ان حضرات کی محبت میں بھی پختہ ہو جانا چاہئے۔

ایک شخص نے حضرت علی بن حسین زین العابدینؑ سے کہا: حضور ﷺ کے ہاں ابوبکر و عمر کا کیا مرتبہ تھا؟ فرمایا: جس طرح آج ان کا مرتبہ ہے کہ ان کے ساتھ محو استراحت ہیں۔

خلیفہ ہارون الرشید نے امام مالکؒ سے پوچھا: حضرات شیخین ابوبکرؓ و عمرؓ رحمہما کا حضور ﷺ کے ہاں کتنا قرب و مرتبہ تھا؟ فرمایا: جتنا ان کی قبریں آپ ﷺ کی قبر مبارک کے قریب ہیں ہارون الرشید نے کہا: مالک! تم نے مجھے شفا بخشی۔

حضرت مالک بن مغولؒ کہتے ہیں: اگر تم چاہو تو میں بقسم کہہ سکتا ہوں، کہ ابوبکر و عمر کا مقام آخرت میں آپ ﷺ کے مقام کے اتنا قریب ہے جتنا دنیا میں ان کے درمیان قرب ہے۔

تمام امت میں افضل ہونا:

ابوجہ کہتے ہیں: کیا تمہیں نہ بتا دوں کہ نبی ﷺ کے بعد تمام امت میں بہترین شخص کون ہے؟ سن لو، وہ ابوبکر ہیں ابوبکر کے بعد عمر ہیں۔

علی بن الحنفیہ کے صاحبزادے محمد کہتے ہیں: میں نے اپنے والد سے کہا: ابا جان! یہ بتائیے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے بہترین شخص کون ہے؟ فرمایا: ابوبکر ہیں ان کے بعد عمر..... روایت کیا اس کو بخاری نے۔

عون ابن ابی جہم کہتے ہیں۔ میرے والد حضرت علیؓ کی انتظامیہ میں شامل تھے، وہ فرماتے ہیں وہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ کے منبر کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے، وہ فرماتے ہیں۔ میں نے علیؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ”نبی کے بعد اس امت کے سب سے بہترین اشخاص حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ رحمہما ہیں“

حضرت عبد خیر کہتے ہیں: میں نے حضرت علیؓ کو فرماتے ہوئے سنا۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام امت میں بہترین شخص ابوبکر ہیں۔ ان کے بعد عمر ہیں۔ اگر تم چاہو تو تیسرے شخص کا بھی ذکر کروں؟ یعنی اس سے خود کو مراد لیتے۔

عبد خیرؒ کہتے ہیں جب حضرت علیؓ اہل النھر وان کی سرکوبی سے فارغ ہو گئے، منبر پر رونق افروز ہوئے، اور فرمایا لوگو! غور سے سنو، نبی کے بعد اس امت کے بہترین شخص ابوبکر ہیں ان کے بعد عمر کا درجہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انبیاء و

مرسلین کے علاوہ ابوبکر و عمر تمام آسمان والوں اور زمین والوں سے افضل ترین ہیں۔
 حضرت شعبہؓ فرماتے ہیں ہمارے تمام اساتذہ کرام جن سے ہم کسب فیض کرتے ہیں تمام کے تمام حضرات شیخین کی تعریف اور بیان فضیلت میں رطب اللسان تھے۔
 عبد خیر فرماتے ہیں: میں نے حضرت علی بن ابی طالب سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کے بعد جنت میں سب سے پہلے کون داخل ہوگا؟ فرمایا: ابوبکر و عمر، میں نے پھر پوچھا: یا امیر المؤمنین! آپ سے بھی پہلے داخل ہوں گے؟ فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو اگایا ناز پیدا کیا وہ اس وقت جنت کے پھلوں اور نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔
 حضرت سفیانؓ فرمایا کرتے تھے، جو شخص علی کو ابوبکر و عمر پر مقدم مانتے ہیں وہ حضرات مہاجرین و انصار پر عیب لگاتے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہو رہا ہے کہ ان کے اعمال رائیگاں نہ ہوں۔

آپؓ کی دینی پختگی:

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ: حضرت عمر بن الخطابؓ نے مجھ سے بیان فرمایا: غزوہ بدر کے موقع پر مشرکین کے ستر افراتقل ہوئے اور ستر کو قیدی بنا لیا گیا، رسول اللہ ﷺ نے حضرات صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے مشورہ دیا، اے اللہ کے نبی! یہ تمہاری قوم و تمہارے خاندان کے لوگ ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ ان سے فدیہ لیکر ان کو چھوڑ دیں اور اس سے ہماری معاشی قوت بہتر ہوگی، اور اس مال کو ہم اپنی قوت بڑھانے میں استعمال کریں گے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایمان کی دولت سے نوازیں گے اور یہ ہمارے ممد و معاون بن جائیں گے۔ حضرت عمرؓ سے پوچھا: فرمایا ابن الخطابؓ! تمہاری کیا رائے ہے؟ فرمایا: اس معاملہ میں میں ابوبکرؓ کی رائے کے ساتھ اتفاق نہیں کروں گا، میری رائے یہ ہے کہ آپ مجھے فلاں کی گردن مارنے کی اجازت دیجئے (اپنے کسی رشتے دار کا نام لیکر کہا) تاکہ میں اس کی گردن اڑا دوں اور علیؓ کو اجازت دیجئے کہ وہ عقیل کی گردن اڑا دے، اور حمزہؓ کو حکم دیں کہ وہ اپنے بھائی کا کام تمام کر دے، تاکہ اللہ تعالیٰ ہماری دینی پختگی کو جان لے، اور یہ جان لے کہ ہمارے دلوں میں مشرکین کی محبت

نہیں ہے۔ یہ لوگ مشرکین کے سر کردہ اور سر برآوردہ لوگ ہیں۔ ان کے قائدین ہیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر کی رائے کے ساتھ اتفاق کیا، میں نے جو مشورہ دیا تھا اس کو قبول نہیں فرمایا۔ چنانچہ ان سے فدیہ لے لیا، جب صبح ہوئی تو میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ دیکھا حضور ﷺ اور ابو بکر دونوں رو رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کیوں رو رہے ہیں مجھے بھی بتلا دیجئے، تاکہ میں بھی آپ کے ساتھ ہم بکاء ہو جاؤں یا کم از کم رونے کی صورت بنالوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں آپ کے ساتھیوں پر فدیہ لینے کی وجہ سے نزول عذاب کے خوف سے رو رہا ہوں، عذاب ان کے اتنا قریب آ گیا تھا جتنا یہ درخت قریب ہے۔ (ایک درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ”ما کان لنبی ان یکون له اسری حتی یشخن فی الارض“ سے لیکر (لو لا کتب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم) (الانفال: ۶۷، ۶۸) نازل فرمائی۔

بعض امور میں حضور کے ساتھ اختلاف کرنا اور حضور کا مواخذہ نہ فرمانا:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے جب عبداللہ بن ابی بن سلول (رئیس المنافقین) کی نماز جنازہ پڑھانے کا ارادہ فرمایا: تو عمرؓ نے آپ ﷺ کو اس سے منع کیا، کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین کی نماز جنازہ پڑھانے سے منع نہیں فرمایا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تو مجھے پڑھانے اور نہ پڑھانے کا اختیار دیا ہے اور فرمایا:

”اَسْتَغْفِرُ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرُ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرُ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ“

ترجمہ: آپ ان کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں اگر آپ ستر مرتبہ بھی ان کے لئے استغفار کریں تو اللہ انہیں معاف نہیں کریگا۔
یہ فرما کر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی، تو آیت نازل ہوئی:

ولا تصل علی احد منہم مات ابدا۔

ترجمہ: ”نہ نماز پڑھاویں ان میں سے کوئی مر جائے جی بھی“

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا: میں نے حضرت عمرؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جب عبداللہ بن ابی مرگیا تو نماز جنازہ کے لئے رسول اللہ ﷺ کو بلایا گیا، آپ تشریف لے گئے، جب آپ ﷺ نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہو گئے، تو میں آپ ﷺ کے سامنے آپ کی طرف رخ کر کے کھڑا ہو گیا، اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ عبداللہ بن ابی کی نماز پڑھا رہے ہیں جس نے فلاں فلاں دن فلاں فلاں کو اس کی تھی؟ میں نے وہ تمام دن گنوا دیے جس میں اس نے ہرزہ سرائی کی تھی جب میں نے بہت سارے ایام کو گن لیا تو آپ نے فرمایا: عمر! میرے سامنے سے ہٹ جاؤ مجھے اختیار دیا گیا ہے، میں نے اس کو اختیار کیا ہے مجھ کو یہ فرمایا گیا ہے: ”استغفر لہم اولا تستغفر لہم ان تستغفر لہم سبعین مرة فلن يغفر الله لہم“ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ ستر مرتبہ سے زیادہ نماز پڑھانے کی وجہ سے اس کی بخشش ہوگی تو ستر سے زیادہ نمازیں بھی پڑھا دیتا، آپ نے یہ ارشاد فرما کر اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس کی قبر تک ساتھ تشریف لے گئے، اور تدفین تک وہاں رہے۔ میں اپنی جسارت پر تعجب کرتا ہوں کہ میں آپ کو منع کرتا رہا حالانکہ آپ مجھ سے زیادہ جانتے تھے اللہ کی قسم آپ امت کے لئے بڑے شفیق تھے۔ جب یہ آیات ”ولا تصل علی احد منہم مات ابدا“ سے لیکر (فسقون) تک نازل ہوئیں تو اس کے بعد دنیا سے پردہ فرمانے تک کسی منافق کی نماز جنازہ پڑھائی نہ اس کی قبر تک گئے۔

(مسند احمد: ۲۹۳/۴، بخاری کتاب النقییر)

حضرت براء بن عازبؓ کہتے ہیں: غزوہ احد کے موقع پر ابوسفیانؓ نے کہا: سامنے آ کر کہنے لگا: کیا محمد ﷺ تمہارے اندر موجود ہے؟ آپ ﷺ نے حضرات صحابہ سے فرمایا: اس کو جواب نہ دو، پھر اس نے پکارا: کیا محمد ﷺ تمہارے درمیان موجود ہے؟ تو کسی نے جواب نہیں دیا، پھر اس نے کہا کیا ابوقحافہ کا بیٹا موجود ہے؟ کسی نے جواب نہیں دیا۔ اس نے تین بار یہی پوچھنے کے بعد تین بار کہا کیا ابن الخطابؓ تمہارے درمیان موجود ہے؟ اس پر حضرات صحابہؓ خاموش رہے۔ تو ابوسفیانؓ نے کہا: ان کا کام تمام ہو چکا ہے، اب حضرت عمرؓ سے رہا نہ گیا گویا ہوئے اے اللہ تعالیٰ کے دشمن! تو جھوٹ بول رہا

ہے۔ یہ ہیں رسول اللہ ﷺ یہ ابوبکر ہم سب زندہ ہیں۔ ہم بھی تمہیں بری طرح شکست سے دو چار کر چکے ہیں۔ تو ابوسفیان نے کہا۔ یہ یوم بدر کا بدلہ ہے۔ ہماری جنگ جاری ہے۔ پھر اس نے کہا: اعلیٰ و ہبل (اے اعلیٰ! اے ہبل!) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو جواب دو، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم کیا جواب دیں گے؟ فرمایا: کہدو، ”اللہ اعلیٰ و اجل“ صحابہ نے ان الفاظ کے ساتھ جواب دیا تو ابوسفیان نے کہا: ہمارا عزیٰ (بت) بھی ہے تمہارا کوئی عزیٰ نہیں آپ ﷺ نے فرمایا: کہدو، ”اللہ مولانا و لا مولیٰ لکم“ (مسند احمد: ۲۹۳/۴، بخاری کتاب الجہار للفتح: ۵۰۳/۶)

حضرت عکرمہ کہتے ہیں: ”جب ابوسفیان نے کہا: اعلیٰ و ہبل، تو آپ ﷺ نے عمر بن الخطاب کو حکم دیا تم اس کو یہ جواب دو، ”اللہ اعلیٰ و اجل“ ابوسفیان نے کہا: ”لنا العزیٰ و لا عزیٰ لکم“ تو آپ نے عمر سے ہی فرمایا کہدو، ”اللہ مولانا و لا مولیٰ لکم“ (ترجمہ) اللہ ہمارا مولیٰ ہے، تمہارا کوئی مولیٰ نہیں“

یہاں جواب دینے کے لئے صرف عمر بن الخطاب کو فرمایا: دوسرے کسی صحابی کو حکم نہیں دیا۔ اس کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں:

پہلی وجہ: یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو یہ کہہ کر جواب دیا۔ ”یہ دیکھو رسول اللہ ﷺ ہیں یہ ابوبکر اور میں عمر ہم زندہ ہیں“ رسول اللہ ﷺ نے ان کے سینے کے غصے اور جوش کو دیکھا جو حق کی مدد کے لئے بے تاب ہے، تو آپ ہی کو حکم فرمایا تاکہ جواب دیکر اپنے دل کو ٹھنڈا کر لیں۔

دوسری وجہ: یہ ہو سکتی ہے، جب ابوسفیان نے اعلیٰ و ہبل کہا تو عمر نے کہا: یا رسول اللہ! بن لیجئے دشمن خدا کیا کہہ رہا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: کہدو، ”اللہ اعلیٰ و اجل“ تیسری وجہ: یہ ہو سکتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی ہیں کہ وہ اسلام لانے کے بعد توحید کو خفیہ نہ رکھ سکے، اور اس کا برملا اعلان کیا، اسی وجہ سے ان کو فاروق کا لقب ملا، تو رسول اللہ ﷺ نے اس وجہ سے یہاں بھی جواب دینے کے لئے انہیں حکم فرمایا۔

سہل بن حنیف کہتے ہیں: حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ اور مشرکین کے درمیان

صلح کی دستاویز لکھی جانے لگی تو حضرت عمرؓ میخدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم حق اور وہ باطل پر نہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! کیوں نہیں! عمر نے کہا: کیا ہمارے مقتولین جنت میں اور ان کے مقتولین جہنم میں نہیں جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں۔ حضرت عمر نے کہا: تو پھر دین کے معاملے میں یہ کمزوری کیوں اور ہم عمرہ کئے بغیر واپس کیوں جائیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم بھی نہیں آیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے خطاب کے بیٹے! میں اللہ کا رسول ہوں اللہ تعالیٰ ہر گز مجھے ضائع نہیں کرے گا تو حضرت عمر غصے کی حالت میں حضرت ابوبکر کے پاس گئے، ان سے کہا: ابوبکر! کیا ہم حق اور وہ باطل پر نہیں؟ ابوبکر نے کہا: بالکل ہم حق پر اور وہ باطل پر ہیں حضرت عمرؓ نے کہا: کیا ہمارے مقتولین جنتی اور ان کے مقتولین جہنمی نہیں ہیں؟ تو ابوبکرؓ نے فرمایا: کیوں نہیں؟ تو حضرت عمرؓ نے کہا تو پھر ہم دین میں کمزوری کیوں دکھا رہے ہیں؟ اور واپس لوٹ رہے ہیں حالانکہ ہمارے متعلق کوئی فیصلہ خدا کا بھی نہیں آیا ہے۔ تو ابوبکرؓ نے فرمایا: اے ابن الخطاب! وہ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہر گز ضائع نہیں فرمائے گا۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے سورۃ فتح نازل فرمادی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو سنائی۔ عمرؓ نے کہا: یا رسول اللہ! یہ فتح ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں فتح ہے، تو حضرت عمرؓ خوش ہو گئے۔ اور واپس ہونے پر راضی ہو گئے۔

(بخاری: کتاب التفسیر، مسند احمد: ۳/۴۸۵)

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: ایک مرتبہ ہم مجلس نبوی شریفؐ میں بیٹھے ہوئے تھے، مجلس میں ابوبکر اور عمرؓ بھی بیٹھے تھے، اتنے میں رسول اللہ ﷺ اٹھے اور باہر تشریف لے گئے اور آنے میں کافی تاخیر ہوئی ہمیں اندیشہ ہوا کہ کفار نے آپؐ کا راستہ تو نہیں روکا ہم سب گھبرا گئے، اور اٹھے اور میں سب سے زیادہ گھبرا گیا تھا۔ میں جلدی جلدی آپ ﷺ کی تلاش میں نکل گیا، چلتے چلتے قبیلہ بنو نجار کے ایک باغ کے پاس آ گیا اور باغ کے اندر جانے کے لئے راستہ تلاش کیا اور باغ کے آس پاس گھوما پھرا۔ مگر اندر جانے کی کوئی جگہ نہ ملی۔ اتنے میں دیکھا کہ باغ کے باہر ایک کنویں سے ایک چھوٹی نہر باغ کے اندر جا رہی

تھی۔ میں سکتا کہ اس نہر کے ذریعے اندر داخل ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا ابو ہریرہ! تم یہاں؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے ہمارے درمیان سے اٹھے اور باہر تشریف لے گئے۔ آنے میں دیر ہوئی تو ہم خوفزدہ ہوئے کہیں دشمنوں نے آپ کا راستہ نہ روک لیا ہو۔ سب سے زیادہ ڈرنے والا میں ہی تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ کی تلاش میں میں اس باغ کے پاس آیا، مگر اندر آنے کے لئے مجھے کوئی جگہ نہیں مل رہی تھی میں لومڑی کی طرح سکتا کر اندر داخل ہو گیا ہوں باقی حضرات میرے پیچھے آرہے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے اپنے نعلین مبارک مجھے دیکر فرمایا: ابو ہریرہ! میرے یہ نعلین اپنے ساتھ لے جاؤ۔ اور باغ کی دیوار کے پیچھے کسی ایسے شخص سے ملاقات ہو جائے جو دل کے یقین کے ساتھ ”لا الہ الا اللہ“ کی گواہی دیتا ہو اس کو جنت کی بشارت دو“ چنانچہ سب سے پہلی ملاقات عمر سے ہوئی عمر نے کہا: ابو ہریرہ جوتے تمہارے ہاتھ میں کیسے؟ میں نے کہا: یہ حضور ﷺ کے نعلین مبارک ہیں۔ آپ نے یہ مجھے دیکر فرمایا ہے جو شخص صدق دل سے ”لا الہ الا اللہ“ کی گواہی دیتا ہو اس کو جنت کی خوشخبری سنا دوں، حضرت عمرؓ نے سنتے ہی میرے سینے پر ایک زوردار مکہ رسید کیا جس کی وجہ سے میں اپنی سرین کے بل پیچھے کو گر گیا اور میں رسول اللہ ﷺ کی طرف دوڑے آیا اور رو کر میری ہچکیاں بندھ گئیں۔ اور عمر بھی میرے پیچھے پیچھے ہو لیے رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: ابو ہریرہ تجھے کیا ہوا تجھے کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا میری سب سے پہلی ملاقات عمرؓ سے ہوئی آپ نے جو ارشاد فرمایا تھا وہ اس کو بتا دیا۔ تو انہوں نے میرے سینے میں اس زور سے مکہ مارا جس سے میں سرین کے بل گر گیا۔ اور عمرؓ نے مجھے واپس لوٹنے کو کہا: رسول اللہ ﷺ نے عمر سے فرمایا: اے عمر! کس چیز نے تمہیں ایسے کرنے پر آمادہ کیا؟ تو حضرت عمرؓ نے کہا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا آپ نے ابو ہریرہ کو یہ کہہ کر بھیجا تھا۔ کہ جو بھی صدق دل سے ”لا الہ الا اللہ“ کی گواہی دے اس کو جنت کی بشارت دو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، عمرؓ نے کہا: ایسا نہ کیجئے مجھے اندیشہ ہے کہ لوگ اس پر بھروسہ کر کے عمل کرنا چھوڑ دیں گے، ان کو عمل کرنے دیجئے، تو رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا ان کو عمل کرنے دیجئے۔ (مسلم: شرح مسلم للنووی ۲۳۴/۱)

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: غزوہ تبوک کے موقع پر زادراہ ختم ہونے کی وجہ سے لوگ بھوک کا شکار ہو گئے۔ خدمت نبوی میں آ کر عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر آپ اجازت دیں تو ہم اپنے اونٹ ذبح کر کے اس کے گوشت و چربی سے نفع اٹھائیں آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمائی، اتنے میں عمرؓ آ گئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! ایسا کرنے سے سواریاں کم ہو جائیں گی، آپ ان کو یہ حکم دیں کہ اپنا کچھ بچا ہوا زادراہ جو کچھ ان کے پاس موجود ہے لیکر آئیں، چنانچہ جس کے پاس جو کچھ موجود تھا لیکر آیا، کسی نے کچھ کھویریں کسی نے مکئی کسی نے کچھ کسی نے کچھ لا کر چمڑے کے ایک دسترخوان پر ڈال دیا۔ آپ ﷺ نے برکت کی دعا کی پھر فرمایا: اپنے اپنے برتن بھرو، حضرات صحابہ نے اپنے اپنے برتن بھر لئے تمام برتن بھر گئے حتیٰ کے پورے لشکر میں ایک برتن بھی بھرے بغیر نہیں بچا اور تمام کے تمام نے پیٹ بھر کر کھایا، پھر بھی کافی سارا بچ گیا، اس موقع پر آپؐ نے ارشاد فرمایا:

”أشهد أن لا إله إلا الله و أنى رسول الله لا يلقى الله

بهما عبد غير شاك فتحجب عنه الجنة“

”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا

رسول ہوں جو شخص یقین کے ساتھ کلمہ شہادت کو پڑھیں گا تو جنت اس کو

ضرور ملے گی“

حضرت عبیدہؓ کہتے ہیں: ایک مرتبہ عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے خلیفہ الرسول! ہمارے ہاں ایک شوریلی زمین ہے نہ اس پر کوئی سبزہ اگتا ہے نہ ہی اور کوئی منفعت اس سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں اس کو ہم دونوں میں تقسیم فرمادیں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مجلس میں موجود حضرات صحابہ سے مشورہ کیا تو حضرات صحابہ نے کہا: اگر واقعی وہ زمین شوریلی ہے۔ عام فائدہ اس سے نہیں حاصل کیا جاسکتا تو ان کے نام کر دینے میں کوئی حرج نہیں، ہو سکتا ہے یہ اپنی کوششوں سے اس کو آباد کر سکیں۔ چنانچہ

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے زمین ان کے نام کر دی۔ اور ان کے نام ایک سند بھی لکھوا دی اور بطور گواہ کے حضرت عمر کا نام درج کیا مگر حضرت عمر اس وقت مجلس میں موجود نہیں تھے۔ وہ دونوں حضرات حضرت عمرؓ کو گواہ بنانے اور ان سے دستخط کرانے کے لئے ان کے پاس گئے دیکھا کہ حضرت عمرؓ اپنے اونٹ کو دو الگا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا: عمر! ابو بکر صدیقؓ نے اس مکتوب کے مضمون کے لئے آپ کو گواہ بنایا ہے۔ آپ خود اس کو پڑھیں گے یا ہم پڑھ کر آپ کو سنائیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: مجھے تم دیکھ رہے ہو کہ کس حال میں ہوں اگر چاہو تو پڑھ کر سنادو، اگر مجھ ہی سے پڑھوانا ہے تو میرے فارغ ہونے تک انتظار کرو۔ انہوں نے کہا: نہیں ہم پڑھ کر سنائیں گے، چنانچہ انہوں نے پڑھ کر سنایا حضرت عمرؓ نے سارا مضمون سننے کے بعد مکتوب کو ان کے ہاتھوں سے لیا اور تھوک کے ذریعے خط کے الفاظ مٹا ڈالے، جس پر خط والے بڑے تملائے اور کہنے لگے۔ برا کیا آپ نے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: جس زمانے میں اسلام کمزور تھا اس وقت رسول اللہؐ آپ لوگوں کی تالیف قلب فرماتے تھے۔ اب اسلام کو غلبہ حاصل ہو چکا، جاؤ محنت کرو اور اپنی کوشش جاری رکھو چنانچہ وہ ناراضگی کی حالت میں دوبارہ ابو بکر صدیقؓ کے پاس آ گئے اور کہنے لگے اللہ کی قسم ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ خلیفہ آپ ہیں یا عمر؟ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا بلکہ وہ ہے اگر چاہے۔ اتنے میں حضرت عمرؓ بھی تشریف لائے وہ کافی غصے میں تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے: آپ مجھے یہ بتائیے کہ وہ زمین جو آپ نے ان کے نام کی ہے آپ کی ذاتی ملکیت ہے یا عامۃ المسلمین کی مشترکہ ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: تمام مسلمانوں کی مشترکہ ہے۔ پھر بولے تو آپ نے صرف ان دونوں کے نام کیوں کر دی؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے حاضرین مجلس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: میں نے ان حضرات کے مشورے سے کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ان کے ساتھ مشورہ تمام سے مشورہ ہے اور تمام راضی ہوں گے؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: یہی میں نے پہلے آپ سے کہا تھا کہ اس کام کے لئے آپ ہی زیادہ موزوں ہیں لیکن آپ نے مجھے زبردستی خلیفہ بنایا۔

شیطان کے ساتھ کشتی اور شیطان کا خوف زدہ ہونا:

آپ ﷺ کا فرمان پہلے گزرا ہے کہ جس گلی سے عمر چلے شیطان اس کو چھوڑ کر دوسری راہ چلتا ہے۔
(بخاری: الفتح ۴۵/۳، مسلم: فضل عمر، ۱۱۵۱)

حضرت امام شعبیؒ فرماتے ہیں: کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: ایک دفعہ مدینہ کی کسی گلی میں ایک صحابیؓ کا شیطان بے سامنا ہوا۔ شیطان نے کشتی لڑنے کے لئے کہا صحابی نے اس کو پچھاڑ دیا تو اس نے دوبارہ لڑنے کی دعوت دی، تو دوسری دفعہ بھی اس کو پچھاڑ کر اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے اور اس سے کہا: میں تجھے انتہائی کمزور پاتا ہوں تیرا سینہ مجھے کتے کے سینے کی طرح لگ رہا ہے۔ کیا سارے جنات و شیاطین اس طرح ہوتے ہیں؟ جن نے کہا: اللہ کی قسم! میں تو ان میں سب سے زیادہ کشادہ سینہ والا اور مضبوط ہوں، تو صحابیؓ نے فرمایا: میں تجھے اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک تم مجھے یہ نہ بتاؤ، کہ تم جنات و شیاطین سے بچنے کا طریقہ کیا ہے؟ اس نے کہا: آیت الکرسی کے ذریعہ ہم سے محفوظ رہا جاسکتا ہے۔ کسی نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے پوچھا: وہ صحابی کون ہو سکتا ہے کیا وہ عمر ہیں؟ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: عمر کے سوا اور کون ہو سکتا ہے؟
(الطبرانی)

رسول اللہؐ کے انتقال پر پریشان ہونا:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ کا جب انتقال ہوا تو سارے لوگوں پر گریہ طاری ہو گیا۔ حضرت عمرؓ عیسیٰؑ میں کھڑے ہو کر اعلان کیا، کوئی یہ ہرگز نہ کہے کہ محمد ﷺ وفات پا گئے، جس طرح موسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے چالیس دن قوم سے غائب رہے حضور ﷺ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ اللہ کی قسم: جو لوگ آپ ﷺ کی موت کا گمان کرتے ہیں میں ان کی ٹانگیں توڑ دوں گا۔
(طبقات ابن سعد ۲/۲۶۶)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں (حضور ﷺ کے انتقال کے موقع پر) ابو بکرؓ مقام ”السح“ سے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لائے، گھوڑے سے اتر کر مسجد میں داخل ہوئے، کسی سے کوئی کلام کئے بغیر عائشہؓ کے کمرے میں گئے۔ آپ ﷺ کے

چہرہ انور پر دھاری دار کپڑا ڈالا ہوا تھا، چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹایا، جھک کر پیشانی کو دیکھا روئے پھر فرمایا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ پر وہ موت طاری نہیں فرمائیں گے، جو موت آپ کے لئے مقرر تھی آپ اس کو پا چکے ہیں۔ عبد اللہ بن عباسؓ کہتے ہیں: ابو بکر مسجد میں داخل ہوئے۔ اس وقت عمرؓ لوگوں سے ہم کلام تھے فرمایا: عمر! بیٹھ جاؤ، پھر فرمایا: اما بعد: جو شخص محمد کی عبادت کرتا تھا بے شک محمد کا انتقال ہو چکا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ زندہ ہے اس پر کبھی موت طاری نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی:

”وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ
أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ
فَلَنُيَصِّرَنَّ اللَّهُ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ“

(العران: ۱۴۳)

ترجمہ: ”نہیں ہے محمد مگر ایک پیغمبران سے قبل بہت رسول گزرے پھر کیا اگر وہ مر جائے یا مارا جائے تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو کوئی الٹے پاؤں پھر جائے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی نہیں بگاڑے گا اور اللہ شکر گزاروں کو ثواب دے گا“

عبد اللہ بن عباسؓ کہتے ہیں: واللہ! ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ آیت لوگوں کو معلوم نہیں تھی۔ ابھی اتری ہے۔ اور ابو بکرؓ نے اس کی تلاوت کی ہے۔ تمام لوگوں نے اس کو پڑھنا شروع کیا۔ اور قول کیا۔ حضرت سعید بن مسیبؓ کہتے ہیں حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے۔ اللہ کی قسم! مجھے ایسا لگ رہا تھا گویا میں نے یہ آیت نہیں سنی تھی ابھی ابو بکر کی زبانی سن رہا ہوں۔ اور میں حیران رہ گیا۔ حتیٰ کہ مجھے اپنی کم مائیگی کا احساس ہوا اور میں بیٹھ گیا۔

(بخاری: ج ۴/۴۸۱)

حضرت ابو بکرؓ کی بیعت:

حضرت عبد اللہؓ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کا جب انتقال ہوا تو حضرات انصارؓ

نے کہا: ایک امیر ہماری طرف سے ہو اور ایک تمہاری (مہاجرین) طرف سے ہو۔ حضرت عمرؓ ان کے پاس آئے اور ان سے فرمایا: اے حضرات انصار! کیا تمہیں نہیں معلوم کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکرؓ کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کی امامت کرائے؟ تم میں سے کون ابوبکرؓ سے آگے نکلنے کو چاہے گا؟ تو حضرات انصار نے کہا: ہم ابوبکرؓ کو پیچھے چھوڑنے سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں: عمرؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے وقت خلافت کے سلسلے کی کیفیت یہ تھی کہ حضرت علیؓ اور حضرت الزبیرؓ حضرت فاطمہؓ کے گھر میں مشورہ کے لئے بیٹھ گئے، کچھ اور لوگ بھی ان کے ساتھ شامل رہے ادھر حضرات انصارؓ سارے سقیفہ بنو ساعدہ میں جمع ہو گئے، اور باقی حضرات مہاجرین حضرت ابوبکرؓ کے پاس جمع ہو گئے، تو میں نے ابوبکرؓ سے عرض کیا۔ چلو حضرات انصار کے پاس مجھے لے چلو، چنانچہ حضرات انصار کے پاس چلے، راستے میں دو صالح اشخاص سے ملاقات ہوئی، انہوں نے ہمیں بتایا کہ حضرات انصار کیا کہہ رہے ہیں اور ہم سے دریافت کیا اے حضرات مہاجرین تم کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا: حضرات انصار کے پاس ہی جا رہے ہیں۔ کہنے لگے وہاں نہ جاؤ بلکہ اپنا فیصلہ خود کرو، میں نے کہا: خدا کی قسم! ہم ضرور وہاں جائیں گے، یہ کہہ کر ہم ان کے پاس حاضر ہو گئے، دیکھا کہ تمام حضرات جمع ہیں۔ ایک شخص کو دیکھا جو ایک چادر میں لپیٹا ہوا ہے، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہنے لگے: یہ سعد بن عبادہ ہے۔ میں نے کہا: ان کو کیا ہو گیا؟ بتایا گیا، یہ بیمار ہے۔ جب ہم بیٹھ گئے تو ان میں سے ایک صاحب نے کھڑے ہو کر تقریر کی، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے انصار ہیں اور اسلام کے سپاہی ہیں، اے مہاجرین! تم بھی ہماری ہی ایک قلیل جماعت کے لوگ ہو تم آہستہ آہستہ خلافت سے ہمیں جدا کرتے ہو اور ہمیں برطرف کرنا چاہتے ہو، جب وہ خاموش ہو گئے تو میں نے بولنا چاہا۔ اور ان کے لئے جواب تیار کر لیا تھا اور ابوبکرؓ کی موجودگی میں ہی کہنا چاہ رہا تھا لیکن ابوبکرؓ نے مجھ سے کہا: ٹھہر جاؤ، میں ان کو ناراض کر کے بولنا پسند نہیں کیا،

کیوں کہ وہ مجھ سے زیادہ علم اور سمجھ والے تھے۔ چنانچہ وہ خود بولے، اللہ کی قسم! میں جو کہنا چاہ رہا تھا وہ اس سے کئی گنا بہتر انداز میں بیان کیا، اور انتہائی خوش اسلوبی کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: اما بعد: جو کچھ آپ نے بیان کیا ہے بالکل سچ ہے تم اس کے اہل ہو، مگر اسلام کو اہل عرب میں پھیلانے کا سبب قریش ہیں قریش ہی کے واسطے سے عرب اسلام کے نور سے منور ہوا ہے۔ اور قریش عرب میں معزز و مکرم شمار ہوتے ہیں۔ اور مکرم شہر (مکہ مکرمہ) کے باسی ہیں میرے اور ابوعبیدہ بن جراح کے ہاتھ پکڑ کر فرمایا: میں ان دونوں میں سے کسی ایک کے خلیفہ بننے پر رضامند ہوں۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: ابوبکر کی تمام باتیں مجھے پسند آئیں۔ مگر یہ آخری بات مجھے سخت ناگوار محسوس ہوئی۔ اللہ کی قسم: ابوبکر کی موجودگی میں لوگوں کا امیر بننے سے قتل کیا جانا میرے لئے بہتر تھا۔

ابوبکر کی اس تقریر دل پذیر کے بعد ایک انصاری صحابی (حباب المندثر بن الجوح) کھڑے ہوئے اور کہا: کہ مناسب یہ ہے کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے عمرؓ کہتے ہیں اس پر آوازیں بلند ہوئیں شور زیادہ ہوا تو مجھے اندیشہ پیدا ہوا کہ اختلاف پیدا نہ ہو جائے تو میں نے ابوبکرؓ سے عرض کیا۔ ہاتھ آگے کرو، اس نے ہاتھ آگے بڑھایا تو میں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی، پھر حضرات مہاجرین نے بیعت کر لی، پھر حضرات انصار نے بیعت کر لی۔ (مسند احمد: ۵۵/۱، بخاری: الفتح ۱۵/۱۶۳)

عہد صدیقی اور خلافت عمرؓ کا تذکرہ:

حضرت ابراہیمؓ کہتے ہیں: حضرت ابوبکرؓ نے مسند خلافت کو رونق بخشتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ مسلمانوں کے امور نمٹانے کے لئے قاضی مقرر کیا۔ اور اس عظیم ذمہ داری کو نبھانے کے لئے حضرت عمرؓ کو مقرر فرمایا: چنانچہ اسلام میں سب سے پہلے قاضی حضرت فاروق اعظمؓ ہیں۔

حضرت حسن بن ابی الحسنؓ کہتے ہیں: حضرت ابوبکرؓ کی بیماری جب زیادہ بڑھ گئی، اور موت کے آثار ظاہر ہوئے تو انہوں نے لوگوں کو جمع کیا، اور فرمایا: میری کیفیت

تمہارے سامنے ہے، مجھے نہیں لگتا کہ میں اس بیماری سے شفایاب ہوسکوں گا اب میں مرنے والا ہوں، تم نے خلافت کی جو ذمہ داری میرے کندھوں پر ڈالی تھی اب وہ ختم ہونے والی ہے۔ اب تمہارا معاملہ تمہارے سپرد ہے تم اپنی ایک پسندیدہ شخصیت کو منصب خلافت کے لئے چن لو، اگر یہ کام میری زندگی میں ہو جائے تو بہت بہتر ہوگا تاکہ میرے مرنے کے بعد تمہارے درمیان اختلاف نہ پیدا ہو جائے۔ ان کی گفتگو سن کر علیؓ کی طرف سے مشورے ہونے لگے مگر کسی نتیجے پر نہیں پہنچا جاسکا، دوبارہ ان کی خدمت میں آکر عرض کی: اے خلیفہ رسول ﷺ آپ کی رائے اس معاملے میں کیا ہے؟ فرمایا: میری رائے سے شاید تم اختلاف کرو گے؟ لوگوں نے کہا نہیں آپ کی رائے سے اختلاف نہیں کریں گے، فرمایا: میری رائے پر رضامندی کا عہد کرتے ہو؟ لوگوں نے کہا: ہاں، فرمایا: مجھے ذرا مہلت دو، تاکہ میں اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے بندوں کے فائدہ کے لئے صحیح فیصلہ کرسکوں، اس کے بعد حضرت عثمان بن عفانؓ کو بلوایا ان سے فرمایا: آپ میری کسی ایسی شخصیت کی طرف رہنمائی کیجئے جو خلافت کے لئے موزوں ہو، اللہ کی قسم: آپ بھی اس منصب کے لئے اہل اور موزوں ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا: حضرت عمرؓ ہیں فرمایا: لکھ لو، جب لکھنا شروع کیا، تو ان پر غشی طاری ہوگی جب افاقہ ہوا تو فرمایا، لکھ لو، عمر۔

حضرت شعیبؓ کہتے ہیں حضرت طلحہ، زبیر، عبدالرحمن بن عوف اور حضرت سعدؓ حضرت ابوبکرؓ کی بیماری کے موقع پر ان کی عیادت کے لئے ان کے پاس تشریف فرما تھے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: عمر کو بلا لاؤ، جب وہ اندر داخل ہوئے، تو ان لوگوں نے محسوس کر لیا کہ خلافت کے لئے عمر کو منتخب کر رہے ہیں۔ تو وہاں سے اٹھے اور مسجد میں جا بیٹھے اور حضرت علیؓ کو بلانے کے لئے کچھ افراد کو بھیج دیا، بلانے والے وہاں پہنچے دیکھا کہ حضرت علیؓ ایک باغ میں تشریف فرما ہیں۔ ان سے کہا: یا علیؓ! خلیفہ رسول ﷺ عمر کو خلافت کے منصب کے لئے منتخب کرنا چاہتے ہیں۔ اور یہ انہیں بھی معلوم ہے اور تمام مسلمان بھی اس سے واقف ہیں کہ عمرؓ ہمارے بعد مسلمان ہوئے ہیں۔ اور عمر کے مزاج میں شدت ہے، اس لئے آپ ہمارے ساتھ، خلیفہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جائیں،

اگر واقعہ عمرؓ کو خلیفہ بنا رہے ہیں تو اس سلسلے میں ان سے گفتگو کریں اور حالت کی نزاکت سے انہیں باخبر کریں۔ چنانچہ حضرت علیؓ کے ساتھ مل کر یہ حضرات حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے گفتگو کی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا لوگوں کو مسجد میں جمع کیا جائے تاکہ لوگوں کو بتادوں کہ میں خلافت کے لئے کس کو مقرر کرنا چاہتا ہوں۔ لوگ مسجد میں جمع ہو گئے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو سہارا دیکر مسجد لایا گیا اور منبر پر بٹھایا گیا تو وہاں برسر منبر حضرت عمرؓ کی خلافت کا اعلان کیا پھر گھر تشریف لے گئے۔ وہی حضرات گھر میں ان کے پاس تشریف لائے، اور عرض کیا، آپ نے ہمیں چھوڑ کر عمرؓ کو خلافت سوپ دی مگر کل رب کو کیا جواب دو گے؟ تو فرمایا: میں کہوں گا: اے اللہ! میں نے آپ کے بہترین بندے کو خلافت سوپ دی تھی۔ حضرت عاصم بن عدیؓ نے اس کو اس طرح بھی بیان کیا کہ ابوبکرؓ نے لوگوں کو مسجد میں یکجا کرایا، اور حکم دیا کہ مجھے منبر پر بٹھایا جائے، چنانچہ منبر پر بٹھائے گئے یہ ان کا آخری خطبہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و توصیف کے بعد فرمایا: لوگو! دنیا کی آلائشوں سے خود کو بچاؤ، اس میں مگن نہ ہو۔ یہ دھوکے کا گھر ہے، دنیا پر آخرت کو ترجیح دو، اور آخرت کی محبت کو اپنے دلوں کے اندر بسالو، کیونکہ ان میں سے ایک کی محبت دوسرے کے بغض کا باعث ہے۔

اس کار عظیم کو سنبھالنے کا اہل وہ ہے جو زیادہ قوت فیصلہ والا ہو، اور اپنے نفس پر مکمل قابو پانے والا ہو، شدت و سختی کے موقع پر سختی اور نرمی کے موقع پر نرمی کرنے والا ہو، اور صاحب الرائے لوگوں کی آراء کا احترام اور ان کو قبول کرنے والا ہو، بے مقصد امور میں وقت ضائع نہ کرتا ہو، مشکلات و مصائب کے وقت غمزدہ و خوف زدہ نہ ہوتا ہو، حصول علم سے نہ شرماتا ہو۔ چونکہ یہ تمام صفات عمرؓ کے اندر بدرجہ اتم موجود ہیں۔ یہ ارشاد فرما کر منبر سے نیچے اترے، اور گھر تشریف لے گئے۔

واقفؓ نے اپنے اساتذہ کے حوالے سے لکھا ہے۔ کہ حضرت ابوبکرؓ کی بیماری جب زیادہ بڑھ گئی تو عبدالرحمن بن عوفؓ کو بلا کر ان سے فرمایا: عمرؓ کے متعلق مجھے کچھ معلومات دینا پسند کریں گے؟ تو حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے فرمایا:

آپ ایسی بات مجھ سے دریافت کرنا چاہتے ہیں جس میں آپ مجھ سے زیادہ واقفیت رکھتے ہیں۔ اگر پوچھنا ہے تو ان کے متعلق آپ کی جو رائے ہے وہ اس سے بھی برتر ہیں۔ پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلا کر پوچھا: عمر ابن الخطاب کے متعلق مجھے کچھ بتا دیجئے۔ انہوں نے بھی یہی جواب دیا فرمایا: آپ ان کے متعلق مجھ سے زیادہ واقف ہیں۔ اگر مجھ سے ان کے متعلق کچھ سننا چاہتے ہیں تو سن لیجئے، میں ان کے متعلق یہ سمجھتا ہوں کہ ان کا باطن ان کے ظاہر سے بہت بہتر ہے۔ ان کی مثال ہمارے درمیان موجود نہیں ہے، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ آپ پر اپنی رحمت نازل فرمادے، ان کے علاوہ سعید بن زید اور اسید بن حنیز اور دیگر حضرات مہاجرین و انصار سے مشورہ فرمایا۔ اس سے بعض حضرات صحابہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بنائے جانے کا اشارہ مل گیا تو وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت حاضر ہوئے اور کہنے لگے: آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مزاج سے واقف ہیں۔ وہ تند مزاج کے حامل ہیں۔ ان کو خلیفہ بنا کر اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دو گے؟ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اٹھا کر بٹھا دو، اور فرمایا: کیا تم مجھے اللہ تعالیٰ کو جواب دینے سے ڈرا رہے ہو؟ انتہائی خائب و خاسر ہے وہ شخص جو تمہارے اس عظیم معاملے میں ظلم سے کام لے، میں اللہ تعالیٰ کو یہ جواب دوں گا: میں آپ کے خاص بندوں میں سے سب سے بہترین بندے کو خلیفہ بنا کر آیا ہوں۔ میرا یہ جواب تم لوگ سب کو سنا دو، یہ کہہ کر پھر لیٹ گئے، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر سند خلافت لکھنے کو کہا، اور فرمایا لکھو:

بسم الله الرحمن الرحيم ○ هذا ما عهد ابو بكر بن ابي قحافة في اخذ عهده بالدنيا خارجاً منها، و عند اول عهده بالآخرة داخلاً فيها، حيث يؤمن الكافر و يوقن الفاجر و يصدق الكاذب! انى أستخلفت عليكم بعدى عمر بن الخطاب فاسمعوا له و اطيعوا، و انى لم ال الله و رسوله و دينه و نفسه و اياكم الا خيراً، فان عدل فذلك ظنى به و علمى فيه، و ان بدل فلכל امرى

ما اکتسب من الاثم، و الخیر اُردت، ولا أعلم الغیب
(و سيعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون) و السلام
علیکم و رحمة الله و برکاته

ترجمہ ”یہ ابوبکر بن ابوقحافہ کی وصیت ہے جس نے دنیا سے رخت سفر
باندھ کر آخرت میں قدم رکھ لیا ہے یہ وہ حالت ہے جس میں کافر بھی
ایمان لاتا ہے، فاجر یقین کرتا ہے اور کاذب تصدیق کرتا ہے۔ میں
نے اپنے بعد عمر بن الخطاب کو تم پر خلیفہ مقرر کیا۔ ان کی بات کو سنو،
ان کے حکم کی اطاعت کرو، میں اس معاملے میں اللہ تعالیٰ، اس کے
رسول، اس کے دین، اپنے نفس اور تمہارے لئے خیر ہی کا طالب
ہوں۔ اگر اس نے عدل سے کام لیا تو یہی ان کے متعلق میرا گمان
اور علم ہے، اور اگر عدل و انصاف کے راستے سے ہٹ گیا تو ہر انسان
اپنے کیے کا ذمہ دار ہے میں نے بھلائی ہی کا ارادہ کیا۔ میں علم غیب
سے واقف نہیں ہوں اور ظالموں کو ابھی معلوم ہو جائے گا کہ کس
کروٹ پر پڑتے ہیں“ و السلام علیکم ورحمة الله و برکاته۔

پھر اس مکتوب کو اپنے ہاتھ میں لیکر مہر لگائی، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یہ سنا اپنے ہاتھ
میں لئے ہوئے گھر سے باہر تشریف لے گئے، اور لوگوں سے فرمایا: اس مکتوب میں جس کا
نام درج ہوگا اس کے ہاتھ پر بیعت کرو گے؟ لوگوں نے کہا: ہاں، ہم بیعت کریں گے چنانچہ لوگوں
نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت اطاعت کی، اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
نے حضرت عمر کو علیحدگی میں بلا کر وصیت کی، عمر گھر سے باہر نکلے ادھر ابوبکر رضی اللہ عنہ دربار
الہی میں دست دعا دراز کیا اور فرمایا: اے اللہ! میں نے یہ کام محض لوگوں کے معاملات کی
درستی اور اصلاح کے لئے کیا ہے۔ اور نہ کرنے کی صورت میں فتنے کا اندیشہ ہو اور میں نے
مسند خلافت کے لئے اجتہاد کیا میں نے اپنی دانست میں لوگوں میں سب سے بہترین شخص کو
ان کے اصلاح کے لئے خلیفہ نامزد کیا ہے میں اب مر رہا ہوں، وہ میرا نائب ہو، اور میری

(طبقات ابن سعد: ۱۹۹/۳)

طرح کام کرے۔

ابوبکر بن حفص کہتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے مرض الموت میں اپنی صاحبزادی ام المومنین حضرت عائشہؓ سے فرمایا: بیٹی! مسلمانوں کی امارت میرے حوالہ تھی میں نے ان کے خزانے سے دنانیر و دراہم نہیں لیے۔ بلکہ (موٹے پسے ہوئے) گہیوں میں سے استعمال کیا اور کھر درے کپڑے سے ستر پوشی کی اب میرے پاس مسلمانوں کی چیزوں میں سوائے اس حبشی غلام، رہٹ میں استعمال کی ایک اونٹنی اور پرانی چادر کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ اگر میرا انتقال ہو جائے تو یہ چیزیں عمر کے پاس بھیج دیں۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ نے حضرت عمرؓ پر عمل کر کے وہ چیزیں حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دیں اس وقت حضرت عمرؓ کے پاس حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ تو حضرت عمرؓ پر سخت گریہ طاری ہو گیا۔ پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوبکر پر اپنی رحمت نازل فرمادے۔ انہوں نے اپنے بعد آنے والے خلفاء کو مشکل میں ڈال دیا۔

یہ کہہ کر فرمایا: لڑکے یہ اٹھاؤ، تو حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے فرمایا: سبحان اللہ! اس حبشی غلام اور پرانی چادر اور ایک اونٹنی جن کی قیمت چند دراہم ہیں۔ ان کو بھی ابوبکرؓ کے عیال سے چھین رہے ہو؟ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم کیا حکم دے رہے ہو؟ عبدالرحمنؓ نے فرمایا: ان کو انہیں واپس کر دو۔ فرمایا: ابوبکر تو مرتے وقت ان کو دور کر رہے ہیں میں واپس ان کو دیدوں؟ واللہ! ایسا نہیں کر سکتا۔

حضرت عمرؓ کو حضرت ابوبکرؓ کی وصیت:

حضرت عمرؓ کو خلافت کا منصب سوچنے کے بعد ان کو بلا کر یہ نصیحت فرمائی: میں تمہیں وصیت کرتا ہوں۔ اس پر عمل پیرا ہو جاؤ اللہ تعالیٰ کے کچھ حقوق و احکام ہیں جو دن کے وقت کرنے کے ہیں۔ رات کو انہیں انجام دیا جائے تو قبول نہیں ہوں گے، کچھ احکام رات میں کرنے کے ہیں ان کو دن کے وقت بجالایا جائے۔ تو وہ بے وقعت ہیں۔ فرض کے بغیر نفل ناقابل قبول ہے۔ قیامت کے دن ان لوگوں کے اعمال کا پلڑا بھاری ہوگا جنہوں نے دنیا میں حق کی پیروی کی اور حق کے بوجھ کو اٹھائے رکھا اور ان کا پلڑا ہلکا ہوگا جنہوں نے

دنیا میں باطل کی پیروی کی اور حق کے بوجھ کو اٹھانے سے روگردانی کی۔ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کا تذکرہ فرما کر ان کے نیک اعمال کا ذکر فرمایا۔ اور ان کے گناہوں کا ذکر نہیں کیا۔ اور رحمت اور عذاب کی آیات نازل فرمائیں۔ تاکہ اس سے لوگوں کو ترغیب و ترہیب ہو اور اللہ تعالیٰ سے حق کی پیروی کرنے کی دعا کرتے رہو اور خود کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈال دو۔ اگر تم میری اس بات کو سمجھ گئے اور اس کی پیروی کی تو موت تیرے لئے مرغوب ترین اور محبوب ترین شے ہوگی موت بہر حال آ کر ہی رہے گی۔ اور اگر میری اس نصیحت پر کان نہ دھرے تو موت تیرے لئے مبغوض ترین چیز ہوگی۔ مگر پھر بھی آ کر رہے گی۔

ابتداء خلافت:

محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حمزہ بن عمر رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے کہا: جمادی الثانی سن ۳ھ بروز منگل شام کے وقت حضرت ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا اسی دن صبح حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر رونق افروز ہوئے جامع بن شداد نے اپنے والد کے حوالے سے کہا ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بننے کے بعد خطاب کے لئے منبر پر بیٹھ کر پہلے یہ کلمات ارشاد فرمائے:

”اللھم انی شدید فلینی، و انی ضعیف فقونی، و انی

بخیل فسخنی“

ترجمہ: ”اے اللہ میں شدید ہوں مجھے نرمی عطا فرما، میں کمزور ہوں

مجھے قوت عطا فرما، مجھ میں بخل ہے سخاوت کی دولت نصیب فرما“

خلافت سنبھالنے کے بعد حضرت شریح کو قاضی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو خزانے کا امین مقرر فرمایا۔

خلیفہ کے لئے لفظ امیر المومنین کا استعمال:

محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ”یا خلیفہ رسول اللہ“ کہہ کر پکارا جاتا جب حضرت عمر خلیفہ بنے تو ان کو ”یا خلیفہ خلیفہ رسول اللہ“ کہہ کر بلایا جاتا۔ تو بعض حضرات نے کہا: آپ کے بعد جو خلیفہ آئے گا اس کو ہم اے اللہ کے رسول

کے خلیفہ کے خلیفہ کے خلیفہ کہہ کر خطاب کریں گے، پھر ان کے بعد آنے والوں کے لئے خطاب کے الفاظ اور بھی طویل ہوں گے۔ ایسا کوئی لفظ منتخب کیجئے جو آپ کے لئے ہم استعمال کریں اور بعد میں آنے والے بھی خلیفہ کیلئے وہی القاب استعمال کریں گے۔

اس وقت کسی صحابیؓ نے فرمایا: ہم اہل ایمان ہیں اور عمرؓ ہمارے امیر ہیں۔ تو امیر المومنین کے نام سے پکارا جائے تو اس وقت اس لفظ کا استعمال خلیفہ کے لئے کیا جانے لگا۔ ابن شہابؒ کہتے ہیں: حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ابو بکر بن سلیمان بن ابوجنتمہ سے کہا: حضرت ابو بکر صدیقؓ اپنے مکتوب میں من خلیفۃ رسول اللہ لکھتے اور حضرت عمرؓ بھی من عمر خلیفۃ ابی بکر لکھتے خلیفہ کے لئے امیر المومنین کا لقب کب سے شروع ہوا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: میری دادی ”الشفاء“ اول مہاجرہات میں سے تھیں، حضرت عمرؓ جب بھی بازار تشریف لے جاتے ان کے ہاں ضرور تشریف لے جاتے، وہ کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے عراق کے گورنر کو خط لکھ کر کہا کہ اہل عراق میں سے مضبوط قسم کے دو عقلمند اور زیرک آدمی میرے پاس بھیج دو، عراق کے گورنر نے حکم نامے پر عمل کرتے ہوئے بلید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم کو ان کی طرف روانہ کر دیا، وہ مدینہ پہنچ کر مسجد نبویؐ میں داخل ہوئے، وہاں حضرت عمرو بن العاصؓ سے ملاقات ہوئی ان سے درخواست کی حضرت امیر المومنین سے ملاقات کی اجازت لے دیجئے حضرت عمرو بن العاصؓ بڑی پھرتی سے اٹھے اور حضرت عمرؓ کے پاس جا کر عرض کیا السلام علیک یا امیر المومنین! حضرت عمرؓ نے امیر المومنین کا لفظ سن کر فرمایا: عمرو بن العاص! یہ نام تجھے کیسے سوچھا؟ عرض کیا: اصل میں بات یہ ہے کہ عراق سے بلید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم آئے ہیں اور مجھ سے کہنے لگے امیر المومنین سے ملاقات کی اجازت لے دیجئے تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! تم لوگوں نے بڑے مناسب اور درست نام استعمال کئے ہیں۔ وہ امیر ہیں اور ہم مومنین۔

بس اس وقت سے خلیفہ کے لئے امیر المومنین کا لقب استعمال ہونے لگا۔

آپ کی خلافت کے امتیازات:

۱۔ اسلامی تاریخ ہجری کا اجراء:

میسون بن مهران نے کہا ہے ایک مرتبہ شعبان کے مہینے میں آپ کے سامنے ایک دستاویز پیش کی گئی۔ جس میں تاریخ کے طور پر لکھا ”من شعبان“ یعنی شعبان ہے۔ تو فرمایا: اس سے کونسا شعبان مراد ہے؟ وہ شعبان جو گذر گیا؟ یا وہ جو آئندہ آنے والا ہے۔ یا یہ شعبان جو گذر رہا ہے۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا، ان کے سامنے تاریخ لکھنے کے متعلق مشورہ کیا تو کسی نے مشورہ دیا کہ اہل روم کی تاریخ استعمال کیا جائے تو اس پر کسی نے کہا۔ یہ بہت طویل ہے۔ کیوں کہ یہ ذوالقرنین کے عہد سے ہے۔ بعض نے مشورہ دیا کہ اہل فارس کی تاریخ کے مطابق لکھا جائے جن کا دستور تھا کہ ایک بادشاہ کی آمد کے دور سے نئی تاریخ شروع، اس کی حکومت ختم ہوگئی۔ تو دوسرے کی آمد پر دوسری تاریخ کا اجراء ہوتا۔ آخر کار سب صحابہ اس بات پر متفق الرائے ہو گئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے تاریخ لکھی جائے اور دیکھا جائے کہ آپؐ نے کتنی مدت مدینہ منورہ میں قیام فرمایا تھا، تو غور کیا کہ آپؐ نے دس سال قیام فرمایا تھا۔ تو ابتداء ہجرت سے اس کی ابتداء کی گئی حضرت عثمان بن عبد اللہ کہتے ہیں۔ ہجرت سے تاریخ کی ابتداء کا مشورہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔

۲۔ مقام ابراہیمؑ کو اس کی اصل جگہ پر رکھنا۔ ابوالزناد کہتے ہیں: مقام ابراہیم علیہ السلام کعبہ کے ساتھ ملا کر رکھا گیا تھا، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو انہوں نے فرمایا۔ مقام ابراہیم اس وقت جہاں رکھا گیا ہے یہ اس کا اصل مقام نہیں ہے۔ قریش سیلاب کی وجہ سے بہہ جانے کے ڈر سے اس کو کعبہ کے ساتھ ملا کر رکھے ہوئے تھے۔ اگر مجھے اس کی اصل جگہ کا علم ہو جائے تو اسی مقام پر رکھوا دوں گا۔ بنی مخزم کے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا امیر المومنین! مجھے اس کی اصل جگہ معلوم ہے۔ کیونکہ جس وقت قریش نے اس کو اٹھا کر کعبہ کے ساتھ رکھا تھا۔ اس وقت میں نے ایک رسی لیکر کعبہ سے اس کی اصل جگہ کے درمیان جگہ کو ناپا تھا، اور رسی میں گرہ لگا دی تھی۔ وہ رسی میرے پاس محفوظ ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسی کو منگوا یا اور اس کے مطابق ناپ کر اس کی اصل جگہ میں رکھوا دیا اور

فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

”وَ اتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى“

۳۔ قرآن کریم کو صحف میں محفوظ کرنا۔

۴۔ نماز تراویح کو باجماعت پڑھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ انہوں نے مدینہ منورہ میں نماز

تراویح کے لئے دو قاری مقرر فرمائے تھے۔ ایک مردوں اور دوسرا عورتوں کے لئے جو انہیں تراویح میں قرآن کریم سناتے تھے۔

۵۔ شراب نوشی پر اسی کوڑوں کی سزا انہوں نے مقرر فرمائی تھی اور رویشیدہ اشقی (جس نے شراب کی بھٹی لگا رکھی تھی) کے گھر کو جلوا دیا تھا۔

۶۔ کثیر فتوحات حاصل کرنا، چنانچہ آذربائیجان، بصرہ کے اطراف، اہواز فارس، شام، موصل، مصر، اسکندریہ کے علاوہ اور بہت سارے علاقے انہی کے دور خلافت میں فتح ہوئے۔

۷۔ کافروں کی زمین پر خراج اور ان کے افراد پر جزیہ مقرر فرمایا: چنانچہ مالدار پر اڑتالیس درہم، متوسط پر چوبیس درہم اور کم مال والوں پر بارہ درہم مقرر فرمایا۔ اسی طرح جزیہ کی مد میں لاکھوں درہم آنے لگے۔

۸۔ انہوں نے شہر بسانے کا اہتمام فرمایا: چنانچہ بصرہ، کوفہ، الجزیرہ، شام، مصر اور موصل وغیرہ شہروں کو آباد کیا۔

۹۔ عہدۂ قضاء مقرر کرنا: سب سے پہلے تمام علاقوں میں لوگوں کے امور نمٹانے کے لئے قاضی مقرر فرمائے۔

۱۰۔ لوگوں کی دستاویزات وغیرہ میں نام کے ساتھ ان کے قبائل کے نام لکھنے کا رواج دیا۔

۱۱۔ اہل بدر کو خصوصی اور امتیازی حیثیت دی اور مسلمانوں کو ان کے مراتب کے مطابق تنخواہیں دیں۔

۱۲۔ سمندری راستوں سے خوراک فراہم کرنے کا کام سب سے پہلے انہوں نے انجام دیا۔

۱۳۔ مسجد نبوی کی توسیع کی ابتداء انہوں نے کی۔ چنانچہ دارعباس کو مسجد نبوی میں

شامل کرا دیا۔

- ۱۴۔ جزیرہ عرب سے یہود کو نکال کر شام کی طرف دھکیل دیا۔
- ۱۵۔ بیت المقدس کی فتح میں خود حاضر ہوئے۔
- ۱۶۔ اپنی خلافت کے پہلے سال میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر فرمایا پھر جب تک زندہ رہے اپنے دور خلافت میں خود نگرانی کرتے رہے۔ آخری حج میں حضرات امہات المؤمنین رضی اللہ عنہا کو بھی اپنے ساتھ حج کے لئے لے گئے اپنے دور خلافت میں تین مرتبہ عمرے کے لئے تشریف لے گئے۔
- ۱۷۔ مسجد نبوی کا فرش مٹی کا تھا۔ سجدے سے اٹھ کر لوگوں کو ہاتھ جھاڑنا پڑتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چھوٹے چھوٹے سنگریزے منگوا کر اس میں ڈال دیے۔
- ۱۸۔ عطایا مقرر فرمائے چنانچہ اہل بدر کے لئے چھ ہزار اور حضرات ازواج النبی رضی اللہ عنہ کے لئے حصے مقرر کیا، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے بارہ ہزار درہم حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے لئے چھ سو درہم اور باقیوں کے لئے دس دس ہزار درہم مقرر فرمائے اور سب سے پہلے ہجرت کرنے والی حضرات مہاجرات کے لئے بھی وظیفہ مقرر فرمایا: چنانچہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا اسماء بنت ابوبکر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی والدہ کے لئے ہزار ہزار درہم مقرر فرمادیئے۔

ایک امام کے پیچھے تراویح پر سب کو اکٹھا کرنا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: ایک مرتبہ رات کے وقت آپ ﷺ مسجد تشریف لے گئے اور وہیں نماز پڑھتے رہے۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی صبح ہوئی تو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے دوسرے لوگوں کے سامنے اس کا تذکرہ کیا۔ تو دوسری رات لوگ اور زیادہ آگئے، آپ ﷺ کے ساتھ نماز میں شریک ہوئے، تیسری رات لوگوں میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے کا شرف حاصل کیا چوتھی رات لوگ تو جمع ہو گئے، مگر رسول اللہ ﷺ تشریف نہیں لائے، تو

لوگ کہنے لگے، آپ ﷺ تشریف نہیں لائے، آپ ﷺ فجر کی نماز کے لئے تشریف لائے، نماز پڑھا کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: میں رات کو تمہاری آمد سے بے خبر نہیں تھا۔ مگر مسجد میں اس لئے نہیں آیا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے۔ اور تم اس کی ادائیگی نہ کر سکو۔ (بخاری، مسلم، موطا امام مالک ۱۱۳/۱)

حضور ﷺ حکم دیئے بغیر نماز تراویح اور قیام رمضان کی ترغیب دیا کرتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے:

”من قام رمضان ايمانا واحتسابا غفر له ماتقدم من ذنبه“

ترجمہ: ”جو شخص رمضان میں ایمان اور ثواب کی نیت سے قیام

اللیل کریگا اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے“

آپ ﷺ کے انتقال کے وقت اور بعد میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور خلافت میں اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے شروع میں اسی طرح ہی معاملہ چلتا رہا۔

(موطا امام مالک: ۱۱۳/۱)

عبدالرحمن بن عبدالقاری (جو حضرت عمرؓ کے حکم سے حضرت عبداللہ بن الارقم کے ساتھ بیت المال کے امور سرانجام دیا کرتے تھے) نے فرمایا کہ: رمضان المبارک میں ایک رات حضرت عمرؓ مسجد تشریف لے گئے، میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ دیکھا کہ کچھ لوگ مسجد میں مختلف ٹولیوں میں اور کچھ علیحدہ علیحدہ نماز پڑھنے میں مصروف تھے، تو فرمایا: اگر ان تمام حضرات کو ایک قاری کے پیچھے نماز پڑھنے پر مشغول کیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت بہتر ہوگا، پھر ان سب کو حضرت ابی بن کعبؓ کے پیچھے نماز پڑھنے کو کہا۔ اس کے بعد ایک رات تشریف لا کر دیکھا کہ لوگ حضرت ابیؓ کے پیچھے تراویح کی نماز پڑھ رہے ہیں۔ تو عبداللہ بن عبدالقاری سے فرمایا:

”نعمت البدعة هذه التي ينعمون عنها افضل من التي يقومون“

ترجمہ: ”یہ اچھا طریقہ ہے رات کے جس حصے میں یہ سو رہے تھے اس

حصے میں یہ عبادت میں مصروف ہیں“ (موطا امام مالک ۱۳۱/۱)

حضرت عبدالکحیمؓ کہتے ہیں: جب رمضان المبارک شروع ہوتا تو حضرت عمرؓ کی مغرب کی نماز پڑھا کر ایک مختصر خطبہ دیتے، جس میں وہ فرماتے: لوگو! یہ مہینہ ایک ایسا مہینہ ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے دن کے روزہ کو فرض کر دیا مگر اس کی رات کے قیام کو فرض نہیں کیا۔ جو شخص رات کو قیام کر سکے وہ بہت بہتر ہے۔ کیوں کہ یہ بہتر نوافل میں سے ہے۔

جو مسجد میں قیام نہ کر سکے اس کو چاہئے اپنے بستر پر لیٹ جائے۔ اور یہ نہ کہے کہ اگر فلاں شخص نے روزہ رکھا تو میں بھی روزہ رکھوں اور فلاں نے قیام اللیل کیا تو میں بھی قیام اللیل کروں گا، جو تم میں سے روزہ رکھے یا رات کے وقت عبادت کرے اس کو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کر دے، اللہ تعالیٰ کے گھروں (مسجدوں) میں لغو اور فضول عمل نہ کرے، اور یہ سمجھ لو، کہ نماز کے انتظار میں بیٹھنا بھی نماز میں شامل ہوتا ہے چاند دیکھنے سے قبل روزہ نہ رکھو نہ ہی چاند دیکھے بغیر افطار کرو اگر مطلع ابراؤد ہو تو عدد ایام، تیس دن پورے کر کے افطار کرو۔

ابو اسحاق الحمدانی سے روایت ہے کہ: ایک مرتبہ رمضان المبارک کی پہلی رات حضرت علیؓ باہر نکلے اور مساجد میں قرآن کی تلاوت اور چراغوں کو جگمگاتے دیکھ کر فرمایا: اللہ تعالیٰ عمرؓ کی قبر کو منور فرمادے جس طرح انہوں نے مساجد کو قرآن کریم سے منور فرمایا، مجاہد کہتے ہیں: رمضان المبارک کے اندر ایک رات حضرت علی بن ابی طالبؓ باہر تشریف لے گئے اور مساجد کو تلاوت قرآن کریم سے معمور و منور پا کر ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ عمرؓ کی قبر کو ایسا ہی روشن کر دے جس طرح انہوں نے مساجد کو قرآن کریم سے روشن فرمایا۔

آپ کی فطانت و فراست کا تذکرہ:

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھ کر فرمایا: میں کسی زمانے میں صاحب فراست تھا۔ یہ شخص کہانت کا کام کرنے والا ہے۔ اگر میرا یہ تجربہ غلط ہو تو میں آئندہ کوئی رائے نہیں دوں گا۔ اس کو بلا کر اس سے معلوم کر لو اس سے پوچھا گیا تو اس نے کہا: ہاں کہانت سے میرا تعلق ہے۔ ایک شخص سے پوچھا: آپ کا نام کیا ہے؟ اس نے کہا جمرہ، پوچھا کس کے بیٹے ہو؟ کہا: شہاب کا۔ فرمایا کس علاقے کے

ہو؟ کہا: حرقہ کا رہنے والا ہوں؟ کہاں رہتے ہو؟ اس نے کہا: حرۃ النار میں، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا جاتمہارا گھر اور اہل و عیال آگ کی لپیٹ میں آ گئے ہیں اس نے جا کر دیکھا تو بالکل ایسا ہی تھا۔

(تاریخ الخلفاء: ۱۳۶)

زید بن اسلم اپنے والد اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ: ایک مرتبہ عمر بن الخطابؓ لوگوں سے گفتگو کر رہے تھے کہ ایک شخص ان کے پاس سے گذرا اس کے کندھے پر اس کا بیٹا تھا۔ فرمایا: یہ ایسا لگ رہا ہے جیسا کہ کوئے پر کوا بیٹھا ہوا ہے، اس شخص نے یہ سن کر کہا: امیر المؤمنین! اس بچے کی والدہ نے مرنے کے بعد اس کو جنا، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: تیرا ناس ہو، وہ کس طرح؟ اس نے کہا: میں فلاں لڑائی میں جا رہا تھا، اس کی والدہ حاملہ تھی۔ جاتے وقت میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور کہا: استودع اللہ مافی بطنک۔

”آپ کے حمل کو میں اللہ کے پاس امانت رکھ کر جا رہا ہوں“

جب میں واپس آیا تو مجھے بیوی کے مرنے کی خبر دی گئی میں اپنے خاندان والوں کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک دیکھا کہ قبرستان سے روشنی نکل رہی ہے۔ میں نے بھائیوں سے پوچھا یہ کیا ماجرا ہے؟ انہوں نے کہا: ہمیں نہیں معلوم یہ کیا ہے البتہ ہم دیکھتے ہیں فلاں عورت کی قبر سے ہر شب یہ روشنی نکلتی ہے، یہ سن کر میں ایک پھاؤ لیکر قبر کی طرف چل پڑا، وہاں جا کر دیکھا کہ قبر کھلی ہے، اور یہ بچہ اپنی ماں کی گود میں ہے، میں اس کو لینے کے لئے قریب ہوا تو ایک غیبی آواز آئی، اے اپنے رب کے پاس امانت رکھنے والے! اپنی امانت وصول کر لو، اگر تم اس کی والدہ کو بھی اللہ کے حوالے کر کے چلے جاتے۔ اس کو بھی زندہ پاتے، میں نے بچے کو اٹھالیا، تو قبر بند ہو گئی۔

رعیت کے ساتھ حسن سلوک اور خبر گیری:

امام شعبیؒ روایت کرتے ہیں: لوگوں نے عمرؓ کے قول و عمل کو جب دیکھا کہ وہ بازار کا چکر لگاتے ہیں، راستوں میں گشت کرتے ہیں، لوگوں کے گھروں میں جا جا کر ان کے مسائل حل کرتے ہیں اور مجاہدین کے گھر والوں کی خبر گیری کرتے ہیں تو حضور ﷺ اور ابو بکر صدیقؓ کا ذکر کرنے لگے اور کہنے لگے کہ حضور ﷺ ابو بکر کو خوب جانتے تھے

اس لئے ان کو اپنا خلیفہ بنایا۔ اور ابو بکر، عمر سے خوب واقف تھے کہ انہوں نے عمرؓ کو اپنا نائب مقرر کر دیا۔ ابو بکرؓ و عمرؓ ایک ہی نبیؐ پر خلافت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ لوگ ایک کی نرمی اور دوسرے کی شدت سے ڈرتے تھے۔ چنانچہ ابو بکر صدیق نرم ہونے کے باوجود ان تمام امور میں سب سے زیادہ قوی تھے جن میں دوسرے لوگ نرمی دکھا رہے تھے، اور موقع کے مطابق نرمی کرتے تھے اور حضرت عمرؓ مناسب امور میں سب سے زیادہ نرم اور حکومت کے معاملے میں قوی تھے۔

حضرت زید بن اسلم اپنے والد اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ، ایک مرتبہ مجھے حضرت عمرؓ کے ساتھ بازار جانے کا اتفاق ہوا، راستے میں ایک عورت کی حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی، اس نے کہا: یا امیر المومنین! میرے شوہر کا انتقال ہو چکا ہے۔ اس نے چھوٹے چھوٹے بچے چھوٹے بچے چھوٹے ہیں اللہ کی قسم! ان کے پاس پکانے کے لئے گوشت کا چھوٹا سا ٹکڑا ہے نہ ہی دودھ کا گھونٹ۔ مجھے ان کے ضائع ہونے کا خدشہ دامن گیر ہے، اور میں خفاف ابن ایمائی الغفاری کی بیٹی ہوں، میرے والد محترم حضورؐ کے ہمراہ حدیبیہ میں حاضر رہنے والوں میں سے تھے حضرت عمرؓ وہاں کھڑے رہے آگے نہیں چلے، فرمایا مرحبا مرحبا بنسب قریب پھر اپنے گھر گئے وہاں اونٹ بندھا ہوا تھا۔ دو بڑے تھیلے گندم سے بھر کر اونٹ پر لاد لیے اور دوسری اشیاء ضروریہ اور کپڑے رکھ لئے، اور اونٹ کی نکیل پکڑ کر اس کی لگام اس عورت کے ہاتھ میں تھا کر فرمایا اسے لے جاؤ، اس کے ختم ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ تیرے لئے خیر کا انتظام فرمائے گا۔ ایک شخص نے کہا: امیر المومنین! آپ نے اس کو بہت زیادہ عطا کیا، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: تیری ماں تجھے گم کر دے میں نے اس کے والد اور بھائی کو مدت تک ایک قلعہ کا محاصرہ کرتے ہوئے اور فتح کرتے دیکھا ہے۔ فتح کے بعد ہم نے غنیمت کے حصص تقسیم کئے۔

امام اوزاعیؒ سے روایت ہے ایک مرتبہ رات کے اندھیرے میں حضرت عمرؓ باہر تشریف لے گئے حضرت طلحہؓ انہیں دیکھ رہے تھے، وہ ایک گھر میں داخل ہوئے، پھر دوسرے گھر میں گئے، جب صبح ہوئی حضرت طلحہؓ اس گھر میں گئے دیکھا کہ ایک

اپانچ اور نایاب بوڑھی عورت ہے تو حضرت طلحہؓ نے اس سے پوچھا حضرت عمرؓ تمہارے پاس کیوں آئے تھے، کہنے لگی، یہ تو کئی مدت سے میری خدمت کرتا ہے۔ میری گندگی صاف کرتا ہے۔ اور میرے کام وغیرہ درست کرتا ہے تو طلحہؓ نے اپنے نفس کو کہا۔ اے طلحہ تیری ماں تجھ پر روئے تو عمرؓ کی لغزشات کی کھوج لگا تا پھرتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے ایک مرتبہ تاجروں کا قافلہ مدینہ کے قریب عید گاہ میں ٹھہرا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے فرمایا آئیے آج رات ان کی پہرہ داری کریں گے، چنانچہ یہ دونوں حضرات ساری رات پہرہ داری کرتے اور نمازیں پڑھتے رہے۔ حضرت عمرؓ نے ایک گھر سے بچے کے رونے کی آواز سنی حضرت عمرؓ نے اس گھر کے قریب جا کر اس کی ماں کو آواز دے کر فرمایا: خدا کا خوف کرو، اپنے بچے کو سنبھال لو، پھر اپنی جگہ پر آ کر نماز پڑھنی شروع کر دی پھر بچے کے رونے کی آواز آنے لگی، دوبارہ اس کی طرف گئے اور اس کو وہی الفاظ کہے جو پہلے کہہ چکے تھے، جب اپنی جگہ پر آئے اور رات کا اکثر حصہ گزر چکا بچہ پھر رونے لگا، تو حضرت عمرؓ نے بچے کی والدہ سے کہا۔ تیرا ناس ہو۔ بڑی نالائق ہو، ساری رات تمہارا بچہ روتا رہا۔ تو وہ کہنے لگی: اے اللہ کے بندے! آپ نے تو مجھ کو کہہ کہہ کر تنگ کر دیا میں اس کا دودھ چھڑانا چاہتی ہوں اور یہ انکار کرتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کیوں دودھ چھڑا رہی ہو؟ اس نے کہا: اصل میں بات یہ ہے۔ کہ حضرت عمرؓ چھوٹے بچے کے لئے اس وقت تک وظیفہ نہیں دیتے جب تک دودھ نہ چھڑایا جائے۔ پوچھا: کہ اس کی عمر کتنی ہے۔ اس نے کہا۔ اتنے مہینے کا ہے فرمایا: جلد بازی نہ کرو فی الحال اس کا دودھ بند مت کرو، صبح ہوئی فجر کی نماز پڑھاتے ہوئے آپ کی آواز بھرا گئی رونے کی وجہ سے الفاظ صاف سنائی نہیں دے رہے تھے سلام پھیر کر فرمایا: بسو سال عمروؓ کیلئے افسوس ہے کہ مسلمانوں کے کتنے بچوں کے قتل کا سبب بن گیا۔ پھر ایک اعلان کر دیا آج کے بعد کوئی بچہ کا دودھ وقت سے پہلے نہ چھڑائے ہم ہر پیدا ہونے والے بچے کے لئے وظیفہ مقرر کریں گے، یہ حکم نامہ اپنے قلمرو کے تمام ممالک کے اندر لکھ کر بھیج دیا۔

حضرت عبداللہ بن ادا سے روایت ہے: حضرت عمرؓ نے شام جانے کے لئے رخت سفر باندھ لیا۔ اور چلتے ہوئے جب ”سرغ“ کے مقام پر پہنچے، تو لشکر کے امراء نے آپ سے ملاقات کی، جن میں حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ اور ان کے ساتھی تھے۔ انہوں نے بتایا کہ شام کے اندر وباء پھیلی ہوئی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا: حضرات مہاجرین کو بلا لاؤ، میں حضرات مہاجرین کو بلا لایا۔ حضرت عمرؓ ان سے مشورہ کیا اور ان کو بتایا کہ معلوم ہوا ہے کہ شام وباء کی لپیٹ میں آ گیا ہے۔ ان میں سے بعض نے واپس جانے اور بعض نے شام کی طرف جانے کا مشورہ دیا اور کہا ایک کام کے ارادے سے آپ نکلے ہیں واپس جانا مناسب نہیں۔ بعض نے کہا واپس جانا چاہئے کیوں کہ آپ کے ساتھ حضرات صحابہ کی بڑی جماعت ہے۔ وباء کے علاقے میں داخل ہونا مناسب نہیں ہے۔ فرمایا: تم اٹھ جاؤ ابن عباسؓ کہتے ہیں مجھ سے فرمایا: انصار کو بلا لاؤ میں نے حضرات انصار کو جمع کیا ان سے بھی مشورہ لیا، انہوں نے مہاجرین کی طرح مشورہ دیا۔ بعض نے جانے اور بعض نے شام میں داخل نہ ہونے کا مشورہ دیا ان کو بھی جانے کی اجازت دی، پھر فرمایا: قریش کے شیوخ کو بلا لاؤ میں ان کو بلا کر لایا، انہوں نے متفقہ طور پر کہہ دیا، ہمارا خیال ہے کہ آپ شام کے اندر داخل نہ ہوں۔ اپنے تمام ساتھیوں کو لیکر واپس لوٹ جائیں، حضرت عمرؓ نے تمام ساتھیوں کو بلایا اور فرمایا صبح واپس لوٹ رہا ہوں۔ تو حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا: کیا اللہ کی قدر سے بھاگ رہے ہو؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ابوعبیدہ! یہ بات تم نہ کہتے تیرے علاوہ اور کوئی کہتا۔ ابوعبیدہ! ہم اللہ کی قدر سے اللہ کی قدر کی طرف ہی بھاگ رہے ہیں۔ آپ مجھے یہ بتائیے آپ ایک وادی میں اتر جائیں اور وادی کی ایک جانب خوب سرسبز و شاداب جبکہ دوسرا حصہ بنجر ہو۔ تو کیا آپ اپنے جانوروں کو سرسبز و شاداب حصہ میں چرائیں گے یا بنجر حصے میں؟ کیا دونوں اللہ کے مقرر کردہ حصے نہیں ہیں؟ کیا یہ دونوں تقدیر الہی کے تحت نہیں ہوئے؟ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ پہلے مشورے میں موجود نہیں تھے وہ آگئے، اور فرمایا میرے پاس اس کے متعلق آپ ﷺ کا فرمان مبارک موجود ہے: میں نے

آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

”اذا سمعتم به في ارض فلا تقدوا عليه و اذا وقع

بارض و انتم بها فلا تخرجوا فراداً منه“

(ترجمہ) ”کسی علاقے کے متعلق تم سنو کہ وہاں دباؤ پھیلی ہوئی ہے تو

اس میں مت جاؤ، اگر کسی علاقے میں گئے ہوئے ہو اور وہاں دباؤ

پھیل جائے تو اس سے بھاگو مت“

حدیث سن کر حضرت عمرؓ نے اللہ تعالیٰ کی تحمید بیان فرمائی۔

(بخاری باب الطب، مسلم شرح نووی: ۲۰۸/۱۳)

حضرت زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ایک مرتبہ ہم حضرت عمرؓ

کے ساتھ علاقہ ورقم کے میدانی علاقے سے پھرتے پھرنے ہرار نامی جگہ پر پہنچے تو ایک جگہ

آگ دیکھ کر فرمایا: اسلم! لگتا ہے اس علاقے میں کوئی قافلہ ہے جو سردی سے پریشان ہے۔

چلے دیکھتے ہیں۔ ہم چل کر ان کے پاس گئے دیکھا ایک عورت ہے اس کے ساتھ چھوٹے

چھوٹے بچے ہیں اور آگ پر ہنڈیا رکھی ہوئی ہے اور بچے بلبلارہے ہیں حضرت عمرؓ

نے سلام کیا، عورت نے سلام کا جواب دیا، قریب جانے کی اجازت مانگی عورت

نے کہا، اگر کوئی بھلائی و خیریت کی نیت ہے تو قریب آ جاؤ ورنہ کوئی ضرورت نہیں۔ تو اس

کے پاس گئے، اس سے حال احوال دریافت کیا تو اس نے کہارات اور سردی کی وجہ سے ہم

پریشان نہیں بچوں کے متعلق پوچھا کہ یہ کیوں بلبلارہے ہیں کہنے لگی بھوک کی وجہ سے پوچھا

کہ ہنڈیا میں کیا پک رہا کہنے لگی اس میں کچھ بھی نہیں۔ یہ صرف ان کو بہلانے کے لئے

آگ پر رکھی گئی ہے۔ ہمارے اور عمرؓ کے درمیان اللہ ہی فیصلہ فرمائے گا۔ حضرت عمرؓ

نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرما دے۔ اللہ کی بندی عمر کو تیرے حال کا کیا پتہ؟

کہنے لگی حکمران بن سکتا ہے ہماری خبر گیری نہیں کر سکتا؟ اسلمؓ کہتے ہیں۔ مجھ سے

فرمایا۔ چلو میرے ساتھ نہروں کے مقام پر آئے اور ایک تھیلے میں آٹا اور ایک میں چربی

لی۔ اور مجھ سے فرمایا یہ میری پیٹھ پر رکھ دو، میں نے کہا نہیں میں اپنی پیٹھ پر رکھ کر لے جاؤں

گا۔ فرمایا: نہیں کل قیامت کے دن میرا بوجھ تم اٹھاؤ گے؟ چنانچہ میں نے تھیلا ان کی پیٹھ پر رکھ دیا تو چل پڑے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا ان کے پاس پہنچ کر آنا اور گھی نکال کر ہانڈی میں ڈال دیا اور آگ جلاتے رہے جب پک کر تیار ہوا۔ تو برتن میں نکال کر اس کو ٹھنڈا کرتے رہے اور بچوں کو بلا کر ان کو کھلانے لگے جب وہ خوب پیٹ بھر کھا چکے تو وہاں سے اٹھے تو عورت نے کہا: جزاک اللہ! امیر المؤمنین بننے کے لائق تو تم ہو نہ کہ عمر: فرمایا: تم امیر المؤمنین کے پاس جاؤ گی تو مجھے وہاں پاؤ گی پھر ایک طرف ہو گئے اور وہاں ٹھہر گئے۔ جب بچے سو گئے آوازیں بند ہو گئی تو وہاں سے چل پڑے اور مجھ سے فرمایا بھوک نے ان کو سونے نہیں دیا تھا اور رونے پر مجبور کیا تھا میں نے چاہا کہ ان کو سلا کر ہی لوٹوں۔

حضرت عبداللہؓ کے دادا فرماتے ہیں حضرت عمرؓ صائم الدہر تھے، ۱۸ھ کی سخت قحط سالی (جس میں لوگوں کی کافی ہلاکتیں ہوئی تھیں) کے زمانے میں افطاری کے وقت تھوڑے سے تیل میں روٹی ڈال کر تناول فرماتے رہے جب عید الاضحیٰ کا موقع آیا تو لوگوں نے اونٹ ذبح کیا اور اس کا گوشت کھانے لگے اور گوشت کا ایک اچھا ٹکڑا پکا کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھی پیش کیا گیا جس میں کلیجے اور کوہان کا گوشت تھا۔ فرمایا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: آج ہم نے اونٹ ذبح کیا ہے۔ فرمایا چھوڑے میں گوشت کا اچھا حصہ کھاؤں اور لوگ ہڈیاں کھائیں۔ یہ نہیں ہو سکتا یہ بدترین حکمرانی ہے یہ برتن میرے سامنے سے اٹھائیے، اور کوئی اور کھانا لائیے پھر وہی تیل اور روٹی پیش کی گئی۔ پھر اپنے غلام ”یرقا“ سے فرمایا: یہ برتن لے جاؤ ”شمع“ علاقے میں رہنے والے میرے اہل و عیال کو دے آؤ، تین دن ہو چکے ہیں میں نے انہیں کچھ نہیں دیا، میرا خیال ہے وہ بھوک کی حالت میں ہوں گے۔

ابن سعدؓ کہتے ہیں: اس قحط سالی کے زمانے میں اپنے کسی بیٹے کے ہاتھ میں تربوز دیکھ کر فرمایا: واہ، واہ امت محمدیہ بھوک کی حالت میں ہے اور امیر المؤمنین کا بیٹا میوے کھا رہا ہے، گھر والوں نے کہا: یہ اپنی کچھ بھجوروں کے بدلے خریدا ہے۔

عیاض بن خلیفہ کہتے ہیں، عام الرماد (قحط کے سال) میں میں نے دیکھا حضرت عمرؓ

کا رنگ سیاہ ہو گیا تھا، حالانکہ وہ انتہائی سفید رنگ والے تھے، گھی، دودھ استعمال کیا کرتے تھے۔ مگر جب قحط سالی ہوئی تو انہوں نے یہ سب چیزیں کھانا یکسر ترک کر دیا تھا صرف تھوڑے سے روغن پر گزارہ کیا کرتے تھے۔ حضرت اسلمؓ فرماتے ہیں: قحط سالی کے زمانے میں ہم کہا کرتے تھے۔ اگر قحط جلد ختم نہ ہوا تو حضرت عمرؓ مسلمانوں کے غم میں گھل کر ہلاک ہو جائیں گے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں۔ جب قحط سالی انتہا کو پہنچی تو حضرت عمرؓ نے دربار الہی میں دست دعا دراز کیا عرض کیا، یا اللہ! مسلمانوں کا رزق ہر جگہ سے نازل فرما پہاڑوں کی چوٹیوں پر نازل فرما: اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا باران رحمت کا نزول ہوا تو اللہ تعالیٰ کی تحمید و تقدیس بیان کی۔

حضرت طاووسؓ کے والد کا بیان ہے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں سخت قسم کا قحط پڑا اس زمانے میں انہوں نے گوشت اور گھی کا استعمال اس وقت تک نہیں کیا جب تک وہ دوسروں کو میسر نہ ہوا۔

حضرت یحییٰ بن سعیدؓ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ کی اہلیہ محترمہ نے ان کے لئے ساٹھ درہم دیکر کچھ گھی خرید لیا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ کہنے لگیں، یہ میں نے اپنے پیسوں سے خریدا ہے آپ کے عطاء کردہ نفقہ سے نہیں۔ فرمایا: میں اس وقت تک اس کو استعمال نہیں کروں گا جب تک لوگ قحط سے نجات نہیں پاتے۔

حضرت ابو حمزہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں حضرت صفوان بن امیہؓ ایک بڑا برتن لیکر حاضر ہوئے، جسے چند افراد ایک چادر پر رکھ کر لائے اس کو حضرت عمرؓ کے سامنے رکھ دیا گیا۔ حضرت عمرؓ نے فقراء، مساکین اور غلاموں کو بلایا، وہ سارے لوگ آپ کے ساتھ کھانے میں شریک ہوئے، فرمایا: برے ہیں وہ لوگ جو غلاموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانے کو پسند نہیں کرتے۔

حضرت احنف بن قیسؓ کہتے ہیں ایک مرتبہ عراق سے ایک وفد حضرت عمرؓ کے پاس آیا جس وقت وفد آیا اس وقت حضرت عمرؓ صدقے کے اونٹوں کی دیکھ بھال میں مصروف تھے سخت گرمی کا موسم تھا، احنف سے فرمایا: کپڑے اتار کر امیر المومنین کی

مدد کرنے آجاؤ، کیوں کہ یہ صدقہ کے اونٹ ہیں، اس کے یہاں یتیم، مسکین اور بیواؤں کا حق متعلق ہے، وفد کے ایک شخص نے کہا: امیر المومنین! صدقہ کے غلاموں میں سے کسی کو حکم کرتے کہ وہ ان کی دیکھ بھال کرتا آپ کو تکلیف نہ ہوتی، فرمایا: میرے اور اخف سے بڑھ کر کون غلام ہو سکتا ہے۔ جس کو مسلمانوں کا ذمہ دار بنایا جاتا ہے وہ مسلمانوں کا غلام ہوتا ہے جس طرح غلام کے لئے اپنے آقا کی خیر خواہی اور خدمت ضروری ہے اسی طرح ان کے امیر پر بھی یہ لازم ہے۔

حضرت اسلمؓ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے حضرت عمرؓ کے گھر میں رات گزاری، حضرت عمرؓ کے غلام یرقا بھی تھے حضرت عمرؓ کا رات کو اٹھنے کا ایک خاص وقت تھا جب وہ بیدار ہوتے، یہ آیت تلاوت کرتے:

”وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا“ (ط: ۱۳۲)

اٹھ کر ہم سے فرمایا: تم لوگ بھی اٹھو، نماز پڑھو، اللہ کی قسم: میں سو سکتا ہوں اور نہ نماز میں دل جمعی ہے، ایک سورت شروع کرتا ہوں تو معلوم نہیں ہوتا کہ کتنی ہو گئی، ہم نے عرض کیا؟ امیر المومنین! یہ کیوں؟ فرمایا: جب سے ابوعبیدہ نے اہل روم کے مسلمانوں کے خلاف یک جا ہونے کی خبر دی ہے اس وقت سے مسلمانوں کے حق میں غمگین ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے: کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے سامنے لوگوں کو عطایا دیئے جا رہے تھے، آپ نے سراٹھا کر ایک شخص کی طرف دیکھا اس کے چہرے پر گہرے زخم کا نشان تھا، اس سے پوچھا یہ زخمی کیسے؟ جواب دیا، یہ ایک غزوہ میں زخمی ہو گئے تھے، حضرت عمرؓ نے فرمایا: اس میں اس کو ایک ہزار درہم دیدو، حکم کی تعمیل ہوئی، پھر فرمایا اتنا اور دو، ایک ہزار درہم دوبارہ دیا گیا پھر فرمایا اور دیدو، اس پر بھی عمل ہوا چوتھی مرتبہ پھر فرمایا ایک ہزار اور دیدو، اس پر عمل ہوا۔ اب اس شخص کو زیادہ عطا ہونے کی وجہ سے شرم محسوس ہوئی وہ فوراً باہر نکلا، حضرت عمرؓ نے پوچھا اسے کیا ہو گیا؟ لوگوں نے کہا، کثرت عطا یا سے شرم مانے لگا، فرمایا: اگر وہ یہاں ٹھہرتا میں یہ ساری رقم انہیں دے دیتا۔ کیوں کہ انہیں اللہ کے راستے میں زخم لگا ہے۔

حضرت یزید بن مالکؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ چار سو دینار ایک تھیلے میں ڈال کر ابو عبیدہ ابن جراحؓ کے پاس بھیجا، غلام سے کہا، ابو عبیدہ (ؓ) سے کہہ دو، امیر المومنین نے یہ رقم آپ کی ضروریات کے لئے بھیجی ہے اور غلام سے کہا: یہ بھی دیکھ لینا وہ اس کو کس طرح خرچ کرتے ہیں، چنانچہ ابو عبیدہ نے وہ رقم لیکر اپنی باندی کو بلا کر کہا: یہ رقم فلاں کے گھر یہ فلاں کے گھر اور یہ فلاں شخص کے گھر دے آؤ، اور اس طرح کر کے اسی وقت ساری رقم ختم کر دی۔ غلام نے واپس آ کر یہ ساری کیفیت حضرت عمرؓ کو بتادی۔ حضرت عمرؓ نے اتنی ہی رقم انہیں دیکر فرمایا: یہ رقم معاذ بن جبل (ؓ) کو دے آؤ، اور انہیں بھی دیکھ لو وہ اس کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں؟ غلام نے یہ رقم حضرت معاذ بن جبلؓ کو پیش کر کے کہا: امیر المومنین نے فرمایا ہے: انہیں اپنی ضروریات میں خرچ کر دینا۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ امیر المومنین پر اپنی رحمت نازل فرمادے۔ انہوں نے بھی اپنی ایک باندی کو بلا کر کہا، یہ رقم فلاں شخص کے گھر دے آؤ یہ فلاں کے گھر اور یہ فلاں کے گھر، اتنے میں حضرت معاذؓ کی بیوی آ گئی، انہوں نے کہا: ہم بھی مساکین میں سے ہیں ہمیں بھی کچھ دید دیجئے۔ اس وقت تھیلے میں صرف ایک دینار باقی رہ گیا تھا، اس کو اپنی بیوی کی طرف پھینک دیا۔ غلام نے جا کر یہ ساری صورت حال حضرت عمرؓ کو بتادی۔ حضرت عمرؓ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: ”انہ اخوة بعضهم من بعض“

حضرت عدی بن حاتمؓ کہتے ہیں: ایک مرتبہ میں اپنی قوم بنو طے کے افراد کے ساتھ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ میری قوم کے لوگوں کو ایک ایک کر کے مال میں سے حصہ دیتے رہے اور میری طرف کوئی التفات نہیں کیا میں ان کے سامنے آیا پھر بھی رخ بدل لیا تو میں نے عرض کیا، امیر المومنین! لگتا ہے آپ نے مجھے پہچانا نہیں؟ اس پر حضرت عمرؓ ہنسنے لگے اتنا ہنسے کہ گدی کے بل پیچھے گر گئے پھر فرمایا: میں نے آپ کو پہچان لیا ہے۔ آپ کو کیسے نہیں پہچانوں گا آپ اس وقت مسلمان ہوئے جب دوسرے لوگ کفر میں مدہوش تھے، آپ اسلام کی طرف آئے دوسرے لوگ اسلام سے منہ موڑ رہے تھے، جب کے دوسرے لوگ عذر کر رہے تھے آپ نے وفا کی۔ سب سے

پہلا صدقہ جس سے رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک خوشی سے کھل اٹھا تھا، بنی طے کا تھا جو آپ نے خدمت نبوی میں پیش کیا تھا، پھر معذرت کرنے لگے، فرمایا: میں ان لوگوں کے لئے حصہ مقرر کرتا رہا جو فقر و فاقہ سے سخت تکلیف میں مبتلا ہیں۔ اور یہ لوگ اپنے اپنے قبیلوں کے سربراہ ہیں۔

الکلی نے روایت کیا ہے: ایک مرتبہ حضرت عمرؓ مسجد میں چادر اوڑھ کر سوئے ہوئے تھے اتنے میں کسی نے آواز دی، اے عمر! اے عمر! آپ گھبرا کر بیدار ہوئے اور آواز کی جانب متوجہ ہوئے دیکھا کہ ایک اعرابی نے اپنی اونٹنی کی لگام تھامی ہوئی ہے۔ اور لوگ اس کے آس پاس جمع ہیں۔ جب حضرت عمرؓ نے اس کی طرف دیکھا تو لوگوں نے اعرابی کو بتایا یہ ہیں امیر المومنین! حضرت عمرؓ نے فوراً فرمایا: کس نے تجھے ایذا پہنچائی؟ وہ یہ سمجھ رہے تھے شاید کسی نے اس پر ظلم کیا ہے اعرابی ایسے اشعار سنانے لگا، جس میں قحط اور خشک سالی کا تذکرہ تھا حضرت عمرؓ اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ تو اس نے دوبارہ اے عمر! اے عمر! کہہ کر چلانا شروع کیا۔ اور کہنے لگا، تم جانتے ہو، میں کیا کہہ رہا ہوں۔ سنو، میں سخت قحط سالی کا تذکرہ کر رہا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: کون ان لوگوں کو خوراک پہنچا کر آئے گا؟ یہ کہہ کر دو انصاری صحابیوں کی طرف دیکھنے لگے، جن کے پاس اونٹ اور خوراک وافر مقدار میں تھے، چنانچہ وہ خوراک لیکر یمن گئے، قحط زدہ لوگوں میں خوراک تقسیم کی، کچھ چیزیں بچ گئیں واپس روانہ ہوئے تھوڑا آگے چل کر دیکھا کہ ایک شخص نماز پڑھنے میں مصروف ہے قحط سالی اور بھوک کی وجہ سے انتہائی لاغر اور کمزور ہو چکا ہے۔ اس نے ہمیں دیکھ کر نماز توڑ دی، کہنے لگا تمہارے پاس کوئی شے ہے؟ جو کچھ ہمارے پاس تھا سب کچھ ہم نے اس کے سامنے ڈال دیا، اور کہا یہ حضرت عمرؓ کی طرف سے ہے۔ اس نے کہا: واللہ! اگر ہم اپنے معاملات میں اللہ کے بجائے عمرؓ کی طرف سے بھروسہ کریں گے تو یقیناً ہلاک ہو جائیں گے۔ ان چیزوں کی طرف التفات تک نہیں کیا دوبارہ نماز و دعا میں مصروف ہو گیا اور دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ باران رحمت کا نزول شروع ہوا۔

حضرت حیوۃ بن شریحؓ کہتے ہیں: حضرت عمرؓ جب جہاد کے لئے لشکر بھیجتے

تو امراء لشکر کو بلا کر انہیں یہ نصیحت فرماتے: میں تمہیں تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں، پھر ان کو روانہ کرتے وقت فرماتے اللہ کے نام نامی اور اس کی مدد سے روانہ ہو جاؤ، حق اور صبر کو لازم پکڑ لو، اللہ کے دشمنوں کی سرکوبی کرو، مگر کسی پر ظلم مت کرو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا، عین لڑائی کے وقت بزدلی کا مظاہرہ نہ کرو، کسی کا مثلہ (ناک، کان وغیرہ اعضاء کاٹنا) نہ کرو، مال آنے پر اسراف نہ کرو، جہاد سے روگردانی نہ کرو، عورت، نہایت ضعیف، اور بچوں کو قتل کرنے سے گریز کرو، عین لڑائی میں بھی انہیں قتل کرنے سے بچو، مال غنیمت میں خیانت مت کرو، جہاد کو دنیاوی اغراض سے بالکل پاک رکھو، اور اپنی نظر اس منفعت پر رکھو جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ وعدہ فرمایا ہے، یہی عظیم الشان اور لامتناہی کامیابی ہے۔

حضرت زید بن وہب کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ایک مرتبہ مدینہ کے بازار کی طرف نکلے اتنے میں ایک شخص نے آواز لگائی، یا عمر اہ، یا عمر اہ، اے عمر! اے عمر! حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ و البیکاه: میں حاضر ہوں، راوی کہتے ہیں: ہم نے اس شخص سے پوچھا کیا بات ہے، کہنے لگا، عمر کے ایک عامل (حکمران) نے ایک شخص کو ایک گہری وادی میں اتر کر اس کی گہرائی معلوم کرنے کا حکم دیا۔ اس شخص نے کہا: مجھے ڈر لگ رہا۔ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ حاکم نے اس کو زبردستی اترنے پر مجبور کر دیا۔ مجبوراً وہ وادی میں اتر گیا جب باہر نکلا تو سردی یا خوف کی وجہ سے شدید بیماری کی لپیٹ میں آ گیا۔ یا عمر اہ یا عمر اہ! کہتے ہوئے جان دیدی، حضرت عمرؓ نے اس حکمران کو بلا کر اس سے فرمایا: اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ بعد کے آنے والے خلفاء کے لئے یہ ایک رسم بنے گی تو میں ضرور تیری گردن اڑا دیتا، اب تم کو اس کی دیت ادا کرنا پڑے گی، اور سنو! آئندہ میں کبھی بھی تمہیں کوئی حکومتی عہدے داری نہیں سونپوں گا۔

محمد بن عبد الرحمن کے والد کا بیان ہے: جب علاقہ تسر کے فتح ہونے کی خبر آئی، تو حضرت عمرؓ نے پوچھا: اور کوئی معاملہ پیش آیا ہے۔ تو بتایا گیا، ہاں، ایسا ہوا کہ ایک شخص مرتد ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا: پھر تم لوگوں نے اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کہنے لگے: ہم نے اس کو قتل کیا، فرمایا: ایسا کیوں نہ کیا کہ اس کو ایک کمرے میں بند کر دیتے، اور انہ صرف ایک روٹی کھانے کو دیدیتے، اور اس سے توبہ کرنے کو کہتے شاید کہ

توبہ کرتا، انکار کرنے کی صورت میں قتل کر دیتے، پھر فرمایا: یا اللہ! میں اس قتل میں شریک رہا نہ اس کا حکم دیا، اور نہ ہی اس پر میں راضی ہوں۔

حضرت سعید بن المسیبؓ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حکومتی اونٹوں میں سے ایک اونٹ گر گیا۔ اس کو ذبح کر کے اس کا ایک حصہ حضرات ازواج مطہرات کی خدمت میں پیش کیا گیا اور باقی ماندہ گوشت کو پکوا کر تمام لوگوں کو کھلایا، جن میں عم رسول ﷺ حضرت عباسؓ بھی تھے، انہوں نے فرمایا: یا امیر المومنین! اس طرح آپ روزانہ کیا کریں ہم آئیں گے اور کھانے میں یکجا ہو کر گفتگو کریں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: نہیں آئندہ میں ایسا نہیں کروں گا۔ کیوں کہ پہلے دو حضرات (حضور ﷺ، ابوبکر صدیقؓ) گزرے ہیں جو ایک طریق پر چلے ہیں۔ میں اگر ان کے راستہ پر چلنے کے بجائے دوسرا راستہ اختیار کروں گا۔ تو میرے ساتھ ان جیسا معاملہ نہیں کیا جائے گا بلکہ دوسرا معاملہ کیا جائے گا۔

عبدالملک بن عمرؓ کہتے ہیں: حضرت عمرؓ نے فرمایا: جو خلیفہ کسی شخص کو محض رشتہ داری کی بنا پر حکومتی امور سونپے وہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت کرنے والا ہوگا۔ اور ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: جو کسی فاجر کو فاجر جاننے کے باوجود اس کو حکومتی عہدہ دے وہ بھی فاجر شمار ہوگا۔

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں حضرت عمر ابن الخطابؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا ایک انصاری عورت آئی، کہنے لگی: امیر المومنین! مجھے کپڑا پہنا دیجئے، واللہ میرے پاس سر چھپانے کا بھی کپڑا نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے خزانے سے ایک سلی ہوئی چادر لا کر اس کو دیکر فرمایا اسے پہن لو، اور دیکھو، پرانا ہو جائے، تو پیوند لگا کر پہنا کرو، پرانا ہونے سے قبل نیا کپڑا لینا مناسب نہیں ہے۔

حضرت عطار بن عبیدؓ کہتے ہیں: ایک مرتبہ حرم میں ایک شخص نے حرم کی گھاس کاٹتے ہوئے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ گھاس کاٹ کر اپنے اونٹ کو کھلا رہا ہے حضرت عمرؓ نے اسے بلا کر کہا: اے اللہ کے بندے! کیا تجھے نہیں معلوم ہے کہ مکہ حرم ہے اس کے کانٹے کاٹنے جائیں گے نہ ہی اس کے شکار کو بھگایا جائے گا اور نہ اس کا لقمہ کسی کے لئے حلال ہے۔ تو اس شخص نے کہا: امیر المومنین! میں یہ عمل کرنے پر اس لئے مجبور ہوا کہ مجھے دور جانا ہے اور میرا اونٹ نہایت کمزور ہے مجھے منزل تک نہیں پہنچا پائے گا، اور نہ ہی میرے پاس

زاد راہ ہے۔ حضرت عمرؓ کو اس پر رحم آیا حکم دیا کہ صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ پر آٹا لاد کر اس کو دیدو، اور فرمایا: آئندہ حرم کے درخت وغیرہ مت کاٹنا۔

حضرت لیث کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے سامنے ایک قریب البلوغ لڑکے کی نعش لائی گئی جو رستے میں پڑی تھی۔ حضرت عمرؓ اس کے قاتل کو تلاش کرتے رہے۔ مگر تلاش بسیار کے باوجود بھی اس کے قاتل کا علم نہ ہو سکا، حضرت عمرؓ اس وجہ سے کافی پریشان تھے۔ اس کے نو دس مہینے بعد بالکل اسی جگہ سے ایک نومولود بچہ مل گیا جہاں مقتول لڑکا پڑا ملا تھا، اس کو حضرت عمرؓ کے سامنے پیش کیا گیا۔ سن کر فرمایا: اب انشاء اللہ لڑکے کا قاتل معلوم جائیگا، بچے کو پرورش کرنے کے لئے ایک عورت کے حوالے کر کے اس سے فرمایا: اس کی خوب حفاظت و پرورش کرنا، اس کا معاوضہ ہم سے وصول کرتی رہنا اور ہاں ایک بات کا خاص خیال رکھنا کہ اگر کسی عورت کو اس کا بوسہ لیتے ہوئے اور اپنے سینے سے لگاتے ہوئے دیکھے تو مجھے ضرور بتلانا، چنانچہ جب بچہ بڑا ہوا، تو ایک باندی آئی اور بچے کی پرورش کرنے والی سے کہا: میری آقا نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے وہ اس بچے کو دیکھنا چاہتی ہے۔ اور دیکھ کر تمہیں واپس کر یگی چنانچہ باندی بچے کو ساتھ لے گئی، اور یہ عورت بھی ساتھ گئی باندی کی مالکہ نے جب بچے کو دیکھا تو اس کو اپنے ہاتھ میں لیکر بوسہ دیا، اور سینے سے لگایا، وہ ایک انصاری صحابی کی صاحبزادی تھیں۔ پرورش کرنے والی نے یہ صورت حال حضرت عمرؓ کو بتادی۔ حضرت عمرؓ تلوار کو ہاتھ میں لیکر ان صحابی کے گھر کی طرف چل پڑے، دیکھا اس عورت کا والد اپنے گھر کے دروازے کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ نے ان کا نام لیکر فرمایا اے فلاں! تیری فلاں نامی بیٹی نے کیا کیا ہے؟ اس نے کہا: امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ اس کو جزائے خیر دے، وہ تو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی صوم و صلوة کی بہتری اور تہجد کی پابندی میں تمام خاندان میں معروف ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں اس کو اس نیک کام میں اضافہ کرنے کی مزید ترغیب دینا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا: امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، ذرا ٹھہریے، میں اس سے اجازت لے لوں اس نے

اجازت لی، پہلے وہ صحابی پھر حضرت عمرؓ اندر تشریف لے گئے، اور حکم دیا۔ باقی سارے لوگ باہر چلے جائیں جب سب لوگ چلے گئے۔ تو حضرت عمرؓ نے تلوار سونت کر فرمایا: سچ بتاؤ، معاملہ کیا ہے، اس نے کہا: امیر المومنین! ذرا ٹھہریئے میں حقیقت حال سے آپ کو آگاہ کرتی ہوں بات اصل میں یہ ہے کہ ایک بوڑھی عورت میرے پاس آیا کرتی تھی میں نے اس کو ماں بنایا تھا۔ وہ بالکل میرے ساتھ والدہ کا برتاؤ کرتی تھی، میرا معاملہ اس کے ساتھ بیٹی کا سا تھا۔ اس طرح زمانہ دراز گزر گیا۔ ایک دن اس نے کہا: بیٹی! مجھے ایک سفر درپیش ہے۔ میری ایک بیٹی ہے۔ جو گھر میں اکیلی ہے مجھے خوف ہے کہ میری غیر موجودگی میں وہ ضائع نہ ہو جائے۔ میں چاہتی ہوں کہ میرے سفر سے واپس آنے تک وہ تیرے پاس رہے میں نے ہاں میں جواب دیا۔ حقیقت میں وہ بچی نہیں بلکہ قریب البلوغ بے ریش بچہ تھا۔ اور اس کو بالکل بچیوں کی طرح بناؤ سنگھار کیا گیا تھا۔ مجھے اس کے بچہ ہونے کا شک تک نہیں ہوا۔ میں اس کو بچی سمجھ رہی تھی۔ چنانچہ وہ میرے بدن کے وہ حصے دیکھتا رہا جو ایک بچی دوسری بچی کے دیکھتی ہے۔ ایک دن میں سوئی ہوئی تھی وہ میرے ساتھ گلوگیر ہو کر مجھ پر چڑھا مگر مجھے نیند کی وجہ سے کوئی خبر نہیں ہوئی بیدار ہو کر حالت دیکھی میرے قریب ایک چھری پڑی ہوئی تھی۔ اس سے اس کو قتل کر دیا۔ اور راستہ میں اس مقام پر رکھوا دیا جو آپ کو معلوم ہے۔ اس سے میں حاملہ ہو گئی۔ جب بچہ پیدا ہوا، اس کو اس کے باپ کی جگہ چھوڑ دیا۔ واللہ حقیقت بالکل یہی ہے جو میں نے آپ کے سامنے بیان کر دی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: بارک اللہ! تم نے بالکل سچ کہا، پھر اس کو کچھ وصیت کی اس کے لئے دعا کی اور گھر سے باہر تشریف لے گئے اور اس کے والد سے کہا: اللہ تعالیٰ تیری بیٹی کو بابرکت بنا دے آپ کی یہ بیٹی بہت نیک اور اچھی بیٹی ہے۔ یہ کہہ کر تشریف لے گئے۔

مدینہ منورہ میں گشت کرنا:

حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ہم مدینہ منورہ میں حضرت عمرؓ کے ساتھ رات کے وقت گشت میں تھے۔ ایک خیمے کے پاس پہنچ کر دیکھا کہ ایک ہلکی سی روشنی آ رہی ہے کبھی جلتی ہے کبھی بجھتی ہے اور اندر سے ایک غمگین سی آواز آرہی

ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اپنی جگہوں پر رہو، خود چل کر خیمے کے قریب تشریف لے گئے۔ غور سے سنا کہ ایک بوڑھی عورت حضور ﷺ کی مدح میں کچھ اشعار پڑھ رہی ہے حضرت عمرؓ سن کر رونے لگے، روتے روتے آواز بلند ہو گئی اور خیمہ کے دروازے میں جا کر فرمایا: السلام علیکم!، السلام علیکم! تیسری مرتبہ سلام کہنے پر اندر جانے کی اجازت ملی، اندر جا کر دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ذرا اپنے کلام کو ہر ادبجے اس نے انتہائی نمکین آواز میں آپؐ کا تذکرہ کیا تو حضرت عمرؓ پر گریہ طاری ہو گیا، اور بڑھیا سے کہا، اپنی دعاؤں میں عمرؓ کو نہ بھولیے۔ بڑھیا نے دست و عاذ را ز کرتے ہوئے کہا: اے اللہ! عمرؓ کو بخش دیجئے، آپؐ غفار ہیں۔ ایک تابعی حضرت سائب بن جبیرؓ کہتے ہیں میں نے کئی حضرات صحابہ سے سنا، ایک رات حضرت عمرؓ مدینہ منورہ کی گلیوں میں گشت کر رہے تھے، اکثر آپؐ رعیت کے حالات پر نگاہ رکھنے کے لئے ایسا کیا کرتے ایک گھر کے پاس سے گزرے گھر کا دروازہ بند تھا، اندر سے ایک عورت کے کچھ پڑھنے کی آواز آئی قریب جا کر کان لگا کر سنا تو وہ کہہ رہی تھی:

تطاول هذا الليل تسرى کو کبہ

ارقنى ان لا ضجيع الابعه

فوالله لو الله لاشنى غيره

بحرك من هذا السرى جو انہ

(ترجمہ) یہ رات طویل ہو گئی، ستارے غروب ہونے کو ہو گئے، اس بات نے مجھے بے کل کر دیا کہ مجھ سے ہم پہلو ہو کر کھینے والا نہیں تو اللہ کی قسم: اللہ تعالیٰ کا خوف نہ ہوتا تو میری چار پائی کے اطراف حرکت کرنے لگتے، یہ اشعار سنتے ہی اپنی صاحبزادی ام المومنین حفصہؓ کے گھر تشریف لے گئے دروازے پر دستک دی تو حضرت ام المومنینؓ نے فرمایا: اس وقت کیسے تشریف آوری ہوئی؟ فرمایا: میری لخت جگر! مجھے یہ بتا دیجئے کہ شادی شدہ عورت کو کتنی مدت میں شوہر کی ضرورت پڑتی ہے؟ جواب دیا: چھ مہینے میں اس کے بعد حضرت عمرؓ نے لشکر کے لوگوں کو چھ مہینے کے اندر رخصت دینے کا حکم نافذ فرمایا۔

حضرت اسلمؓ فرماتے ہیں: ایک رات حضرت عمرؓ مدینہ میں گشت فرما رہے تھے میں بھی ساتھ تھا چلتے چلتے تھک گئے۔ ایک گھر کی دیوار پر نیک لگا کر بیٹھ گئے، گھر سے ایک عورت کی آواز آئی جو اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی، بیٹی اٹھو، اس دودھ کے ساتھ پانی ملا دو، بیٹی نے کہا: اماں جان! کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ امیر المومنین نے آج کیا حکم نامہ نافذ فرمایا؟ ماں نے کہا: وہ کیا حکم ہے؟ بیٹی نے کہا: آج اعلان کرایا گیا ہے کوئی بھی دودھ کے ساتھ پانی نہ ملائے اس کی والدہ نے کہا: چل اٹھ، دودھ میں پانی ملا لے اس وقت حضرت عمرؓ تمہیں دیکھ رہے ہیں نہ ان کا کوئی کارندہ، بیٹی نے کہا: اماں جان! میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتی لوگوں کے سامنے ظاہر اُن کی اطاعت کروں اور پوشیدہ طور پر ان کی نافرمانی کروں یہ نہیں ہو سکتا ہے۔ حضرت عمرؓ یہ ساری گفتگو سن رہے تھے اسلمؓ سے فرمایا: اس گھر کو یاد میں رکھنا اور جگہ کو ذہن میں رکھ لو۔ جب صبح ہوئی، تو حضرت اسلمؓ سے فرمایا: اسلم! ذرا جا کر دیکھ لو کہ اس گھر میں گفتگو کرنے والے کون ہیں اور عورت جو جواب دے رہی تھی شادی شدہ ہے یا غیر شادی شدہ ہے؟ اسلمؓ فرماتے ہیں: میں وہاں جا کر دیکھا کہ وہاں ایک ماں اور ایک بیٹی ہے۔ بیٹی کی ابھی شادی نہیں ہوئی ہے۔ اور گھر میں کوئی اور مرد نہیں ہے آ کر حضرت عمرؓ کو بتا دیا حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹوں کو بلا کر پوچھا: تم میں سے کسی کو نکاح کی ضرورت تو نہیں ہے اگر ہے تو میں اس کا نکاح کرادوں؟ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا: میری بیوی موجود ہے اور حضرت عبدالرحمنؓ نے بھی کہا: میں بھی شادی شدہ ہوں حضرت عاصمؓ نے عرض کیا: اباجان میری شادی نہیں ہوئی ہے میری شادی کرادیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس لڑکی کا نکاح اپنے بیٹے عاصمؓ سے کرادیا اس کے لطن سے ایک بیٹی پیدا ہوئی اور اس بیٹی کے لطن سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ پیدا ہوئے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: ایک رات حضرت عمرؓ گشت فرما رہے تھے، گشت کرتے کرتے ایک کھلے میدان کی طرف نکلے، دیکھا بالوں سے بنا ہوا ایک خیمہ ہے جو پہلے یہاں نہیں ہوا کرتا تھا۔ اس کے قریب گئے اندر سے کراہنے کی آواز آنے لگی، اور اس کے قریب ایک شخص کو بیٹھا دیکھ کر اس کے قریب گئے سلام کیا، پوچھا: تم کون ہو؟

کہنے لگا: میں دور کے ایک دیہات سے آیا ہوں۔ امیر المومنین کے پاس جانا ہے تاکہ ان سے کچھ عطیات وصول کروں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا: یہ کراہنے کی آواز کیا ہے اس نے کہا: اللہ آپ کو جزائے خیر دے آپ جاسکتے ہیں اس کی تحقیق نہ کیجئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ضرور بتانا ہوگا اس نے کہا: یہ میری بیوی ہے۔ دروزہ میں بتلا ہے حضرت عمرؓ نے پوچھا: اس کے پاس کوئی عورت بھی ہے؟ کہا نہیں ہے حضرت عمرؓ فوراً وہاں سے چلے سیدھے گھر آئے اور اپنی اہلیہ محترمہ حضرت کلثوم بنت علیؓ سے فرمایا: تم کو ایسا اجر و ثواب چاہیے جو اللہ تعالیٰ تجھے میسر فرمادے؟ وہ کہنے لگی وہ کس طرح؟ فرمایا: یہاں قریب میدان میں ایک مسافر عورت ہے جو دروزہ میں بتلا ہے اس کو سنبھالنے کے لئے کوئی عورت نہیں ہے۔ کہنے لگیں، جیسے آپ چاہیں۔ فرمایا: نیچے کی پیدائش کے وقت کا ضروری سامان ساتھ لیجئے، اور ہاں: ایک ہانڈی بھی لا دیجئے اور کچھ ٹھی اور دانے وغیرہ بھی دیجئے، یہ سارا سامان ساتھ لیکر چل پڑے۔ خیمے کے دروازے پر پہنچ کر بیوی سے فرمایا: جاؤ اندر جا کر اس کی دیکھ بھال کرو، خود اس شخص کے پاس آئے ہانڈی کے نیچے آگ جلائی اور ہانڈی میں کھانا تیار کیا۔ ادھر خیمہ کے اندر سے اہلیہ نے آواز دی امیر المومنین! اپنے ساتھی کو بتا دیجئے کہ ان کا میٹا پیدا ہوا ہے، امیر المومنین کا لفظ سن کر وہ شخص خوف زدہ سا ہو گیا اور ایک طرف کو ہونے لگا حضرت عمرؓ نے فرمایا: جہاں بیٹھے ہو وہیں ٹھہرے رہو۔ پھر ہانڈی اٹھا کر خیمہ کے دروازے کے سامنے رکھ کر آواز دی لیجئے اس کو کھلایئے، بیوی نے تعمیل حکم کر کے اس کو کھلا کر اس کے پیٹ بھرنے کے بعد ہانڈی پھر باہر رکھ دی۔ حضرت عمرؓ نے اسے اٹھا کر اس شخص سے کہا لیجئے کھاؤ، تم نے ساری رات جاگ کر گزاری ہے وہ کھانے لگا۔ پھر آپؓ نے اپنی اہلیہ کو چلنے کو کہا اور اس شخص سے کہا، صبح ہمارے پاس آ جانا، ہم تمہاری ضرورت کی چیزیں تمہیں دیں گے۔ چنانچہ وہ صبح حاضر خدمت ہوا حضرت عمرؓ نے اس کی ضرورت اور درخواست کو پورا فرمایا۔ روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ رات کے وقت مدینہ منورہ میں گشت فرما رہے تھے ایک گھر کے پاس سے گزر رہے تھے کہ اندر سے اشعار پڑھنے کی آواز آئی جن میں سے چند اشعار یہ تھے:

امام الہدی لا تبلی الطرد مسلما له حرمة معروفة و زمام
 هل من سبیل الی خمر فاشنرہا أم هل سبیل الی نصر بن حجاج
 (ترجمہ) ”اے ہدایت کے امام! کسی مسلمان کو دھتکار کر بتلائے مصیبت نہ کیجئے
 کیوں کہ مسلمان کی بڑی حرمت ہے کیا شراب پینے کی کوئی گنجائش ہے یا نصر بن الحجاج کے
 پاس جانے کی کوئی صورت ہے“

حضرت عمرؓ نے یہ اشعار سن کر فرمایا: میری زندگی میں تو یہ نہیں ہو سکتا، جب صبح
 ہوئی تو نصر بن حجاج کے متعلق معلوم کرایا کہ وہ ہے کون؟ معلوم ہوا وہ قبیلہ بنو سلیم کا ایک شخص
 ہے اس کو بلوایا۔ دیکھا وہ انتہائی خوبصورت بالوں والا خوب شخص تھا، حضرت عمرؓ نے
 اس کو بال کٹوانے کا حکم دیا۔ بال کٹوائے تو حسن میں مزید اضافہ ہوا۔ حضرت عمرؓ نے
 انہیں عمامہ باندھنے کا حکم دیا، عمامہ باندھا تو حسن دو بالا ہو گیا۔ سب لوگ انہیں دیکھ کر
 منہر ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے اس کو حکم دیا، تم یہاں نہیں رہ سکتے، یہ کہہ کر اس کو بصرہ
 جانے کا حکم دیا اس نے کہا: امیر المومنین! میرا گناہ کیا ہے؟ عمرؓ نے فرمایا: بس یہ میرا
 حکم ہے تم چلے جاؤ، چنانچہ وہ بصرہ چلا گیا۔ اور بصرہ میں کافی مدت گزارنے کے بعد حضرت عمرؓ
 کے نام ایک خط لکھا جو منظوم تھا۔ خط پڑھ کر حضرت عمرؓ نے فرمایا جب تک
 مسند خلافت پر میں ہوں اس وقت تک تم نہیں آ سکتے پھر بصرہ میں ایک گھر اسے دلویا اور کچھ
 مال بھی۔ حضرت عمرؓ کے انتقال تک نہ آ سکا، حضرت عمرؓ کے انتقال کے بعد
 آگئے بعض روایات میں آتا ہے کہ وہ بصرہ پہنچ کر ابو موسیٰ کے نائب مجاشع بن سعد کے پاس
 ٹھہرا۔ مجاشع کی بیوی بڑی خوبصورت تھی ایک مرتبہ وہ مجاشع کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ مجاشع کی
 بیوی بھی ایک طرف بیٹھی ہوئی تھی۔ نصر بن حجاج نے زمین پر ہاتھ سے لکھا ”خدا کی قسم میں
 تجھے بہت چاہتا ہوں“ مجاشع کی بیوی نے اسے پڑھ کر کہا: اللہ کی قسم! میں بھی، مجاشع نے اپنی
 بیوی سے کہا اس نے تمہیں کیا کہا؟ جس کے جواب میں تم نے ”اللہ کی قسم! میں بھی“ کہا۔
 بیوی نے کہا: اس نے مجھ سے کہا: تمہاری اونٹنی کا دودھ کس طرح اچھا ہے؟ مجاشع نے کہا:
 تمہارا جواب تو اس کے موافق نہیں؟ مجھے صحیح صحیح بتاؤ عورت نے کہا: صحیح بات یہ ہے کہ اس

نے کہا: تمہارے گھر کے سامان کی ترتیب کس طرح اچھی ہے: اس پر بھی مجاشع نے کہا: نہیں تمہارا جواب اس کے مطابق بھی نہیں ہے۔ پھر مجاشع نے قریب آ کر دیکھا کہ زمین پر کچھ لکھا ہوا ہے وہ پڑھ نہیں سکتا تھا اس نے قریب مکتب سے کسی بچے کو بلوایا بچے سے کہا، اس کو پڑھو بچے نے پڑھ کر سنایا: ”انا واللہ احبک“، ”خدا کی قسم: میں تجھے بہت چاہتا ہوں مجاشع نے کہا: بالکل درست ہے۔ بیوی کا لکھا پڑھا: اس نے لکھا تھا ”انا واللہ احبک، اور تم نے کہا: ”انا واللہ“ یہ جواب اس کے مطابق ہے پھر بیوی کو طلاق دی اور نصر بن حجاج سے کہا: اے بھتیجے! حلال طریقے سے اس سے نکاح کرو اگر یہ تجھے پسند ہے۔ پھر ابو موسیٰ کے پاس آ کر یہ ساری باتیں بتلا دیں تو حضرت ابو موسیٰ نے قسم کھا کر کہا: میں عمرؓ کی بصیرت کو داد دیتا ہوں، اسی لئے عمرؓ نے اس کو مدینہ سے نکال دیا تھا لہذا تم یہاں سے بھی چلے جاؤ اس کو فارس کی طرف نکال دیا۔

ابو اسید کے غلام ابو سعید کا کہنا ہے: حضرت عمرؓ عشاء کی نماز کے بعد مسجد میں چکر لگاتے اور کسی کو وہاں رہنے نہ دیتے اور سونے کا حکم دیتے الایہ کہ کوئی نماز پڑھ رہا ہو ایک رات مسجد میں ایک جگہ چند صحابہ کرامؓ ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے، ان میں حضرت ابی بن کعبؓ بھی تھے چونکہ مسجد میں اندھیرا تھا قریب آ کر پوچھا: تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے کہا: آپ ہی کی قوم کے کچھ لوگ ہیں۔ فرمایا نماز کے بعد کس غرض سے بیٹھے ہوئے ہو؟ حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا ذکر اللہ کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں، حضرت عمرؓ ان کے درمیان بیٹھے پھر فردا فردا سب سے کہا کہ دعا کرو، پھر خود دعائیں کرنے لگے اور سب سے زیادہ روئے۔ دعا کے بعد فرمایا۔ اب منتشر ہو جاؤ اور اپنے اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔

جہاد میں شمولیت:

تمام علماء سیر کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت عمرؓ بدر و احد اور دیگر تمام غزوات میں شریک رہے ہیں۔ کسی بھی غزوہ سے غائب نہیں رہے ہیں۔ غزوات کے علاوہ سرایا میں جانے کی سعادت بھی آپؓ کو حاصل ہے۔ چنانچہ محمد بن سعدؒ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ

نے کچھ میں تینتیس آدمیوں کی معیت میں حضرت عمرؓ کو ”ترہ“ کے علاقے میں جو مدینہ منورہ سے چار دن کے فاصلہ پر ہے ہوازن کی سرکوبی کے لئے بھیجا تھا۔ چنانچہ آپ رات کے وقت چلتے اور دن کے وقت چھپ جاتے جب ترہ پہنچے۔ تو ہوازن والے بھاگ نکلے، حضرت عمرؓ ان کے گھلوں تک پہنچ گئے مگر ایک شخص بھی نہیں ملا آپ اپنے ساتھیوں کو لیکر مدینہ منورہ لوٹے۔

آپ کی فتوحات اور جوں کا تذکرہ:

آپ کے دور خلافت میں فتوحات تو بہت زیادہ ہوئیں مگر ان میں سے چند ایک کا یہاں تذکرہ کروں گا۔

محمد بن عبداللہ بن سواد، طلحہ بن اسلم اور زیاد بن سرخس الاحمری بیان کرتے ہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ جس رات وفات پا گئے، اسی رات لوگوں کو نماز فجر سے شعی بن الحارث الشیبانی کے ہمراہ فارس کی طرف بغرض جہاد جانے کے لئے تیار کیا۔ اس طرح تین دن مسلسل لوگوں کو تیار کرتے رہے۔ کیونکہ یہ ایک بہت مشکل ترین محاذ تھا کیوں کہ فارس والے اقتصادی اور دفاعی لحاظ سے کافی مضبوط تھے، چنانچہ مدینہ منورہ اور اس کے اطراف میں سے ایک ہزار افراد کو تیار فرمایا۔ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کو ان پر امیر مقرر فرمایا۔ اور یرموک کی طرف مبعوث فرمایا: پہلی فتح، فتح یرموک ہے جو خلافت کی مسند پر رونق افروز ہونے کے صرف بیس دن بعد ہوئی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ فرماتے ہیں: جب ابوعبیدہؓ کی شہادت اور اہل فارس کے جنگ کے لئے ایک جا ہونے کی خبر حضرت عمرؓ کو پہنچ گئی تو مہاجرین و انصار میں منادی کرا دی اور خود مدینہ سے نکل کر ”صرار“ نامی مقام پر جو جانب عراق مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے تک پہنچ گئے، طلحہ بن عبید اللہؓ کو امیر اور عبدالرحمن بن عوفؓ کو مہینہ جبکہ میسرہ کے لئے حضرت زبیر بن العوامؓ کو مقرر فرمایا۔ حضرت علیؓ کو مدینہ میں اپنے نائب کے طور پر مقرر فرمایا۔ اور خود بعض حضرات صحابہؓ کے مشورہ سے قادیسیہ تک جا کر واپس آ گئے۔

مخلف بن قیس العجلی کہتے ہیں کہ کسریٰ کی تلوار اور پیٹی (کمر بند) جب آپ کی خدمت میں پیش کئے گئے تو فرمایا: دیکھو، ان چیزوں کو حفاظت سے لانے والے کتنے امانتدار ہیں؟ تو حضرت علیؓ نے فرمایا: آپ نے عفت اختیار فرمائی ہے تو اس کا اثر آپ کی رعیت پر بھی پڑا وہ بھپاک دامن ہو گئے۔ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں بصرہ، الہواز، رام ہرند، تسر، اسوس، چند یسابور، خراسان، تور، جور، اصطر، فسا، دار بجز (جس پر ساریہ بن الجبل والی مقرر تھے وہ ساریہ جن کو حضرت عمرؓ نے دوران خطبہ فرمایا تھا یا ساریہ الجبل) کرمان، بختان، مکران، جمص اور قلنسر فتح ہوئے تھے۔ (طبقات قلنسرین ۴۰/۵)

ابومعشرؓ کا قول ہے کہ: آپ کے خلافت کی مسند پر رونق افروز ہونے کے پانچ ماہ بعد شام کا علاقہ ففتح ہوا اور جب ۱۲ھ میں دمشق فتح ہوا، اور اس سال حضرت عمرؓ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا، اس طرح فتح یرموک کے سال ۱۵ھ میں حج کے لئے تشریف لے گئے عمواس اور جابیہ ۱۶ھ میں فتح ہوئے اس سال بھی حج کیا، ۱۷ھ میں سرغ فتح ہوا۔ اس سال بھی حج کی سعادت حاصل کی، ۱۸ھ میں واقعہ مادی سخت قحط سالی ہوئی، اور عمواس میں طاعون کی وبا پھیل گئی۔ اس سال بھی حج کیا۔ ۱۹ھ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی قیادت میں ”جلولاء“ اور حضرت معاویہؓ کی قیادت میں ”قیساریہ“ فتح ہوا۔ اس سال بھی حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی۔

۲۰ھ میں حضرت عمرو بن العاصؓ کی قیادت میں مصر فتح ہوا۔ اس سال بھی حج ادا کیا۔ ۲۱ھ میں نہاوند حضرت نعمان بن مقرن اعزنی کی زیرِ کمان فتح ہوا۔ حضرت عمرؓ اس سال بھی حج ادا کرنے کے لئے تشریف لے گئے، ۲۲ھ میں آذر بایجان حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے زیرِ امارت اسلامی قلمرو میں داخل ہوا۔ اس سال بھی انہیں حج نصیب ہوا۔ ۲۳ھ میں، اصطر اور ہمدان اسلامی امارت کا حصہ بن گیا تو اس سال بھی حج کے لئے تشریف لے گئے۔ (طبقات ابن سعد ۲۸۴/۳)

اہل سواد کو ان کی زمینوں پر برقرار رکھ کر خراج معین کرنا:

جب سواد فتح ہوا تو مجاہدین نے حضرت عمرؓ سے کہا ان زمینوں کو غانمین

(مجاہدین) کے درمیان تقسیم کیجئے، آپؓ نے فرمایا: نہیں۔ مجاہدین نے کہا: ہم نے بزور بازو جہاد کر کے اسے فتح کیا ہے فرمایا: تمہارے بعد آنے والے مسلمانوں کے لئے کیا بچے گا، اور مجھے اندیشہ ہے کہ تقسیم کی صورت میں اس کے پانی اور حد بندی کے سلسلے میں باہم دست و گریبان ہو جاؤ گے یہ کہہ کر اہل سواد ہی کو ان کی زمینوں پر برقرار رکھ کر ان پر جزیہ اور زمینوں پر خراج مقرر فرمایا: غنائین میں اس کو تقسیم نہیں فرمایا

حضرت اسلمؓ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ نے اس موقع پر فرمایا: اگر میں تمام مسلمانوں کو ایک جیسی مالی کمزوری کی حالت میں نہ چھوڑتا تو یہ زمینیں تقسیم کر دیتا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کو فتح کرنے کے بعد غنائین میں اس کی زمینوں کو تقسیم فرمایا تھا۔ یزید بن ابی حبیب نے کہا ہے، عراق فتح ہونے کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو خط لکھا۔ خط کا مضمون یہ تھا۔ اما بعد: آپ کا خط موصول ہوا۔ آپ نے مال غنیمت کی تقسیم کے متعلق دریافت کیا ہے۔ سنو! منقولہ اشیاء جن کو مجاہدین نے کفار سے حاصل کیا ان کو غنائین میں تقسیم کیجئے، اور جائیداد غیر منقولہ کو اور پانی کو تقسیم نہ کیجئے، ان کو سرکاری تحویل میں ہی رہنے دیجئے، کیوں کہ اگر آپ اس کو مجاہدین کے درمیان تقسیم کریں گے تو دوسرے مسلمانوں کے لئے کچھ نہیں بچے گا۔

حکم سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عثمان بن احنفؓ کو اہل سواد کی طرف یہ کہہ کر مبعوث فرمایا: کہ ایک جریب زمین جو پانی والی ہو، آباد ہو یا غیر آباد ایک صاع گندم یا جو اور درہم خراج مقرر کرو۔ بقول وکیع انکور کے باغ کے ایک جریب پر دس درہم اور کھجور کے باغ پر پانچ درہم مقرر فرمائے۔

امام شعبیؒ نے روایت کیا ہے۔ عثمان بن احنفؓ نے سواد کی زمینوں کو ناپا۔ تو لاکھوں جریب نکلی۔ اس پر فی جریب درہم مقرر فرمایا۔

محمد بن السائبؒ فرماتے ہیں: علاقہ سواد کو سواد اس لئے کہا جاتا ہے کہ سواد کا لے رنگ کو کہا جاتا ہے۔ جب اہل عرب نے اس علاقے کو دیکھا کہ وہ ہر طرف انگوروں، کھجوروں اور کھیتوں سے گھرا ہوا ہے تو اس کو سواد کہنے لگے۔

رعایا کے ساتھ عدل و انصاف:

حضرت عمرؓ کا فرمان ہے کہ میرا دل خقی میں پتھر سے زیادہ سخت تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے متعلق مکھن سے بھی نرم ہو گیا۔

حضرت عروہؓ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ کے پاس فیصلے کے لئے دو حریف آ جاتے تو دو زانو بیٹھ جاتے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے:

”اللهم اعنی علیہما فان کل واحد یریدنی علی دینی“

(ترجمہ) ”اے اللہ! ان کے معاملے میں میری مدد فرما“

ابو فراس کہتے ہیں: حضرت عمر بن الخطابؓ ایک مرتبہ خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: لوگو! رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں نزول وحی ہوتا تھا۔ تمہاری باتیں اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو بذریعہ وحی بتاتا تھا، اب آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے ہیں وحی کا سلسلہ منقطع ہے، اب ہم تم کو احکامات ماننے کی صورت میں پہچان لیں گے اور اس کے متعلق خیر کا گمان کریں گے۔ اور اس کے ساتھ محبت کا اظہار کریں گے اور جس سے حکم عدولی کا ظہور ہوا اس کے متعلق ہمارے گمان اچھے نہیں ہوں گے اس کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھیں گے۔ باقی رہا تمہارے باطن کا معاملہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کا معاملہ ہے۔ ہاں البتہ علامات کے ذریعے اس کے نیک و بد ہونے کا گمان کریں گے۔ جو تلاوت قرآن کریم کرے گا۔ ہم سمجھیں گے وہ اللہ تعالیٰ کے لئے پڑھتا ہے۔ اگرچہ بعض لوگ قرآن پڑھ کر دنیا بھی چاہتے ہیں۔ اپنی تلاوت اور اعمال صرف اللہ تعالیٰ کے لئے کرو میں اپنے اعمال اور کارندوں کو تمہارے پاس اس لئے نہیں بھیجتا کہ وہ تمہارے اوپر ظلم کریں اور تمہارے اچھے اچھے اموال کو وصول کریں بلکہ اس غرض کے لئے بھیجتا ہوں کہ وہ تمہیں دین اور حضور ﷺ کی سنت مبارکہ سے آگاہ کریں گے جو عامل ان دو کاموں کے علاوہ کوئی کام لے، تو مجھے اطلاع کیا کرو، اللہ کی قسم میں برابری کا معاملہ کروں گا۔

حضرت عمرو بن العاصؓ نے کھڑے ہو کر سوال کیا: امیر المومنین اگر کوئی حکومتی کارندہ رعایا کو ادب سکھانے کی غرض سے دارو گیر کرے گا تو کیا آپ اس کا بدلہ اس

سے لیں گے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں عمرؓ کی جان ہے۔ تب بھی اس سے اس کا بدلہ دلاؤں گا۔ اور ایسا کیوں نہ کروں جبکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خود اپنے آپ سے بدلہ لیتے ہوئے دیکھا ہے۔ سن لو! مسلمانوں کو تذلیل کرنے کے لئے نہیں مارو، ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی ہرگز نہ کرو، اور ان کو ہلاکت کی طرف مت دھکیلو۔

جریر بن عبد اللہ الجہلیؓ سے روایت ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے ساتھ ایک قوی اور بھاری آواز والا آدمی تھا۔ وہ دشمن کو اپنی آواز کے ذریعے ڈراتا دھمکاتا تھا۔ دشمن پر غلبہ حاصل ہوا۔ مال غنیمت حاصل کیا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے غنیمت تقسیم فرمائی تو اس شخص نے کہا یہ سارا مال میرا حق ہے، اور اس کو قبول کرنے سے انکار کیا، تو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اس شخص کو سو کوڑے لگوائے، اور اس کے سر کے بال منڈوا ڈالے۔ اس نے یہ سارے بال ایک تھیلے میں ڈالے اور حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوا اور تھیلے میں ہاتھ ڈال کر بال نکالے اور حضرت عمرؓ کے سینے پر دے مارے اور کہا واللہ لولا..... اللہ کی قسم اگر جہنم کی آگ کا خوف نہ ہو تو..... حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تو نے سچ کہا پھر اس نے سارا واقعہ حضرت عمرؓ کے سامنے بیان کیا۔ تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو خط لکھا: سلام و تحیہ کے بعد لکھا: فلاں شخص نے آپ کے متعلق یہ یہ باتیں بتلائیں اگر تم نے اس کے ساتھ کوڑا لگانے اور سر منڈانے کا معاملہ لوگوں کے مجمع میں کیا ہے تو یہ اس کا بدلہ لوگوں کے مجمع میں تجھ سے لیگا، اگر یہ سلوک خفیہ طور پر کیا ہے وہ بھی اس کا بدلہ خفیہ طور پر تجھ سے لے گا۔ وہ یہ حکم نامہ لیکر واپس لوٹا لوگوں نے معاف کرنے کی سفارشیں کیں اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں کسی کے کہنے پر اس کو ہرگز معاف نہیں کروں گا، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بدلہ دینے کے لئے جب لوگوں کے مجمع میں بیٹھ گئے تو وہ شخص معاملہ کو برابر کرنے کے لئے حاضر ہوا۔ اور پھر اپنا رخ آسمان کی طرف کر کے کہنے لگا: یا اللہ! میں نے صرف آپ کی رضا کے لئے معاف کیا۔

عمر بن عتبہ نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ کہ ایک مرتبہ عمرو بن العاصؓ

نے بنونجیب کے ایک شخص کو منافق کہا۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! جب سے دولت اسلام سے سرفراز ہوا ہوں اس کے بعد کبھی منافقت نہیں کی ہے۔ اب میں غسل کروں گا نہ سر کو تیل لگاؤں گا جب تک امیر المؤمنین عمرؓ کو اس کی خبر نہ کروں، چنانچہ اس نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: امیر المؤمنین! عمروؓ نے مجھے منافق کہا ہے۔ اللہ کی قسم! جب سے مسلمان ہوا ہوں اس کے بعد کبھی بھی منافق نہیں ہوا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے عمرو بن العاصؓ کو خط لکھا جب عمرؓ عمرو بن العاصؓ کو غصے میں خط لکھتے تو لکھتے ابن العاصی: خط میں لکھا: اما بعد: معلوم ہوا ہے قبیلہ بنونجیب کے فلاں شخص کو تم نے منافق کہا ہے۔ میں نے اس کو حکم دیا ہے۔ کہ وہ دو گواہ پیش کرے، اگر اس نے دو گواہ پیش کیے تو وہ تجھے چالیس یا ستر کوڑے مارے گا۔ اس شخص نے واپس آ کر مسجد میں اعلان کیا۔ جس نے عمروؓ کو مجھے منافق کہتے ہوئے سنا ہے وہ کھڑا ہو جائے، تو اکثر اہل مسجد کھڑے ہو گئے، اس کو کسی قریشی شخص نے کہا: کیا تم امیر کو کوڑے مارو گے؟ معاف کرنے کے لئے بھاری معاوضے پیش کئے گئے۔ اس نے کہا اگر تم پوری مسجد کو مال سے بھر دو گے تب بھی میں معاف نہیں کروں گا۔ تو حضرت عمرو بن العاصؓ نے فرمایا: چھوڑو اس کو کر گزرنے دو، عمرؓ نے کوڑے لگانے کا اسے حکم دیا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ اس کے سامنے بیٹھ گئے۔ اس نے عمرو بن العاصؓ سے کہا: تم اپنی طاقت سے مجھے اس عمل سے روک سکتے ہو؟ کہنے لگے: نہیں روک سکتا جو تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ کر گزرو۔ تو اس شخص نے کہا: میں نے اللہ کی رضا کے لئے تجھے معاف کر دیا۔

حضرت حسن بھریؓ کہتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے پاس کچھ مال آیا۔ ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کو اس کی اطلاع ہوئی۔ وہ تشریف لائیں اور فرمایا: اس مال میں میرے اقرباء کا بھی حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اقرباء کے حقوق کے متعلق حکم فرمایا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا: میری لخت جگر! میرے رشتے داروں کا حق میرے مال کے ساتھ متعلق ہے۔ یہ مال میرا نہیں ہے یہ مسلمانوں کا مال ہے۔ تم نے رشتہ داروں کے ساتھ تو خیر خواہی کی مگر والد کی خیر خواہی کی بات نہیں کی چلی جاؤ، حضرت حفصہؓ اٹھ کر تشریف لے گئیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمرؓ حج کے لئے آ کر ہمارے ہاں تشریف لائے صفوان بن امیہ نے آپ کے لئے کھانے کا انتظام کیا۔ کھانا تیار ہوا ایک بڑے برتن میں کھانا رکھ کر چار آدمی اٹھالائے۔ کھانا لگایا گیا۔ لوگ کھانے لگے۔ مگر خادم حضرات کھڑے تھے، حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ خدام کھانے میں شریک کیوں نہیں ہوئے۔ کیا یہ ہمارے ساتھ کھانا پسند نہیں کرتے۔ سفیان بن عبداللہ نے کہا نہیں ہم پہلے کھائیں گے ہمارے بعد وہ کھائیں گے۔ تو حضرت عمرؓ غضبناک ہوئے، اور فرمایا: لوگوں کو کیا ہوا کہ وہ خادموں کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک نہیں کرتے پھر خادموں سے فرمایا کھانے میں شریک ہو جاؤ حضرت عمرؓ نے اس کھانے سے تناول نہیں فرمایا۔

حضرت سائب بن الاقرعؓ کہتے ہیں: ایک دفعہ میں ایوان کسریٰ میں بیٹھا ہوا تھا میری نظر ایک بت کی طرف گئی۔ میں نے دیکھا کہ بت ہاتھ سے ایک طرف اشارہ کر رہا ہے۔ میرے دل میں فوراً خیال آیا یہ کسی خزانے کی طرف مشیر ہے۔ میں نے اس طرف کھودنا شروع کیا، دیکھا واقعہ وہاں بڑا خزانہ تھا۔ میں نے اسے نکال لیا۔ اور حضرت عمرؓ کو خط لکھا ہے کہ مجھے ایک خزانہ ملا ہے جس میں کسی اور کے عمل کا کوئی دخل نہیں ہے حضرت عمرؓ نے جواب میں لکھا۔ تم مسلم امراء میں سے ہو۔ اس کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کرو۔

عبدالرحمن بن حاطبؓ کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے ہمراہ مکہ مکرمہ آنے کا اتفاق ہوا جب مکہ پہنچے تو اہل مکہ نے حضرت عمرؓ کے پاس آ کر کہا امیر المومنین! ابوسفیان نے وادی کے اندر مکان بنایا ہے جس سے ندی کا پانی جمع ہو کر ہمارے مکانوں کے لئے خطرہ بن سکتا ہے، حضرت عمرؓ فوراً جائے وقوعہ پر گئے۔ اور حضرت ابوسفیان کو حکم دیا کہ یہ پتھر یہاں سے اٹھاؤ اور یہ یہاں سے دور کرو، اس طرح وہ حکم دیتے رہے اور ابوسفیان تعمیل کرتے رہے پھر فرمایا: الحمد للہ! یہ وقت بھی آیا کہ اللہ تعالیٰ نے عمرؓ کو یہ درجہ دیا کہ مکہ کے اندر ابوسفیان کو حکم دیتا ہے اور وہ بلا تاویل تعمیل کرتا ہے۔ حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں: ایک مرتبہ بڑے بڑے سرداران قریش میں سے سہیل

بن عمروؓ الحارث بن ہشام ابوسفیان بن حرب اور بھی قریشی سردار حضرت عمرؓ کے دروازے پر آئے اتنے میں آزاد شدہ غلاموں میں سے حضرت صہیب، بلال، اور دوسرے بدری صحابی بھی آئے، حضرت عمرؓ سے گھر کے اندر جانے کی اجازت طلب کی۔ تو ان لوگوں کو اجازت مل گئی۔ ان سرداروں کی طرف کوئی توجہ نہیں ہوئی۔ تو ابوسفیان نے کہا: آج کا یہ دن بھی دیکھنا پڑا کہ ان غلاموں کو اجازت مل رہی اور ہم جیسے سرداروں کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں دی جا رہی ہے۔ سہیل بن عمروؓ ریک آدمی تھے کہنے لگے میں تمہارے چہروں پر ناگواری محسوس کر رہا ہوں اگر تمہیں غصہ آ رہا ہے تو اپنے نفسوں پر آنا چاہئے۔ کیوں کہ دین اسلام کی طرف دعوت عام دی گئی۔ ان لوگوں نے قبول کرنے میں پہل کی اور تم لوگوں نے تاخیر کی۔ اور کیا حال ہوگا تمہارا کہ کل قیامت کے دن ان لوگوں کو بلا لیا جائے اور تمہیں چھوڑ دیا جائے۔

نوفل بن عمارہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے پاس سرداران قریش میں سے الحارث بن ہشام اور سہیل بن عمروؓ بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں حضرات مہاجرین اولین آگئے حضرت عمرؓ نے الحارث بن ہشام اور سہیل کو کہا تم ذرا پیچھے ہو کر ان کو جگہ دو تو یہ لوگ پیچھے ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد حضرات انصارؓ تشریف لائے۔ تو حضرت عمرؓ نے حارث اور سہیل کو اور پیچھے ہونے کو کہا: ہوتے ہوتے یہ مجمع کے سب سے آخر میں چلے گئے۔ وہاں سے نکلتے وقت حارث نے سہیل سے کہا: سہیل! دیکھ لیا عمرؓ نے ہمارے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟ سہیل نے کہا: ارے! اس معاملے میں عمرؓ کو ملامت کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں خود اپنے نفسوں کو ملامت کرنا چاہئے۔ ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی گئی تو انہوں نے اسے فوراً قبول کیا اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے ہمیں بھی دعوت اسلام دی گئی مگر ہم نے پس و پیش سے کام لیا اور تاخیر کی۔ اس کے بعد یہ لوگ حضرت عمرؓ کے پاس جا کر کہنے لگے ہم اپنی حیثیت پہچان گئے ہمارے لئے اس تاخیر کے تذکرہ کی کوئی صورت ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: مجھے اور تو کوئی صورت نظر نہیں آتی الا یہ کہ تم روم کی سرحد پر جا کر جہاد میں شریک ہو جاؤ۔ چنانچہ یہ لوگ جہاد کے لئے شام کی طرف چل پڑے اور وہیں وفات پا گئے۔

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا: ایک دفعہ ایک شخص نے سخت پیاس کی حالت میں ایک بستی والوں سے پانی طلب کیا، بستی والوں نے انہیں پانی نہیں دیا جس کی وجہ سے وہ پیاس برداشت نہ کر سکا اور لقمہ اجل بن گیا، حضرت عمرؓ کو جب پتہ چلا تو بستی والوں کو اس کی دیت ادا کرنے کا حکم دیا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: ایک دفعہ ہم عمرؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں ایک مصری شخص حاضر ہو کر کہنے لگا: امیر المومنین! اب آپ سے پناہ مانگنے کا وقت آ گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا ہوا تجھے؟ اس نے کہا: عمرو بن العاصؓ کی گھوڑی کے پیچھے میرا گھوڑا پڑ گیا جب لوگوں نے دیکھا تو عمرو کا بیٹا محمد کھڑا ہو کر کہنے لگا: رب کعبہ کی قسم! یہ میرا گھوڑا ہے، جب قریب آیا تو میں نے دیکھ کر پہچان لیا کہ میرا گھوڑا ہے میں نے فوراً کہا: رب کعبہ کی قسم! یہ میرا گھوڑا ہے۔ یہ کہنا تھا محمد بن عمروؓ مجھے چابک سے مارنے لگا۔ اور کہنے لگا لے لو، لے لو، میں شریف ماں باپ کا بیٹا ہوں۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: مصری سے باتیں سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ اور فوراً حضرت عمرو بن العاصؓ کو خط لکھا، جب میرا خط پہنچ جائے تو فوراً اپنے بیٹے محمد کو ساتھ لیکر میرے پاس آ جاؤ، عمرو بن العاصؓ نے خط پڑھ کر بیٹے کو بلا کر پوچھا کیا تم نے کچھ گڑبڑ کی ہے؟ یا کسی خیانت کے مرتکب ہوئے ہو۔ بیٹے نے کہا: نہیں میں نے کچھ نہیں کیا۔ عمروؓ نے فرمایا: تو پھر امیر المومنین نے تیرے بارے میں کیوں لکھا ہے؟ اپنے بیٹے کو لیکر امیر المومنین کے پاس چل پڑے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم اس وقت بھی حضرت عمرؓ کے پاس موجود تھے جب عمرو بن العاصؓ ایک چادر اور تہ بند زیب تن کر کے آرہے تھے؟ اور ہم منیٰ میں تھے۔ حضرت عمرؓ جب بتو کی نظروں سے دیکھتے رہے کہ اس کا بیٹا بھی آ رہا ہے۔ دیکھا وہ بھی باپ کے پیچھے پیچھے آ رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: وہ مصری کہاں ہے؟ اس نے کہا: امیر المومنین میں یہاں ہوں، جب وہ پہنچے تو حضرت عمرؓ نے مصری کے ہاتھ میں کوڑا دیکر فرمایا، لیجئے ابن الاکرمین (شریف ماں باپ کے بیٹے) کو مارو۔

مصری چابک لیکر اس کو مارتا رہا حتی کہ اس کو نیم بے ہوش کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے مصری سے کہا۔ اب عمرو کو بھی مارو۔ اس نے کہا: امیر المومنین! جس نے مجھے مارا تھا اس سے میں نے بدلہ لے لیا حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ ان کے بیٹے نے باپ کی حکمرانی کی شبہ پر تمہیں مارنے کی جرأت کی ہے۔ مصری نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو نہیں مارا حضرت عمرؓ نے مصری شخص کو خطاب کر کے فرمایا: واللہ! اگر تم اس کو مارتے تو ہم حائل نہ ہوتے جب تک تم خود نہ چھوڑتے، پھر حضرت عمرو بن العاصؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: لوگوں نے اپنی اولاد کو آزاد جنا ہے اور تم لوگوں نے انکو غلام بنا رکھا ہے پھر مصری سے کہا، جاؤ، اگر کوئی گڑبڑ ہونے کا شک بھی ہو تو مجھے بذریعہ خط اطلاع دو۔

بیت المال کا قیام:

حضرت قتادہؓ نے فرمایا: سب سے آخری مال جو آنحضرت ﷺ کے دربار میں لایا گیا وہ بحرین سے آمدہ مال تھا، جو آٹھ لاکھ درہم تھے آپؐ نے اپنی مجلس سے اٹھنے سے پہلے اس کو تقسیم فرمایا اور ختم کر دیا۔ آپؐ کا کوئی بیت المال نہیں تھا نہ ہی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور خلافت میں بیت المال قائم ہوا۔

مالک بن اوس کا کہنا ہے: حضرت عمرؓ تین قسمیں کھایا کرتے تھے۔ (۱) وہ کہا کرتے تھے اللہ کی قسم! بیت المال میں تمام مسلمانوں کا برابر حق ہے کسی کو کسی پر زیادہ حق نہیں اور نہ میں زیادہ حقدار ہوں۔ (۲) اللہ کی قسم! غلاموں کے علاوہ کسی بھی مسلمان کو محروم نہیں کیا جائے گا۔ البتہ تقسیم میں کتاب اللہ اور سنت رسول کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ چنانچہ اسلام میں ابتلاء و آزمائش، اسلام لانے میں پہل کرنے والوں کو مقدم رکھا جائے گا۔ (۳) اللہ کی قسم! صنعاء یمن کے پہاڑوں میں بکریاں چرانے والے چرواہے کو بھی اس کا حق پہنچ کر رہے گا۔

موسیٰ بن علی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: حضرت عمرؓ نے جابیہ کے مقام پر لوگوں سے خطاب میں فرمایا: جن لوگوں کو قرآن کریم سے متعلق کچھ پوچھنا ہو وہ ابی بن کعبؓ سے دریافت کریں، جو میراث کے متعلق معلومات چاہے وہ زید بن

ثابتؓ کے پاس جائے اور جس کو فقہ کے متعلق مسائل پوچھنا ہوں وہ معاذ بن جبلؓ کی خدمات حاصل کرے۔ اور جس کو مال کے متعلق کچھ معلومات مطلوب ہوں اس کو چاہئے کہ مجھ سے رابطہ کرے اللہ تعالیٰ نے مجھے خازن اور قاسم بنایا ہے۔ اور میں مال کی تقسیم میں سب سے پہلے حضرات ازواج مطہراتؓ کو ان کے بعد مہاجرین اولین کو حیثیت دوں گا، میں اور میرے ساتھی مکہ سے نکالے گئے تھے۔ پھر حضرات انصار کرام کو دوں گا کہ جنہوں نے حضور ﷺ اور ان کے صحابہؓ کو اپنے گھر بار پیش کیے پھر ان لوگوں کا نمبر آئے گا جنہوں نے ہجرت میں پہل کی جو لوگ ہجرت میں تاخیر کئے رہے ان کا نمبر بھی تاخیر سے آئے گا اس میں وہ کسی کو ملامت نہ کریں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ عراق سے بہت سارا مال آیا، حضرت عمرؓ اس کو تقسیم کرنے لگے تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: امیر المؤمنین! اگر اس مال میں سے دشمن کے مقابلے اور تیاری کیلئے کچھ علیحدہ کر کے رکھ لیتے؟ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: لگتا ہے شیطان نے تیری زبان سے یہ کلمات جاری کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہمارے لئے کافی ہے اللہ کی قسم! میں کل کے لئے آج اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ لیکن میں دشمنوں کے لئے اسی طرح تیاری کروں گا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے تیاری کی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: ایک مرتبہ میں عراق سے پانچ لاکھ (درہم یا دینار) لیکر آیا اور حضرت عمرؓ کو پیش کیے، عشاء کی نماز ان کے ساتھ پڑھی۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ نے جب مجھے دیکھا تو میں نے آگے ہو کر سلام عرض کیا، سلام و کلام کے بعد فرمایا: تم کیا لیکر آئے ہو؟ میں نے عرض کیا، پانچ لاکھ فرمایا: سمجھ بھی رہے ہو تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا: ایک لاکھ، پھر ایک لاکھ، پھر ایک لاکھ، پھر ایک لاکھ پھر ایک لاکھ، اس طرح کر کے میں نے گن لیا، تو فرمایا: لگتا ہے تم نیم خوابی کی حالت میں ہو جاؤ، سو جاؤ، صبح آ جانا، صبح میں حاضر ہو تو فرمایا: کیا لیکر آئے ہو میں نے کہا: پانچ لاکھ۔ فرمایا: وہ پاک مال ہے؟ میں نے کہا مجھے اس کے سوا کوئی اور معلوم نہیں ہو رہا ہے۔ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: یہ عراق سے بہت سارا مال لیکر آئے ہیں مجھے مشورہ دو کہ میں ان کو گن گن کر تقسیم کروں، یا

پیمانے میں تول تول کر بانٹوں؟ تو ایک شخص نے کہا: محمی لوگ رجسٹر بنا کر اس میں حساب لگا کر تقسیم کرتے ہیں۔ تو آپ نے ایسا کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ حضرات مہاجرین کے لئے، پانچ ہزار انصار کے لئے چار ہزار اور حضرات ازواج مطہرات کے لئے بارہ ہزار مقرر فرمایا۔
(طبقات ابن سعد: ۲۰/۳)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں ابو موسیٰ اشعریؓ سے آٹھ لاکھ درہم لیکر حضرت عمر بن الخطابؓ کے پاس حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا، آٹھ لاکھ درہم لیکر آیا ہوں۔ فرمایا، شاید تجھے غلط فہمی ہو گئی ہے اسی ہزار درہم ہوں گے، میں نے ان کے سامنے شمار کر کے انہیں حوالہ کیا۔ رات کا وقت تھا سنا کہ یہ ساری رات حضرت عمرؓ نے پریشانی کے عالم میں گزاری، جب صبح ہوئی تو بیوی نے کہا: کیا بات ساری رات بے قراری کی کیفیت رہی؟ کہنے لگے: ابن خطابؓ کو کس طرح نیند آئے آج رات اتنا مال آیا جتنا پہلے کبھی نہیں آیا۔ اگر تقسیم سے پہلے عمرؓ کو موت آجائے تو عمرؓ ماخوذ ہوگا۔ کہ حد ارتکاح کی رسائی نہیں ہوئی۔ پھر مسجد نبوی تشریف لائے حضرات صحابہ کرامؓ جمع ہو گئے، آپؓ نے فرمایا: مال اتنا آیا ہوا ہے کہ اس سے پہلے کبھی اتنی مقدار میں مال نہیں آیا، مجھے مشورہ دو کہ میں اس کو کس طرح تقسیم کروں پیمانے کے حساب سے یا گن گن کر۔ حضرات نے مشورہ دیا۔ تول کر دینے میں سب کو پورا نہیں ہوگا۔ کیوں کہ مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی ہے۔ پھر فرمایا: یہ بھی مشورہ دو کہ ابتداء کن لوگوں سے کروں؟ بعض نے فرمایا: اپنی صوابدید کے مطابق شروع کیجئے بعض نے مشورہ دیا امیر المومنین! پہلے اپنی ذات سے ابتداء کیجئے فرمایا: نہیں! بلکہ پہلے حضرات اہل بیت، پھر الاقرب فالاقرب پھر دوسرے لوگ اس طرح آپؓ نے پہلے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کو پھر بنی عبدالمطلب پھر بنی نوفل بن عبد مناف کو دیا۔

ابن سیرینؒ نے لکھا ہے کہ اخفؓ کہتے ہیں: ایک مرتبہ ہم حضرت عمرؓ کے دروازے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک باندی وہاں سے گزری ہم نے کہا یہ امیر المومنین کی باندی ہے اس نے کہا: یہ امیر المومنین کی نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے مال میں سے ایک مال ہے۔ کیا یہ امیر المومنین کے لیے حلال ہے؟ ہماری گفتگو کے متعلق حضرت

عمرؓ کو پتہ چل گیا ہمیں بلا کر پوچھا: کہ تم نے کیا بات کہی ہے؟ ہم نے کہا ہم نے کوئی غلط بات نہیں کہی ہے ہم نے یہ یہ کہا ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: سن لو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ امیر المومنین کے لئے حلال ہے ایک جوڑا کپڑا سر دیوں کے لئے۔ ایک گرمیوں کے لئے حج و عمرہ پر جانے کے لئے ایک سواری میرے اور میرے گھر والوں کا نفقہ جو درمیا ہے خرچ کے مطابق ہے۔ باقی میں عام مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں، جوان کو ملے گا مجھے بھی ملے گا۔

ابن سعد نے محمد بن ابراہیم کے حوالے سے لکھا ہے حضرت عمرؓ روزانہ صرف دو درہم خرچ کرتے تھے، اور حج میں ایک سو اسی درہم خرچ کرتے۔

ابن سعد نے حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں مسلمانوں کے مال، جو میری تحویل میں ہے، کے ساتھ یتیم کے مال جیسا معاملہ کرتا ہوں اگر میرے پاس ذاتی مال آتا ہے۔ تو اس سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہوں۔ اگر مجبور ہو جاتا ہوں تو اس مال سے خرچ کرتا ہوں۔

حضرت عمرؓ یہ بھی فرمایا کرتے تھے، میری اور مسلمانوں کی مثال اس طرح ہے کہ کچھ لوگ سفر کے لئے نکلے ہوں اور اپنی رقم ایک آدمی کے پاس جمع کئے ہوئے ہوں اور اس سے کہہ رکھا ہو کہ اس کو ضرورت کے مطابق خرچ کرنا کیا یہ شخص اس مال کو اپنی ضرورت کے مطابق خرچ کر سکتا ہے؟ لوگوں نے کہا: یا امیر المومنین! خرچ کرنا اس کے لئے جائز نہیں ہے، فرمایا: بس میری مثال بھی ایسی ہے۔

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: جب قادسیہ اور دمشق فتح ہوئے اور وہاں کے اموال آ گئے، تو حضرت عمرؓ نے حضرات صحابہؓ سے مشورہ کیا، فرمایا: میں تاجر تھا اور میری مالی حالت درست تھی۔ مگر اب میں امور خلافت کی وجہ سے تجارت نہیں کر سکتا۔ اور کوئی کام بھی نہیں کر سکتا آپ لوگ مجھے بتادیں کہ میرے لئے اس مال میں سے کتنی مقدار میں لینا جائز ہے؟ لوگوں نے مختلف مشورے دیئے اور حضرت علیؓ خاموش رہے حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: آپ کچھ نہیں بولتے؟ فرمایا: آپ اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات میں معروف طریقہ کے مطابق خرچ کر سکتے

ہیں اس کے علاوہ کچھ خرچ کرنا آپ کے لئے جائز نہیں ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا: بس حقیقت یہی ہے جو ابن ابی طالبؓ نے فرمائی۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا، امیر المومنین! سرکاری مال میں سے آپ کے لئے کتنا استعمال کرنا جائز ہے؟ فرمایا: سال میں دو جوڑے ایک سردی اور ایک گرمی کے لئے حج و عمرہ کے لئے سواری جہاد وغیرہ کے لئے سواری۔

الربیع بن زیاد الحارثی نے کہا ہے کہ ایک مرتبہ میں وفد کے ساتھ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کوئی ثقیل چیز کھانے کی وجہ سے آپ بیمار تھے تکلیف ہو رہی تھی میں نے عرض کیا امیر المومنین! آپ سب سے زیادہ حق دار ہیں کہ بیت المال میں سے اچھا کھائیں اچھا پہنیں اور اچھے کپڑے استعمال کریں۔ حضرت عمرؓ لیٹے ہوئے تھے اٹھ کر بیٹھ گئے ان کے پاس ایک شاخ کا ٹکڑا تھا۔ اسے میرے سر پر مارا فرمایا: نہیں تجھے ایسا نہیں کہنا چاہئے تھا مجھے تجھ سے ایسا کہنے کی توقع نہیں تھی۔ سن لو میری مثال اس شخص کی سی ہے کہ چند مسافروں نے اپنے خرچ کے پیسے اس کے پاس جمع کئے ہوں۔ اور سفری اخراجات میں خرچ کرنے کا اختیار دے رکھا ہو۔ تم مجھے یہ بتاؤ کیا وہ شخص اس مال میں سے اپنی ضرورت کے لئے خرچ کر سکتا ہے؟ میں نے کہا نہیں فرمایا تو پھر میں کیسے خرچ کر سکتا ہوں؟ حضرت عمرؓ مؤذنین، ائمہ مساجد، معلمین اور قضاة کا نفقہ بیت المال سے دیا کرتے تھے۔

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمرؓ مدینہ کی گلیوں میں چکر لگا رہے تھے دیکھا ایک بچی کمزوری کی وجہ سے کبھی اٹھ کر چلتی اور کبھی گرتی ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ کمزور لاغر بچی کس کی ہے تم میں سے کوئی اس کو جانتا ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: امیر المومنین! یہ تمہاری اولاد میں سے ہے نہیں پہچانتے ہو؟ فرمایا: کون ہے؟ عبداللہ نے فرمایا: یہ میری فلاں بچی ہے فرمایا یہ (اس طرح) کمزور ولاغریوں ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: آپ کے پاس جو کچھ ہے اس میں سے اس کو نہیں ملتا فرمایا: میں دوسرے مسلمانوں کو جو دیتا ہوں اتنا تمہیں بھی ملتا ہے۔

واللہ! جو عام مسلمانوں کو ملتا ہے تمہیں بھی وہی ملے گا۔ چاہے آپ کے لئے پورا ہو یا نہ ہو۔ یہ میرے اور تیرے درمیان اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ ہے۔

حضرت عاصم بن عمرؓ کہتے ہیں: ایک مرتبہ صبح کی نماز کے بعد حضرت عمرؓ نے مجھے بلایا میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا وہ مسجد میں تشریف فرما تھے، اللہ تعالیٰ کی حمد و تعریف کے بعد فرمایا: میری تحویل میں جو مال ہے اس میں سے اپنے محد و نفقہ کے علاوہ لینا میرے لئے جائز نہیں ہے لہذا اس میں سے تجھے کچھ نہیں دے سکتا البتہ عالیہ کی کھجوروں کے پھل میں نے تجھے دیدیے، ان کو فروخت کر کے اس کی قیمت حاصل کر کے اپنی قوم کے کسی تاجر کے ساتھ مل کر مشترکہ تجارت کرو، اور اس سے اپنے اور اپنے اہل و عیال کا نفقہ نکال لو چنانچہ میں نے تعمیل حکم کر لیا۔

حضرت عاصم بن عمرؓ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے میرے لئے بیت المال میں سے صرف اتنا کھانا جائز و حلال ہے جتنا میں اپنے مال میں سے خرچ کرتا تھا۔ اس سے مزید خرچ کرنا میرے لئے حلال نہیں ہے۔

ناشرہ بن سہمی ایزنی کہتے ہیں: جابیہ کے مقام پر میں نے حضرت عمرؓ کو خطاب کے دوران فرماتے ہوئے سنا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے اس مال کا خازن اور قاسم مقرر فرمایا ہے اس کی تقسیم میں، ابتداء حضورؐ کی ازواج مطہراتؓ سے کروں گا۔ پہلے ان کو حصہ دوں گا۔ پھر آپؐ کے قریبی رشتہ داروں کو پھر دوسرے اشراف کو پھر اسلام میں قربانی دینے والوں کو دوں گا پھر اس میں سے حضرات ازواج مطہراتؓ کے لئے دس دس ہزار درہم مقرر فرمایا۔ اور مہاجر اصحاب بدر کے لئے پانچ پانچ ہزار انصار بدرین کے لئے چار چار ہزار درہم اور شہداء احد کے لئے تین تین ہزار درہم مقرر کئے پھر پہلے ہجرت کرنے والوں کو پہلے اور تاخیر کرنے والوں کو بعد میں دیا۔

حضرت مصعب بن سعدؓ سے روایت ہے: حضرت عمرؓ نے اہل بدر کے لئے چھ چھ ہزار اور حضرات ازواج مطہراتؓ کے لئے دس دس ہزار درہم مقرر فرمائے اور حضورؐ کی محبت کی وجہ سے حضرت عائشہؓ کے لئے دو ہزار کا مزید اضافہ

فرمایا۔ باقی مہاجرات کے لئے ایک ایک ہزار درہم مقرر فرمائے۔

امام زہریؒ کے بقول حضرت عباسؓ کے لئے دس ہزار مقرر کیا۔

حضرت ابوسلمہ ابن عبدالرحمنؓ کہتے ہیں: تقسیم مال کے سلسلے میں حضرات صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ تو حضرت عبدالرحمنؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے مشورہ دیا پہلے اپنے لئے مقرر فرمائیجئے پھر دوسروں کے لئے، فرمایا: نہیں تقسیم کی ابتداء آل رسولؐ سے کروں گا چنانچہ سب سے پہلے عم رسولؐ حضرت العباسؓ کے لئے مقرر کیا پھر بدری صحابہ کرامؓ کے لئے پانچ پانچ ہزار درہم دیے۔ احد اور حدیبیہ میں شریک ہونے والوں کو چار چار ہزار پھر درجہ بدرجہ تقسیم فرماتے گئے۔ حتیٰ کہ ان مجاہدین کے لئے حصص مقرر فرمائے جنہوں نے حضرت ابوبکرؓ کے دور خلافت میں مرتدین کی سرکوبی کی تھی پھر جنگ قادسیہ والوں کو پھر اہل شام اور یرموک میں حصہ لینے والوں کو دو دو ہزار عطا فرمائے۔

ابوسلمہ کی روایت کے مطابق حضرت عباسؓ کے لئے پچیس ہزار مقرر کرنا بھی آتا ہے اور حضرات بدریین کی عورتوں کے لئے پانچ پانچ ہزار اور ان کے بعد حدیبیہ میں شامل ہونے والوں کی عورتوں کے لئے چار چار ہزار ان کے بعد قحط میں مبتلا ہونے والوں کی عورتوں کے لئے تین تین ہزار اور پھر ان کے بعد دوسرے جہادوں حتیٰ کہ قادسیہ کے جہاد میں شریک ہونے والوں کی عورتوں کے لئے دو دو ہزار مقرر فرمائے۔ ان کے بعد والوں کے لئے برابری کے بنیاد پر عطا فرمایا۔ بدری حضرات اور دوسرے غزوات میں شریک ہونے والوں کے بچوں کے لئے ایک ایک سو عطا فرمایا حضرات ازواج مطہرات آپؐ نے دس دس ہزار مقرر فرمایا۔ اور حضرت عائشہؓ کے لئے مزید دو ہزار عطا کیے آپؐ نے لینے سے انکار کیا تو فرمایا: حضورؐ کے نزدیک آپؐ کی منزلت کی بنیاد پر دیا جا رہا ہے۔ وصول کیجئے۔

ابوسلمہ، محمد، المہلب، اور طلحہ کا کہنا ہے: ۵ھ میں جب اس طرح الاول فالاول کے اعتبار سے تقسیم فرمایا۔ تو صفوان بن امیہ اور سمیل بن عمروؓ کو قادسیہ والوں کے حصص کے برابر حصہ دیا۔ تو صفوان نے کہا میں یہ نہیں لوں گا۔ کیوں کہ حسب و نسب کے لحاظ

سے مجھ سے کم تر لوگوں کو مجھ سے زیادہ دیا گیا ہے مجھے یہ قبول نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ یہ تقسیم حسب کے لحاظ سے نہیں بلکہ اسلام میں اولیت اور جہاد میں سبقت کی بنیاد پر ہوئی ہے تو کہنے لگا تب ٹھیک ہے۔ اس کے وہ حقدار ہیں۔ یہ مجھے منظور ہے۔

سیف بن عبد الملک بن عمر سے روایت ہے، جب مدائن فتح ہوا۔ تو بہت سارا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ اس میں ایک انتہائی قیمتی کچھونا بھی تھا باقی مال تقسیم ہو گیا اور اس کی تقسیم سے اس کے ضائع ہونے کا امکان تھا کیوں کہ وہ بہت بڑا تھا کسریٰ والوں نے اس کو سردیوں کے لئے بنایا تھا اور اس پر بیٹھ کر شراب پیتے تھے اور اس میں پھول بوٹے اور درخت بنے ہوئے تھے۔ اس کی زمین سونے اور نقش و نگار چاندی وغیرہ کے تھے حضرت سعد نے حضرات صحابہؓ سے مشورہ کیا اور فرمایا اس کو کاٹا جائے تو اس کی افادیت ختم ہوگی اور ایسا بھی نہیں ہو سکتا کہ اس کو فروخت کیا جائے کیوں کہ کسی کے اندر اسکو خریدنے کی اہلیت نہیں البتہ ایسا کر سکتے ہیں کہ اس کو امیر المومنین کی صوابدید پر چھوڑ دیتے ہیں اور وہ اس کو جس مد میں رکھیں گے ہم راضی ہو جائیں تو تمام نے ہاں میں جواب دیا۔ چنانچہ وہ مدینہ پہنچایا گیا۔ حضرت عمرؓ نے اس کے متعلق حضرات صحابہؓ سے مشورہ کیا تو بعض نے کہا آپ ہی لے لیں۔ بعض نے کہا آپ اپنی رائے کے مطابق فیصلہ کریں حضرت علیؓ خاموش تھے۔ حضرت عمرؓ ان کی طرف متوجہ ہوئے تو فرمایا: امیر المومنین! آپ اپنے علم کو جہل، اور یقین کو شک کیوں بناتے ہیں۔ دنیا سے آپ کو اتنا استفادہ کرنا چاہئے جو عطا کر کے ختم کریں پہن کر پرانا کر دیں اور کھا کر ختم کریں اس سے زیادہ نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: آپ نے سچ کہا: پھر اس کو تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ تو اس کا ٹکڑا حضرت علیؓ کے حصے میں بھی آیا جس کو فروخت کر کے بیس ہزار درہم وصول کیے۔

ابوداؤد کہتے ہیں: ابن زیاد نے مجھے بیت المال کا نگران مقرر کیا تھا۔ ایک دن ایک شخص ابن زیاد کی پرچی لیکر آیا کہ صاحب مطبخ کو آٹھ سو درہم دید و میں نے اس سے کہا ابھی ٹھہر جاؤ! میں سیدھا ابن زیاد کے پاس گیا۔ اور اس سے کہا: حضرت عمرؓ نے حضرت

عبداللہ بن مسعودؓ کو قضا اور بیت المال کے عہدے عطا فرمائے تھے عثمان بن الاحف کو فرات کی زمینوں کا نگران اور حضرت عمار بن یاسرؓ کو نماز اور فوج کا نگران مقرر فرمایا تھا۔ ان سب حضرات کے لئے صرف ایک بکری یومیہ وظیفہ مقرر فرمایا تھا جس میں نصف حصہ اور پائے حضرت عمارؓ کے لئے، ایک چوتھائی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے لئے، جبکہ ایک چوتھائی حضرت عثمانؓ کے لیے مقرر کیا۔ اور آپ نے ایک باورچی کو اتنا زیادہ دے دیا بن زیاد نے مجھ سے بیت المال کی چابی لیکر کہا: جاؤ جہاں چاہتے ہو چلے جاؤ۔

مظالم سے ڈرنا اور قصاص کے لئے خود کو پیش کرنا:

الاحنف بن قیسؓ کہتے ہیں ایک مرتبہ ہم ایک عظیم فتح کی خبر لیکر وفد کی صورت میں حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے پوچھا: کہاں ٹھہرے ہوئے ہو ہم نے کہا فلاں مقام پر حضرت عمرؓ ہمارے ساتھ ہماری سواریوں کے مقام پر تشریف لائے سواریوں پر نظر دوڑا کر فرمایا: ان کے متعلق تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے ہو ان جانوروں کا بھی تم لوگوں پر حق ہے، ان کو آزاد چھوڑ دیتے تاکہ گھاس وغیرہ چر لیتے ہیں نے عرض کیا: امیر المومنین! ہم چونکہ ایک عظیم فتح کی خوشخبری لیکر آئے تھے۔ ہم جلدی سے امیر المومنین اور مسلمانوں کو خوش کرنے کی غرض سے ان کو باندھ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اس کے بعد واپس چلے راستے میں ایک شخص سامنے آیا کہنے لگا: امیر المومنین! فلاں شخص نے میرے ساتھ ظلم کیا ہے چلیے میرے ساتھ میری مدد کیجئے حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں درہ تھا اس سے اس کے سر کو دبا کر نیچے کر دیا۔ اور فرمایا: میں مسلمانوں کے اہم امور میں مشغول ہوتا ہوں اور تم آ کر کہتے ہو آ میری مدد کرو، وہ بڑا کر چلا گیا۔ حضرت عمرؓ نے اس کو بلایا اس پر خوف طاری ہو گیا۔ جب وہ قریب آیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ یہ لودرہ اس سے میرے سر پر مار کر اپنا بدلہ لے لو اس نے کہا۔ میں نے اللہ کے لئے اور آپ کے لئے معاف کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: متعین کرو کہ کس لئے معاف کیا۔ اللہ کے لئے یا میرے لئے کہنے لگا: اللہ کے لئے۔ فرمایا:

اب چلے جاؤ۔ حضرت عمرؓ وہاں سے سیدھا گھر آئے، ہم آپ کے ساتھ آپ کے گھر گئے گھر پہنچتے ہی نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے نفس کو مخاطب کر کے فرمایا: اے ابن خطاب! تو کم حیثیت تھا اللہ تعالیٰ نے تمہیں صاحب حیثیت بنایا۔ تو بے راہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو دولت اسلام سے نوازا ہدایت کی عظیم نعمت عطا فرمائی اور عزت سے نوازا پھر مسلمانوں کے امور کا ذمہ دار بنایا۔ اور تم، تم مدد طلب کرنے والوں کو مارتے ہو کل دربار الہی میں کیا جواب دو گے؟ اس طرح اپنے نفس کو مسلسل کوستے رہے مجھے یقین ہو گیا وہ روئے زمین پر تمام انسانوں سے بہتر انسان ہیں۔

حضرت سلمہؓ فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ میں بازار میں جا رہا تھا حضرت عمرؓ میرے پاس سے گذرے آپ کے ہاتھ میں درہ تھا، درے سے مجھے مار کر کہا راستے کے ایک طرف ہو کر چلو۔ درہ مجھے نہیں لگا۔ صرف میرے کپڑے کے ایک کونے کو لگ کر گذر گیا۔ میں ایک طرف کو ہو گیا۔ آپ چلے گئے، بات ختم ہو گئی۔ پورے ایک سال کے بعد پھر بازار میں میری ان سے ملاقات ہوئی تو فرمایا۔ اے سلمہ! تم حج کو جانا چاہتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں، یا امیر المومنین! پھر میرا ہاتھ پکڑ کر ادھر اپنے گھر لے گئے، اور ایک تھیلہ نکالا جس میں چھ سو درہم تھے مجھے عطا کر کے فرمایا ان کو اپنی ضروریات میں استعمال کرو اور یہ ذہن میں رکھو کہ پچھلے سال بازار میں میرا درہ تجھے لگا تھا یہ اس کا عوض سمجھو میں نے عرض کیا۔ یا امیر المومنین! یہ بالکل میرے ذہن سے محو ہو گیا تھا۔ آپ نے ابھی یاد دلایا، فرمایا: اللہ کی قسم! میں اس کے بعد اس کو بھولا نہیں۔ حضرت عاصم بن عبد اللہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمرؓ مکہ کے راستے میں ایک درخت کے نیچے قیلولہ فرما رہے تھے گرمی کی دھوپ پڑی جس کی وجہ سے چادر کو سر کے اوپر لیا اور اٹھ کھڑے ہو گئے اتنے میں قریب سے ایک شخص نے آواز دی، امیر المومنین! کیا آپ ایک شخص کی مدد کریں گے جس کو اس کی ضرورت نے محبوس کر لیا ہے اور وہ طویل انتظار کرتا رہا ہے؟ فرمایا: کس نے اس کو محبوس کیا ہے؟ کہنے لگا: آپ نے آپس میں تو تو میں میں ہو گیا حتیٰ کہ معاملہ این جا رسید کہ حضرت عمرؓ نے اس کو درے سے مارا۔ اس نے کہا: آپ نے میرے متعلق جلد بازی سے کام لیا۔ اگر میں

مظلوم تھا تو آپ میرا حق مجھے واپس لوٹا دیتے اگر ظالم تھا مجھے ظلم سے باز رکھتے۔ تو حضرت عمرؓ نے درہ اس کے ہاتھ میں دیکر فرمایا اپنا بدلہ لے لو، اس شخص نے کہا: میں بدلہ نہیں لیتا فرمایا: تم ضروریہ عمل کرو، جیسا کہ ایک منصف اپنا حق وصول کرتا ہے۔ اس نے کہا: میں نے معاف کر دیا۔

سالم بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو کوئی غلطی کرتے ہوئے دیکھ کر اس کو ایک درہ رسید کیا۔ اس نے کہا: امیر المومنین! اگر میں نے درست کام کیا ہے تو آپ کا یہ عمل مجھ پر ظلم ہے اگر مجھ سے غلطی ہوئی ہے تو آپ مجھے تنبیہ کرتے اور آپ نے سکھانے سے پہلے مارا حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم نے سچ کہا: میرے لئے معافی کی دعا کرو، اور یہ لو، اپنا بدلہ لے لو، اس نے کہا: میں نے اللہ کے لئے معاف کر دیا، اللہ تعالیٰ مجھے بھی معاف فرمادے اور آپ کو بھی۔

عمار بن خزیمہ بن ثابت کہتے ہیں: حضرت عمرؓ اگر کسی کو کسی علاقے کا حکمران مقرر فرماتے تو ایک معاہدہ نامہ لکھتے (اس پر ایک بڑی جماعت کو گواہ بناتے) کہ وہ گھوڑے پر سوار نہیں ہوگا نفیس کھانا نہیں تناول کرے گا۔ اپنے دروازے کو ضرورت مند مسلمانوں کے لئے بند نہیں کرے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے اللھم اشھد۔

عمرہ بن مرہ سے روایت ہے۔ حضرت عمرؓ امراء کو خط لکھتے کہ اے امراء کی جماعت رعایا پر تمہارا حق ہے اور رعایا کا تم پر حق ہے سن لو۔ بردباری سے بڑھ کر کوئی چیز اللہ کو پسند نہیں اور نہ ہی اس سے بڑھ کر کوئی چیز نافع ہے خصوصاً حکمرانوں کے لئے۔ اور حکمران کی جہالت اور اس کی ترش و کرخ طبیعت سے بڑھ کر کوئی چیز ضرر رساں نہیں ہے اور یہ بھی گوش گزار رکھیں کہ کسی کے لئے عافیت و آرام چاہنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نزول راحت و عافیت کا باعث بنتا ہے۔

حضرت سعید بن مسیبؓ کہتے ہیں: حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے میرے کسی عامل کی طرف سے کسی پر ظلم کرنے کی مجھے اطلاع پہنچے اور میں اس عامل کو سبکدوش نہ کروں تو گویا میں نے اس پر ظلم کیا۔

عیاض الاشعری کہتے ہیں: جب شام کے فتح ہونے کی اطلاع آئی تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابو موسیٰؓ الاشعریؓ کو بلا کر فرمایا: اپنے کاتب کو بلا کر مسجد میں تمام مسلمانوں کے سامنے پڑھو! ابو موسیٰؓ اشعریؓ نے فرمایا: میرا کاتب نصرانی ہے۔ مسجد میں نہیں داخل ہو سکتا فرمایا: نصرانی سے کیوں لکھوایا؟

اشق کہتا ہے میں نصرانی تھا اور حضرت عمرؓ کا غلام تھا۔ حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا مسلمان ہو جاؤ تاکہ بعض اسلامی امور میں تم سے ہم کام لیں گے غیر مسلموں سے مسلمانوں کے معاملات میں کام لینا ہمارے لئے مناسب نہیں ہے۔ میں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا۔ تو مجھ کو آزاد کر کے فرمایا۔ جہاں جانا چاہتے ہو چلے جاؤ۔

الاحنف بن قیس کہتا ہے، میں عمرؓ کے پاس آیا۔ تو انہوں نے ایک سال تک مجھے اپنے پاس روکے رکھا ایک سال مکمل ہونے کے بعد فرمایا: احنف! میں نے ایک سال کے اندر تجھے آزمایا تیرے ظاہری اعمال درست ہیں میں امید رکھتا ہوں باطن بھی درست ہوگا، ہم یہ جانتے ہیں اس امت کے لئے پڑھا لکھا منافق سخت ہلاکت خیز ہوگا۔ اور تجھے معلوم ہے ہم نے تم کو ایک سال کیوں محبوس رکھا؟ ہم نے تجھے اس لئے محبوس کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں پڑھے لکھے منافق سے ڈرایا کرتے تھے اب ہمیں معلوم ہوا کہ آپ منافق نہیں ہیں۔

عبدالرحمن ابن سابط سے روایت ہے ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا کہ بعض لوگ ان کے مقرر کردہ حکمرانوں کی اطاعت نہیں کرتے حضرت عمرؓ نے ان لوگوں کو اور حکمرانوں کو اپنے پاس بلایا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: اے رعیت! ہمارے کچھ حقوق تم پر لازم ہیں وہ یہ ہیں (۱) ہماری خیر خواہی کرنا۔ (۲) خیر کے امور میں ہماری معاونت کرنا ہے۔ اور حکمرانوں کو مخاطب کر کے فرمایا: اے حکمرانو! رعایا کے بھی تمہارے اوپر حقوق ہیں۔ یقین کرو حلم و بردباری سے بڑھ کر کوئی چیز اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ خصوصاً امام وقت اور حکمرانوں کی بردباری نہایت ہی نفع ہے، اور جہالت و تند خوئی اللہ کو بہت زیادہ ناپسند ہے اور یہ بات خوب اچھی طرح جان لو کہ دوسروں کے آرام و عافیت کا خیال کرنا اپنی عافیت و آرام کا باعث ہوتا ہے۔

محمد بن دثار کہتے ہیں: حضرت عمرؓ نے ایک شخص سے استفسار کیا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں دمشق کا قاضی ہوں، فرمایا: کس طرح فیصلے کرتے ہو؟ کہنے لگا: کتاب اللہ کے مطابق فیصلے کرتا ہوں، فرمایا: اگر کوئی کتاب اللہ میں تمہیں نہ ملے تو کیا کرتے ہو؟ کہنے لگا تو پھر سنت رسول ﷺ کی روشنی میں اپنے فیصلے کو بیان کرتا ہوں، فرمایا اگر اس میں بھی نہ ملے تو؟ کہنے لگا: اجتہاد کرتا ہوں اور اہل الراۓ ہم مجلس حضرات سے مشورہ کرتا ہوں، فرمایا: بہت اچھا پھر فرمایا اگر کرسی عدالت پر بیٹھ جاؤ تو اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرو، اے اللہ! علم کی روشنی میں فیصلہ کرنے، غضب و رضاء ہر دو حالت میں عدل و انصاف کرنے کی توفیق کا تجھ سے خواستگار ہوں۔ گفتگو کے بعد وہ شخص چلا گیا تھوڑی دیر بعد واپس آیا حضرت عمرؓ نے پوچھا: کیوں واپس آ گئے؟ کہنے لگا میں نے دیکھا سورج اور چاند آپس میں لڑ پڑے ہیں اور ہر ایک کے پاس ستاروں کی ایک فوج ہے حضرت عمرؓ نے پوچھا: تو پھر آپ نے کس کا ساتھ دیا؟ کہنے لگا میں چاند کے ساتھ تھا حضرت عمرؓ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ فَمَحَوْنَا آيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ
النَّهَارِ مُبْصِرَةً۔

ترجمہ: ”اور ہم نے رات اور دن دو نمونے بنادیں اور پھر رات کے نمونے کو دھندلا کر دیا اور دن کا نمونہ نظر آنے کے لئے روشن کر دیا“

لہذا تو آئندہ کسی عہدے پر مقرر نہیں ہو سکتا۔

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں: حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے اہل کوفہ نے بڑا تنگ کر رکھا ہے اگر کسی نرم آدمی کو ان پر امیر مقرر کرتا ہوں تو وہ اس کو کمزور سمجھتے ہیں اور کسی سخت آدمی کو مقرر کرتا ہوں تو اس کی شکایت کرتے پھرتے ہیں۔ میں چاہ رہا ہوں کہ مضبوط و قوی امانتدار شخص ملے۔ اس کو کوفہ کا عامل مقرر کروں؟ ایک شخص نے کہا: امیر المؤمنین! میری نظر میں اس کے لئے ایک انتہائی موزوں شخصیت موجود ہے فرمایا: وہ کون ہے؟ کہنے لگا: عبداللہ بن عمرؓ فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کر دے تو نے صحیح مشورہ نہیں دیا۔

عاصم بن بہدلہ سے روایت ہے حضرت عمرؓ ایک مرتبہ احباب کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے ایک آدمی نے پاس سے گذرتے ہوئے کہا: ”ویل لك يا عمر من النار“ عمر! تیرے لئے آگ کا عذاب ہو۔ ایک شخص نے کہا: امیر المؤمنین! اسے بلا کر پوچھ لیتے اس نے یہ جملہ کیوں کہہ دیا، اس پر اس کو سزا دیتے، حضرت عمرؓ نے فرمایا: اس کو بلا لاؤ، وہ قریب آیا حضرت عمرؓ نے کہا: میرے لئے ”ویل من النار“ کیوں ہے؟ کہنے لگا کیوں کہ تم عامل مقرر کرتے ہو اور ان کے لئے شرائط بھی مقرر کرتے ہو اور وہ ان شرائط کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور تم ان سے پوچھ گچھ تک نہیں کرتے ہو فرمایا: کیوں کیا ہوا؟ کہا! آپ کا مقرر کردہ مصر کا عامل آپ کی کسی شرط پر بھی عمل نہیں کرتا حضرت عمرؓ جب عامل مقرر کرتے تو اس کو تاکید کرتے کہ کسی سواری پر سوار نہ ہوگا، موٹا لباس استعمال کرے گا۔ اور نرم غذا تناول نہیں کرے گا اور ضرورت مندوں کے لئے اپنے دروازہ بند نہیں کرے گا۔ حضرت عمرؓ نے دو آدمیوں کے ذمہ لگایا کہ وہ مصر جا کر خفیہ معلومات کریں کہ ان کے متعلق جو شکایات ہیں وہ واقعہ درست ہیں یا غلط ہیں فرمایا اگر شکایات غلط بھی ثابت ہوں تب بھی مجھے اطلاع دو اگر درست ثابت ہوں تو اس کا کوئی عذر سنے بغیر اس کو فوراً میرے پاس لے آؤ، چنانچہ وہ لوگ گئے۔ معلومات کرنے پر پتہ چلا کہ واقعہ ان کے متعلق شکایات مبنی برحقیقت ہیں۔ اور تصدیق کرنے کے لئے اس کے گھر گئے دروازہ پر دستک دی تو دربانوں نے کہا، ان کے پاس جانے کی اجازت نہیں ہے۔ انہوں نے کہا ہم ان سے ضرور ملنا چاہتے ہیں۔ ہر حالت میں ان سے ملاقات کرنا ہماری مجبوری ہے پھر بھی اجازت نہیں ملی۔ تو انہوں نے کہا اگر ملاقات کا وقت نہیں دیگا تو ہم اس دروازے کو جلا ڈالیں گے ان میں سے ایک تو آگ بھی لیکر آ گیا۔ اس کو اطلاع ہوئی باہر آیا انہوں نے کہا: ہم امیر المؤمنین کے فرستادہ ہیں۔ آپ کو لینے کے لئے آئے ہوئے ہیں اس نے تھوڑے پس و پیش سے کام لینے کی کوشش کی مگر وہ لوگ نہ مانے۔ اس کو لیکر حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوئے تو حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا: تم کون ہو؟ کہنے لگا: میں مصر کا گورنر ہوں۔ وہ دیہاتی آدمی تھا۔ مصر کے پڑتیش ماحول اور خوشحالی سے فائدہ اٹھا کر اچھا خاصا صحت مند اور سفید ہو گیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں نے تم کو مصر کا گورنر

مقرر کر کے کچھ حکم دیا تھا کہ اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔ مگر تم نے ان میں سے کسی ایک حکم پر بھی عمل نہیں کیا۔ اب اس پر تم سزا کے مستحق ہو۔ تمہیں ضرور سزا ملنی چاہیے۔ پھر ایک لاٹھی اور ایک آگے سے کھلی ہوئی قمیص منگوائی، اور فرمایا! جاؤ سرکاری بکریوں میں سے کوئی تین سو کے قریب بکریاں لے آؤ، بکریاں لائی گئیں، حضرت عمرؓ نے وہ قمیص اور لاٹھی اسے دیکر فرمایا: یہ قمیص پہن لو اور لاٹھی ہاتھ میں لیکر فلاں مقام پر لے جا کر یہ بکریاں چرایا کرو، یہ کام تمہارے لئے بہتر ہے، اور یہ جبہ تیرے باپ کے جبے سے کئی گنا بہتر ہے۔ سخت گرمی کا زمانہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: سمجھ گیا جو کچھ میں کہہ رہا ہوں؟ تین مرتبہ یہ الفاظ دہرائے تیسری مرتبہ جب فرمایا تو اس نے خود کوزمین پر ڈال دیا۔ اور کہنے لگا: واللہ میں ہرگز اس کی طاقت نہیں رکھتا یہ میرے بس کی بات نہیں۔ چاہو میری گردن اڑادو، حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر میں تم کو دوبارہ اس عہدے پر برقرار رکھوں تو کیا تم آدمی بنو گے؟ اس نے کہا تب تو آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔ حضرت عمرؓ نے اس عہدے پر اس کو برقرار رکھا اس کے بعد وہ سب سے بہتر حکمران ثابت ہوئے۔

المصنف نے روایت کیا ہے ایک دفعہ حضرت عمرؓ ایک شخص کو حکمران بنا کر معاہدہ نامہ لکھ کر ایک شخص کو عطا کیا۔ اتنے میں ان کی اولاد میں سے کوئی آکر ان کے پاس بیٹھ گیا۔ حضرت عمرؓ نے اس کو اٹھا کر گود میں بٹھالیا۔ تو اس شخص نے کہا میں نے اس طرح اپنے بچے کو کبھی بھی گود میں نہیں لیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے رحم کی صفت کو اٹھالیا ہے تو میں کیا کروں؟ اللہ تعالیٰ رحم دل لوگوں پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے پھر وہ معاہدہ نامہ اس کے ہاتھ سے واپس لیکر اس کو معطل کر دیا۔

ابو عثمانؓ کا قول ہے کہ: حضرت عمرؓ نے قبیلہ بنو اسد کے ایک شخص کو کسی علاقہ کا حکمران مقرر فرمایا وہ ملنے کے لئے حاضر ہوا۔ حضرت عمرؓ کا ایک بچہ ان کے پاس حاضر ہوا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے پیار کیا اور بوسہ دیا۔ اس نے کہا: امیر المومنین! آپ بوسہ دیتے ہیں؟ اللہ کی قسم! میں نے کبھی بھی اپنے کسی بچہ کو بوسہ نہیں دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: پھر تو تو حکمران بننے کا اہل نہیں ہے تو لوگوں کے ساتھ رحم کا معاملہ نہیں

کرے گا لہذا تو حکمران نہ بن یہ کہہ کر معاہدے کو منسوخ کر دیا۔

زید بن وہب کہتا ہے: حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں فوج کا ایک دستہ جہاد کے لئے چل پڑا چلتے چلتے ایک نہر کے پاس پہنچے نہر پر پل نہیں تھا مگر اسے عبور کرنا ضروری تھا امیر لشکر نے ایک آدمی سے کہا: اس کے اندر گھس کر دیکھو کہ اس کو عبور کیا جانا ممکن ہے؟ سخت سردی کا زمانہ تھا اس نے کہا: اگر میں اس میں غوطہ لگاؤں گا تو سردی کی وجہ سے مر جاؤں گا۔ امیر جیش نے اس کو غوطہ لگانے پر مجبور کیا۔ تو وہ اس کے اندر گھس گیا۔ اور یا عمارہ یا عمارہ! اے عمر! اے عمر! کہہ کر اندر چلا گیا۔ اور ہلاک ہو گیا۔ جس وقت حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع ہوئی اس وقت وہ مدینہ کے بازار میں تھے فرمایا: والی بیکہ، میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں۔ چنانچہ امیر الجیش کو بلا بھیجا اور امارت سے اس کو سبکدوش کر دیا اور اس سے کہا: اگر رواج پڑنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں تجھ سے قصاص بھی لیتا۔ آئندہ تم کسی بھی عہدے پر کبھی بھی کام نہیں کر سکتے ہو۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ فرمایا: اگر میں زندہ رہا تو رعایا کی خبر گیری کے لئے پوری مملکت میں ایک سال کے لئے دورہ پر نکلوں گا۔ کیوں کہ دور کی رعایا کو مجھ تک رسائی نہیں ہوتی اور عمال حضرات ان کی شکایات مجھ تک پہنچاتے نہیں۔ میں جانتا ہوں لوگوں کی ضروریات اور مسائل ہیں میں دو مہینے شام میں گزاروں گا۔ پھر مصر چلوں گا، دو مہینے وہاں قیام کروں گا۔ پھر بحرین کی طرف نکلوں گا، دو مہینے وہاں رہوں گا، پھر کوفہ کی طرف کوچ کروں گا دو مہینے کا قیام وہاں ہوگا۔ پھر بصرہ میں دو مہینہ رہ کر واپس آؤں گا۔

بدعت کی سخت مخالفت اور سنت پر عمل:

حضرت عمرؓ نے فرمایا: ایک مرتبہ میں نماز پڑھ رہا تھا ہشام بن حکیم کو سوراہ فرقان کی تلاوت کرتے ہوئے سنا، کچھ حروف کو اس نے اس طرح نہیں پڑھا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے مجھے پڑھایا تھا میری دانست میں وہ غلط تھا، میں چاہ رہا تھا کہ اس پر اس کی سرزنش کروں مگر میں نماز میں تھا، نماز سے فارغ ہو کر میں نے اس کو پکڑا اور کہا: اس

طرح کس نے تمہیں پڑھایا: کہنے لگا، رسول اللہ ﷺ نے میں نے کہا تم جھوٹ بول رہے ہو، رسول اللہ ﷺ نے تمہیں اس طرح نہیں پڑھایا میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گیا۔ اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے اس کو سورۃ الفرقان پڑھائی ہے۔ مگر یہ فلاں فلاں حروف کو اس طرح نہیں پڑھ رہا ہے جس طرح آپ نے مجھے پڑھایا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہشام سے فرمایا: پڑھو کس طرح پڑھتے ہو۔ چنانچہ وہ جس طرح پڑھتا تھا۔ اسی طرح پڑھا سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہکذا انزلت“ اسی طرح نازل ہوا پھر مجھ سے فرمایا: عمر! تم پڑھو، میں نے بھی پڑھا: تو فرمایا ”ہکذا أنزلت“ پھر فرمایا: ان القرآن انزل علی سبعة احرف“ قرآن کریم سات حرفوں (طریقوں) پر نازل ہوا ہے۔ عابس بن ربیعہ کہتا ہے، میں نے عمرؓ کو دیکھا کہ انہوں نے حجر اسود کی طرف دیکھ کر فرمایا اگر میں رسول اللہ ﷺ کو تمہیں بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا تو بوسہ نہ دیتا یہ کہہ کر حجر اسود کو بوسہ دیا۔

عبداللہ بن سرجسؓ کا کہنا ہے کہ: حضرت عمرؓ جب حجر اسود کا استلام کرتے تو فرماتے میں خوب جانتا ہوں تم ایک پتھر ہو فائدہ پہنچا سکتے ہو نہ نقصان۔ میں اگر رسول اللہ ﷺ کو استلام کرتے ہوئے نہ دیکھتا تو تیری تقبیل نہ کرتا۔ (مسند احمد: ۱۱/۲۴۱ مسلم: کتاب الحج، ابوداؤد الطیالسی)

حضرت ابوسعید الخدریؓ کہتے ہیں: حضرت عمرؓ نے مسند خلافت کو رونق بخشنے کے بعد پہلا حج جو کیا اس میں، میں بھی شریک تھا۔ آپؓ نے حجر اسود کے قریب پہنچ کر اس کو بوسہ دیا استلام کیا۔ پھر فرمایا: میں جانتا ہوں تم ایک پتھر ہو۔ نقصان پہنچا سکتے ہو نہ فائدہ اگر میں رسول اللہ ﷺ کو تقبیل کرتے نہ دیکھتا تو میں کبھی تجھے بوسہ نہ دیتا اور استلام نہ کرتا حضرت علیؓ نے یہ کلمات سن کر فرمایا: کیوں نہیں یا امیر المومنین! یہ نفع و نقصان دے سکتا ہے اگر قرآن کے معانی میں غور کریں گے تو آپؓ سمجھ جائیں گے جو کچھ میں آپؓ سے کہہ رہا ہوں ارشاد خداوندی ہے:

”وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ
وَإِشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ

شَهِدْنَا أَنْ تَقُومَ الْيَوْمَ الْقِيَامَةَ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ ۝

(۱۱۱: اعراف: ۱۷۲)

ترجمہ: ”اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان کی جانوں پر اقرار کرایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں انہوں نے کہا ہاں ہے ہم اقرار کرتے ہیں کہیں قیامت کے دن یہ کہنے لگو کہ ہمیں تو اس چیز کی خبر نہ تھی“

جب تمام لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اپنی بندگی کا اقرار کیا تو اس اقرار کو لکھ کر اس پتھر کے اندر ڈال دیا گیا ہے۔ قیامت کے دن اس کو اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہونگی اور زبان ہوگی۔ اور جو اس معاہدے کی پاسداری کرے گا اس کے لئے گواہی دے گا۔ وہ اس مقام پر اللہ کا امین ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ابوالحسن! اللہ تعالیٰ مجھے اُس زمین میں زندہ نہ رکھے جس میں تم نہ ہو۔

ابوسعید الخدریؓ کہتے ہیں: حضرت عمرؓ نے حجر اسود کو اس طرح خطاب اس لئے کیا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اس کو چھوتے اور اس کی عبادت کرتے۔ اس لیے فرمایا: میں اس کو اس لئے ہاتھ لگاتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا۔

نافع نے کہا: جس درخت کے نیچے بیٹھ کر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے بیعت رضوان لی تھا لوگ اس کے نیچے جا کر نماز پڑھنے لگے، حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس سے منع کیا اور اس درخت کو کٹوا دیا۔

معمر بن سويد سے روایت ہے: ایک مرتبہ ہم حضرت عمرؓ کے ساتھ حج کے لئے گئے ایک مقام پر پہنچ کر فجر کی نماز پڑھائی اور اس میں سورہ بقرہ اور سورہ قمر کی تلاوت کی، نماز سے فارغ ہو کر قافلہ چل پڑا تھوڑی دیر چلے تھے ایک مسجد نظر آ گئی۔ لوگ اس میں نماز پڑھنے کے لئے تیزی سے آگے بڑھے۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا اس مسجد میں آپ ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ فرمایا اہل کتاب تو اس طرح ہلاک ہوئے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کے نشانات کو عبادت گاہ بنالیا۔ جس کو یہاں نماز کا وقت پیش آ جائے تو پڑھ لے اگر

نماز کا وقت نہ ہو تو اپنا سفر جاری رکھے۔

حضرت غزہ سے روایت ہے کہ: ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے دوران خطاب ارشاد فرمایا: سنتوں پر عمل کرنے کے بجائے اپنی رائے پر عمل کرنے والے سنت کے دشمن ہیں۔ حدیثوں کو یاد کرنے سے بچنے کے لئے اپنی آراء پر عمل کرتے ہیں اور سنت کے خلاف مسئلہ بتا کر خود بھی گمراہ ہوتے ہیں دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں خوب غور سے سن لو، ہم آپؐ کی تابعداری و پیروی کریں گے۔ اپنی طرف سے کوئی نئی چیز نہیں گھڑیں گے۔

حضرت میمونؓ فرماتے ہیں: ایک شخص نے حضرت عمرؓ کے پاس آ کر کہا: امیر المومنین! ہم نے جب مدائن فتح کیا تو اس وقت ایک کتاب ملی تھی جس میں عجیب عجیب باتیں تھیں اور اچھا کلام تھا۔ فرمایا: کتاب اللہ میں سے تھا! کہنے لگا: نہیں، حضرت عمرؓ نے درہ منگوا کر اس کو ایک درہ رسید کیا۔ اور فرمایا: تم سے پہلے لوگ بھی اسی طرح ہلاک ہو گئے کہ اپنے علماء کی کتابوں کو پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں کو پس پشت ڈال دیا۔ حتیٰ کہ اس کے پڑھنے پڑھانے کو بھی ترک کر دیا۔ اس وجہ سے وہ علوم بھی ختم ہو گئے جبکہ تمہارے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے پھر آیت تلاوت فرمائی:

”الرَّايِلَكَ آيَةُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا

أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَذَا الْقُرْآنَ وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمَنَّ

الْغَافِلِينَ“

(یوسف: ۳-۱)

حضرت اسلمؓ کہتے ہیں: حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے طواف قدم میں شروع کے چکروں میں جو ہم رمل کرتے ہیں اور کندھے کو ننگا کر کے ہلا ہلا کر چلتے ہیں اب اس کا کیا مطلب ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ دیا ہے۔ وہاں کفار کا وجود ہی نہیں ہے۔ مگر ہم اس لئے کرتے ہیں کہ آپؐ نے ایسا کیا ہے یہ ہم آپؐ کی تابعداری میں کرتے ہیں۔

السائب بن یزید سے روایت ہے ایک شخص نے حضرت عمرؓ کے پاس آ کر عرض کیا یا امیر المومنین! ہماری ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جو قرآن کریم کی تاویلات

کے بارے میں دریافت کرتا پھرتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے دعا کی یا اللہ! اس کی ملاقات مجھ سے کر دیجئے چنانچہ وہ ایک مرتبہ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے اتنے میں ایک شخص نے آکر ”وَالَّذَايَاتِ ذُرُّوْا فَالْحَمْلَتِ وَقُرْأً“ کی تاویل پوچھی وہ عمامہ پہنے ہوئے تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا: تم وہی ہو اس کے بعد اٹھے آستین چڑھائی اور درہ ہاتھ میں لیکر اس کو مارتے رہے۔ اور فرمایا: اس کا عمامہ اتار دو عمامہ اتار کر دیکھا کہ اس کے سر کے اوپر بال تھے۔ فرمایا اگر تیرے سر کے بال صاف ہوتے تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔ پھر حکم دیا۔ اس کو سواری پر بٹھا کر اس کے ملک لے چلو وہاں جا کر لوگوں کو جمع کر کے انہیں بتاؤ ضلیع نے علم غلط طریقے سے حاصل کرنے کی کوشش کی ذلیل ہو گیا۔

یزید بن ہارون کی روایت کے مطابق حضرت عمرؓ نے اس کو بصرہ کی طرف بھیجے کا حکم دیا اور اہل بصرہ کو کہلا بھیجا کہ اس کے ساتھ مجالست اختیار نہ کرو اس سے دور دور رہو۔ ابو عثمان کہتے ہیں۔ وہ جہاں بھی آتا۔ اس کے آتے ہی لوگ متفرق ہو جاتے ایک سال اس طرح رہا لوگ اس سے دور رہنے لگے تو وہ سخت مشکل کا شکار ہو گیا۔ اور اپنے کردار سے رجوع کر کے توبہ کر لی۔ تو پھر اس کے ساتھ مجالست و مخالطت کی اجازت دی گئی۔ مگر اس کے نظریات سے بچے رہنے کا حکم دیا۔

امام الزہریؒ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ نے ضبیع التیمی کی کوحروف مقطعات کے متعلق تحقیق کرنے پر سرزنش کی اور اتنا مارا کہ اس کی پیٹھ سے خون جاری ہوا۔

نافع کہتا ہے: حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ طلحہ بن عبید کو رنگے ہوئے دو کپڑوں میں ملبوس دیکھ کر فرمایا: یہ کیا پہنے ہوئے ہو؟ عرض کیا: یہ بطور علاج کے کیا گیا ہے فرمایا: تم حضور ﷺ کے صحابہ ہو۔ لوگ تمہاری ہر حرکت کو دیکھ کر تمہاری اقتداء و پیروی کرتے ہیں۔

جمع قرآن:

حسن بصریؒ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ قرآن کریم کی ایک آیت کے متعلق دریافت کیا (ابو بکر صدیقؓ کے دور خلافت میں) تو بتایا گیا وہ فلاں شخص کے پاس لکھا ہوا موجود ہے تو ”انا للہ“ کہا، اور جمع قرآن کی طرف متوجہ ہوئے یحییٰ

بن عبدالرحمن کے بقول جب آپؓ نے جمع قرآن کا حکم دیا تو لوگوں سے کہا: جس کے پاس قرآن کی آیت بھی لکھی ہوئی موجود ہے وہ میرے پاس لیکر آئے لوگ اپنی اپنی بساط کے مطابق اس کو اوراق، تختوں، کھجور کے پتوں پر لکھے ہوئے تھے آپؓ کم از کم دو آدمیوں کی گواہی کے بغیر اسے قبول نہ کرتے۔

عبداللہ بن فضالہ کہتے ہیں: جب آپؓ نے جمع قرآن کا ارادہ فرمایا اس کے لئے کچھ لوگوں کو متعین فرمایا اور انہیں حکم دیا کہ کہیں کسی آیت کی لغت کے متعلق دورائے ہوں تو اس کو لغت مضر کے مطابق لکھو کیوں کہ یہ قبیلہ بنو مضر کے ایک شخص پر نازل ہوا۔

صاحب کتاب عرض کرتا ہے: حضرت عمرؓ نے احادیث کی تدوین کا بھی ارادہ فرمایا تھا پھر اس کے متعلق استخارہ کیا پورا ایک مہینہ استخارے کے بعد فرمایا مجھے ام سابقہ کا کردار یاد آ گیا کہ انہوں نے کتابیں لکھ کر کتاب اللہ کو ترک کر دیا تھا۔ اس لئے احادیث کو فی الحال جمع نہ کیا جائے۔

آپؓ کے خطوط:

ابو عثمان کہتا ہے: جس وقت ہم آذربائیجان میں تھے اس وقت حضرت عمرؓ نے ہمیں خط لکھا، تنعم سے بچتے رہو کافروں کے لباس اور ریشم پہننے سے احتراز کرو کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ریشمی لباس پہننے سے منع فرمایا ہے۔

ابو عثمان النہدیؓ سے روایت ہے، حضرت عمرؓ نے حکم فرمایا: تنعم اور اہل عجم کی ہیئت مت اپناؤ ریشمی لباس پہننے سے احتراز کرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ریشمی لباس پہننے سے منع فرمایا ہے۔

ابو امامہ بن سہل سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابو عبیدہ بن جراحؓ کو خط میں لکھا: اپنے بچوں کو تیراکی اور تیراندازی کی تعلیم دو۔

عیاض الاشعریؓ کہتا ہے: میں یرموک کی لڑائی میں شریک رہا۔ حضرت عمرؓ نے ہم سے فرمایا تھا اگر قتال کی نوبت آجائے تو ابو عبیدہؓ کو ضرور بلاؤ، چنانچہ لڑائی کے وقت ہم نے ابو عبیدہؓ کو خط لکھا کہ ہماری مدد کیجئے ہم شدت میں مبتلا ہیں۔ ابو عبیدہؓ

نے خط کا جواب دیا۔ آپ لوگوں کا خط موصول ہوا۔ آپ نے مجھ سے مدد طلب کی ہے۔ میں تمہیں ایک ایسی ذات سے مدد طلب کرنے کا کہتا ہوں جو میری مدد سے بہت زیادہ تمہاری مدد کر سکتی ہے۔ جس نے بدر میں محمد ﷺ کی مدد کی جو تعداد میں تم سے بہت کم تھے وہ مدد کرنے والی ذات اللہ جل جلالہ کی ذات اقدس ہے جب میرا یہ خط پہنچ جائے تو بلا جھجک دشمن کے مقابلے میں جنگ میں حصہ لو اور پیچھے ہرگز نہ مڑو، اور میری مدد کی امید نہ کرو۔ چنانچہ ہم نے دشمن کے ساتھ لڑائی کی۔ دشمن کو شکست فاش دی۔ چار فرسخ تک ان کا پیچھا کیا بہت سارا مال غنیمت ہاتھ آیا۔

الحق الہدیٰ کہتے ہیں: بصرہ کے قریب ایک علاقہ ”بلتہ“ کی فتح کے موقع پر میں بھی حاضر تھا قطبہ بن قنادہ السدوسی ہمارے امیر لشکر تھے غنیمت تقسیم ہوئی میرے حصے میں پیتل کی ہانڈی آئی جب میرے قبضے میں آئی تو غور سے دیکھنے کے بعد معلوم ہوا وہ پیتل کی نہیں بلکہ سونے کی ہے۔ دوسرے مسلمانوں کو پتہ چل گیا۔ انہوں نے امیر لشکر کو بتایا۔ امیر لشکر نے حضرت امیر المومنین عمر بن الخطابؓ سے استفسار کے لئے خط لکھا تو انہوں نے حکم دیا کہ اگر وہ اس بات کی قسم کھائے کہ تقسیم کے وقت اس کو وصول کرتے وقت اس کو پیتل ہی سمجھ رہا تھا سونا ہونے کا علم بعد میں ہوا۔ تو اسی کے پاس رہنے دیجئے اگر قسم کھانے سے انکار کر دے تو مجاہدین کے درمیان اس کو تقسیم کر دیجئے۔ چنانچہ خط کا جواب آنے کے بعد امیر نے میرے سامنے یہ بات رکھی تو چونکہ واقعہ میرے علم میں نہ تھا۔ میں نے قسم کھائی۔ تو امیر نے اس کو میرے پاس ہی رہنے دیا۔

الحق کے پوتے کا بیان ہے کہ ان کے دادا نے چالیس ہزار مثقال کے عوض فروخت کیا۔ وہ مال اب تک ہمارے پاس موجود ہے وراثت میں اس کی بعض باقیات چلی آرہی ہیں۔

ابوسعید بن ابی بردہ کہتا ہے حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا ”حمد و صلاۃ کے بعد: بہترین وسعادت مند حکمران وہ ہے جس سے اس کی رعیت خوش ہو۔ بد بخت و شقی ہے وہ حکمران جس سے اس کی رعایا ناخوش ہوئی دل میں کجی پیدا کرنے اور حق سے روگردانی سے بچو کیوں کہ تم اگر کج رو ہو جاؤ گے، تو تمہاری رعایا پر بھی

اس کا اثر ہوگا وہ بھی اس طرح کج روی اختیار کریں گے۔ جیسا کہ جانور کسی سرسبز و شاداب زمین کو دیکھ کر پیٹ بھرنے کی غرض سے وہاں چرنے لگتا ہے جو اس کی ہلاکت کا باعث ہوتا ہے۔ والسلام علیک۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو ایک اور خط میں لکھتے ہیں: جس کی نیت خالص ہو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ معاملات و تعلقات کے لئے کافی ہوتا ہے۔ جو لوگوں کو خوش کرنے کی کوشش کرے گا اور خود کو مزین کریگا۔ تو اللہ تعالیٰ لوگوں کے ہاں اس کی عزت کو گھٹا دے گا۔ وعلیک السلام

ابو موسیٰ اشعریؓ کو ایک اور خط میں فرماتے ہیں: آج کا کام کل پرمت ڈالو اس طرح امور کی کثرت ہوگی اور تم نمٹنا نہیں پاؤ گے اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو رعایا کے دلوں کے بغض، دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے اور خواہشات نفس کی تابعداری کرنے سے بچائے۔ ایک اور خط میں انہیں لکھا: آپ کا کاتب خط میں غلطیاں کرتا ہے۔ اس کی سرزنش کرو۔ یزید بن حبیب نے کہا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرو بن العاصؓ کے منشی نے حضرت عمرؓ کو خط لکھا۔ جس میں بسم اللہ کے سین کو نہیں لکھا تھا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو لکھا کہ اپنے کاتب کو سزا دو، چنانچہ اس کو ایک کوڑا رسید کیا۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ کس وجہ سے تمہیں مارا گیا۔ کہنے لگا سین کی وجہ سے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو ایک خط میں لکھا کہ مجھے معلوم ہوا کہ تم تمام لوگوں کو جم غفیر کی صورت میں جمع کرتے ہو جب یہ خط تجھ تک پہنچ جائے تو اشرف و معزز، اہل علم، متقی پرہیزگار اور دین دار لوگوں کو پہلے بلاؤ ان کو ان کی نشستوں میں بٹھانے کے بعد پھر عوام کو آنے کی اجازت دو۔

اپنے ماتحت حکمرانوں کو لکھے گئے خطوط کے آخر میں یہ بھی لکھا کرتے تھے خوشحالی میں اپنے نفس کا احتساب کیا کرو جو شخص خوشحالی میں خود احتسابی کے مراحل سے خود کو گزارے گا اس کا انجام خوشحال اور قابل رشک ہوگا۔

جو شخص خوشحالی میں غفلت کی زندگی گزارے گا اور خواہشات نفسانی کا اسیر بن جائے گا۔ تو انجام کار یہ غفلت اس کو ندامت اور حسرت کی طرف دھکیل دے گی۔ لہذا میری ان نصیحتوں پر

عمل کرو ضرورت کے وقت کام آئیں گی۔ نصیحت سے عقل والے ہی کام لیتے ہیں۔

ابو عبیدہ بن جراحؓ کو ایک خط میں لکھتے ہیں: پانچ چیزوں پر پابندی سے عمل کرو تیرا دین محفوظ ہوگا۔ بے حد فوائد سے ہمکنار ہو جاؤ گے، اگر دو متحاصمین محاکمہ لیکر حاضر ہو جائیں تو عادل گواہوں اور قسم کے بغیر فیصلہ نہ کرنا، پھر کمزور کو اپنے قریب کر دینا کہ وہ کھل کر بول سکے اور اس کا دل مضبوط ہو۔ مسافر کا خاص خیال رکھو۔ اگر اس کا کام ہونے میں زیادہ وقت لگ جائے تو وہ اپنی ضرورت اور کام کو چھوڑ کر اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹ جائے گا۔ اگر کسی کے حق کو ضائع کر دیا گیا تو وہ ناامید ہو کر اس کو دوبارہ حکام کے سامنے نہیں اٹھائے گا۔ اگر معاملہ واضح نہ ہو تو صلح کرانے کی بھرپور کوشش کرو، والسلام۔

ابو حذیفہ الازدی کی روایت ہے: ایک شخص اکثر حضرت عمرؓ کو اونٹ کی ران کا گوشت ہدیہ کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ ایک شخص کے ساتھ اس کی مخالفت ہو گئی فیصلہ کے لئے حضرت عمرؓ کے پاس اپنے خصم کو لیکر حاضر ہوا کہنے لگا امیر المومنین! ہمارے درمیان ایسا واضح فیصلہ کریں جیسا اونٹ کی ران کو اونٹ کے بدن سے جدا کیا جاتا ہے۔ اور وہ اس بات کو بار بار دہراتا رہا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں اس کثرت سے اس کا تذکرہ کرنے سے مجھے اندیشہ سا ہو گیا۔ فیصلہ میں نے اس کے خلاف تو دیدیا۔ مگر اپنے ماتحت حکمرانوں کو لکھ بھیجا کسی کا ہدیہ قبول کرنے سے از حد بچنے کی کوشش کرو، کیوں کہ یہ رشوت کے زمرے میں آتا ہے۔

ایک مرتبہ سفر کے دوران دور سے ایک آدمی کو تیزی سے چل کر آتے دیکھ کر فرمایا: بھہر جاؤ لگتا ہے وہ شخص ہماری طرف کسی کام کی غرض سے آ رہا ہے۔ تھوڑی دیر وہاں انتظار کیا۔ اتنے میں وہ پہنچ گیا۔ اس کی حالت کو دیکھ حضرت عمرؓ رو پڑے اور اس سے پوچھا: کیوں پریشان ہو؟ کہنے لگا: امیر المومنین! میں نے شراب نوشی کی تھی۔ جس پر ابو موسیٰ اشعریؓ نے مجھے کوڑے لگوائے، میرا چہرہ کالا کر کے بازار میں پھرایا۔ اور تمام لوگوں کو میرے ساتھ نشست و برخاست سے منع کیا ہے۔ تو میں نے قصد کیا کہ تلواریک لیکر ابو موسیٰ کی گردن اڑا دوں۔ یا آپ کے پاس آ جاؤں کہ آپ مجھے کسی ایسے علاقے کی طرف

منتقل کر دیں کہ وہاں مجھے کوئی نہ پہچانے یا کسی کافر ملک میں جابوسوں، اس کی گفتگوں کر حضرت عمرؓ رو پڑے، فرمایا: مجھے یہ گوارا نہیں کہ تم کسی غیر مسلم و مشرک ملک میں چلے جاؤ پھر ابو موسیٰؓ کو خط لکھا، فلاں شخص میرے پاس آیا تھا یہ باتیں بتائی میرے خط پہنچنے کے بعد لوگوں کو حکم دو کہ اس کے ساتھ نشست و برخاست رکھیں، اگر یہ شراب نوشی سے تائب ہو جائے تو اس کی گواہی بھی قبول کرو حضرت عمرؓ نے انہیں پہننے کے لئے کپڑے دیئے۔ اور دو سو درہم عطا کرنے کا حکم بھی دیا۔

الاحنف بن قیس کے چچہ جزء بن معاویہ کی روایت ہے: حضرت عمرؓ کی وفات سے ایک سال قبل ان کا ایک خط و حکم نامہ میرے پاس آیا۔ جس میں لکھا تھا جادو گروں کو قتل کرو، اور مجوسیوں میں دیکھو کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنے کسی محرم سے نکاح کیا ہو۔ تو ان میں جدائی کرادو، اور کھانے کے وقت منہ بند کر کے آواز پیدا کرنے پر پابندی لگا دو، چنانچہ ہم نے حکم نامے پر عمل کرتے ہوئے تین جادو گروں کو قتل کر دیا اور محارم سے نکاح کرنے والوں میں تفریق کر دی اور کھانے کے وقت آواز نکالنے سے منع کر دیا۔ حتیٰ کہ میں نے کھانے کا انتظام کر کے انہیں مدعو کیا۔ تو وہ بغیر آواز مخصوص نکالے کھانا کھاتے۔

یزید بن الاصم کہتا ہے: ایک شامی شخص جو کافی مضبوط تھا اور لڑائی میں پیش پیش تھا، اور حضرت عمرؓ کے پاس آیا کرتا تھا، کافی زمانہ سے غائب رہا۔ حضرت عمرؓ نے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہیں بتایا وہ شراب پی کر خوف کی وجہ سے غائب ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے منشی کو بلا کر فرمایا اس کو میری طرف سے ایک خط لکھو کہ میں تیرے سامنے اللہ کا تعارف کرتا ہوں جسکے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کی شان یہ ہے:

غافر الذنب و قابل التوب شديد العقاب ذی الطول لا اله

(الغافر: ۳)

الا هو اليه المصير۔

”گناہوں کو معاف کرنے والا، توبہ کو قبول کرنے والا سخت عذاب

دینے والا، قوت والا، اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اسی کی

طرف لوٹنا ہے“

پھر اس کے لئے کچھ دعائیں دی اور جس کے پاس بٹھرا ہوا تھا اس کو امان دینے کا حکم دیا اور حکم دیا کہ اس کو توبہ کرنے کی مہلت دو، تاکہ وہ اپنی حالت بدل سکے۔ جب خط پہنچا تو خط کو پڑھنے لگا اور کہنے لگا۔ میرے معاف کرنے والے اللہ نے میرے گناہ معاف کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور سخت عذاب سے مجھے ڈرایا ہے۔ اور خیر کثیر والا ہے، لا الہ الاہو، الیہ المصیر، ان الفاظ کو وہ بار بار دہراتا رہا۔ اور روتا رہا۔ پھر شراب نوشی ترک کر دی اور صالح ہو گئے۔ جب حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو فرمایا۔ تم اس طرح لوگوں کی اصلاح کیا کرو، جب تم اپنے کسی مسلمان بھائی کو لغزش کرتے دیکھو تو اس کو درست کرنے کی کوشش کرو، اس کے لئے دعا کرو، کہ اللہ تعالیٰ اس کو توبہ کی توفیق دے تم اس کے خلاف شیطان کے معاون مت بنو۔

معاویہ بن ابی سفیانؓ کو ایک خط میں لکھتے ہیں: اما بعد:

”فالزم الحق ينزلك الحق منازل اهل الحق يوم لا

يقضى الا بالحق، والسلام“

ترجمہ: حق پر سختی سے عمل کرو حق کے ساتھ فیصلے کے دن میں اللہ تعالیٰ

آپ کا حشر اہل حق کے ساتھ کریں گے“

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: اپنے بعض عمال کو یہ بھی حکم لکھ بھیجا دنیا سے بے رغبت ہو جاؤ، بزرگوں کے اقوال و ملفوظات قلمبند کرو کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر فرشتے مقرر فرما رکھے ہیں۔ وہ زبانوں سے وہ باتیں نکالتے ہیں جو ملہم من اللہ ہوتی ہیں۔

حضرت ابو عبید اللہ بن ادریسؓ کہتا ہے: سعد بن ابی بردہ کے پاس ابو موسیٰ اشعریؓ کے ان مکاتیب کا مجموعہ تھا جن کو حضرت عمرؓ نے ان کے نام لکھا تھا۔ میں نے ان کے پاس جا کر وہ مکاتیب دیکھے ان میں سے ایک خط میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھتے ہیں: اما بعد: قضا اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ فریضہ اور اس کے رسول ﷺ کی سنت متبعہ ہے، اگر کوئی کیس تیری عدالت میں آجائے تو اس کو نافذ کئے بغیر محض زبانی کلامی باتوں پر اکتفاء مت کرو، اپنی عدالت میں آئے ہوئے متخاصمین کے ساتھ برابری کا برتاؤ کرو، تاکہ

کسی بڑے آدمی کو آپ کے بارے میں اپنے ساتھ خصوصی طور پر اچھا سلوک کرنے کا طمع اور کمزور کو اپنی کمزوری کی وجہ سے ناامیدی نہ ہو۔ فہم و فراست سے کام لینے کی اشد ضرورت ہے۔ بعض دفعہ کسی معاملے کا حکم قرآن و سنت میں تجھے نہ ملنے کی وجہ سے مشکلات بھی پیش آئیں گے، ایسی صورت میں اشیاء و امثال اور اس سے ملتے جلتے فیصلوں کی مدد سے کام لو، اور اپنے سابقہ فیصلوں کی طرف بھی رجوع کرو ان سے بھی مدد لو اور اپنی دانست میں حق کے قریب ترین فیصلے کے مطابق فیصلہ کر کے اس پر بھرپور اعتماد کرو تمام مسلمانوں کی گواہی قابل قبول ہے الایہ کہ وہ کسی پر تہمت لگانے کی پاداش میں سزا یافتہ ہوں۔ یا اس کے جھوٹ بولنے کی عادت معروف ہو۔ جو کسی کے خلاف دعویٰ کرے، اس کو اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے اور گواہ لانے کے لئے وقت مقرر کرو، اگر وقت مقررہ کے اندر ثابت کر سکا تو اس کا حق اس کو دیدو، اگر اس مدت میں وہ ثابت نہ کر سکا۔ تو ”البینۃ علی المدعی و الیمین علی من انکر“ کے فرمان کے موجب مدعی علیہ سے قسم لیکر اس کے حق میں فیصلہ کرو لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے اور مجلس قائم کرنے سے اکتاؤ مت، اس لئے کہ اس پر اجر عظیم ملنے کا وعدہ ہے۔ البتہ فیما بینک و بین اللہ اپنی نیت درست اور خالص رکھو، اللہ کی مدد شامل حال ہوگی۔ لیکن اگر عمل محض دکھلاوے کے لئے ہو اور نیت خالص نہ ہو تو اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں سے اس کے مرتبے کو پست کر دیتا ہے۔

لوگوں کے دلوں پر آپؓ کی ہیبت:

ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ کے پاس کچھ مستورات بیٹھی ہوئیں تھیں اور بلند آواز میں باتیں کر رہی تھیں۔ اتنے میں حضرت عمرؓ تشریف لائے تو وہ فوراً حجاب کی طرف چل پڑیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: کیا بات ہے مجھ سے ڈر رہی ہو حضور ﷺ سے نہیں ڈرتیں کہنے لگیں۔ ہاں رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں آپؓ تند خواہر طبیعت کے سخت ہیں۔ ایک مرتبہ حجام آپ کے سر کے بال کاٹ رہا تھا اتنے میں حضرت عمرؓ کو کھانسی آئی۔ حجام کے خوفزدہ ہونے کی وجہ سے ہوا خارج ہو گئی۔ حضرت عمرؓ نے اس کو چالیس درہم دیئے۔

(طبقات ابن سعد)

حضرت حسن بصریؒ کی روایت ہے: ایک عورت کے متعلق معلوم ہوا کہ اس کے پاس کچھ مرد بیٹھ کر بات چیت کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اس کے پاس آدمی بھیجا۔ جب پیغام پہنچ گیا تو وہ خوف زدہ ہوئی۔ اور اتنی خوف زدہ ہوئی کہ اسقاط حمل ہو گیا بچہ پیدا ہو کر مر گیا۔ حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دی گئی۔ تو حضرات انصار و مہاجرین صحابہ کو جمع فرما کر مشورہ کیا۔ تو مجلس کے پیچھے سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا امیر المؤمنین! میں مودب تھا اور آپ داعی حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ کہنے لگا۔ اگر یہ لوگ آپ کی ہیبت کی وجہ سے آپ کی پیروی کریں گے تو یہ آپ کے ساتھ خیر خواہی نہیں ہے۔ اگر اپنی رائے سے فیصلے کریں تب بھی درست فیصلہ نہیں کر پائیں گے۔ میں عرض کروں۔ آپ اس کی دیت ادا کریں تو یہ بہتر ہوگا۔ کسی نے حضرت حسنؓ سے پوچھا: یہ شخص کون تھے فرمایا: حضرت علیؓ تھے۔

حضرت اسلمؓ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ کچھ مسلمان حضرات حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے پاس آ کر کہنے لگے، آپ حضرت عمرؓ سے کہہ دیجئے ہم ان سے بہت زیادہ ڈرتے ہیں حتیٰ کہ آنکھ اٹھا کر ان کی طرف دیکھ بھی نہیں پاتے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے حضرت عمرؓ سے اس کا تذکرہ کیا فرمایا: کیا انہوں نے واقعہ ایسا کہا ہے؟ واللہ میں ان کے لئے اتنا نرم ہو گیا حتیٰ کہ اس کے معاملے میں اللہ سے ڈرا اور میری نرمی و شدت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ وہ جتنا مجھ سے ڈرتے ہیں میں اس سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں۔

عمرو بن مرہؓ کہتا ہے: قریش کے کچھ لوگوں نے حضرت عمرؓ سے ملاقات کر کے ان سے درخواست کی آپ ہمارے لئے نرم ہو جائیے ہمارے دل میں آپ کا خوف بہت بڑھ گیا ہے فرمایا: کیا اس میں ظلم ہے؟ کہنے لگے نہیں: فرمایا پھر میری ہیبت کو اپنے دل میں اور بڑھا دیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں۔ میں نے ایک آیت کے متعلق حضرت عمرؓ سے کچھ پوچھنا تھا۔ ایک سال گزرنے کے باوجود ان کی ہیبت کی وجہ سے ان سے دریافت نہ کر سکا۔

دنیا سے بے رغبتی:

حضرت مجاہد کہتے ہیں: حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے ہم نے اعلیٰ ترین و بہترین زندگی صبر کے اندر پائی ایک مرتبہ آپؓ کے سامنے گوشت اور گھی پیش کیا گیا۔ فرمایا: ان میں سے ہر ایک مستقل سالن ہے، دونوں کو کھانے سے انکار فرمایا۔ ایک مرتبہ عراق سے کچھ مہمان آ گئے آپؓ نے ان سے فرمایا: اے اہل عراق! اگر میں چاہتا تو آپؓ کے لئے نرم غذا بنا لیتا مگر میں دنیا سے اپنا حصہ آخرت کے لئے بچاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”اَذْهَبْتُمْ طَيْبَكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا“

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم: میں چاہتا تو میں نرم ترین غذا کھا سکتا تھا اور خوش عیش ہو سکتا تھا، میں کوہان اور ران کے بھنے ہوئے گوشت سے بے خبر نہیں ہوں۔ مگر میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں خوش عیش لوگوں کو کوئی اچھے الفاظ سے ذکر نہیں فرمایا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

”اَذْهَبْتُمْ طَيْبَكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا“

(الاحقاف: ۲۰)

ترجمہ: ”تم (اپنا حصہ) پاک چیزوں میں سے دنیا کی زندگی میں لے چکے اور تم ان سے فائدہ اٹھا چکے“

ایک دفعہ ارشاد فرمایا: میں نے غور کیا، اگر دنیا چاہتا ہوں تو وہ آخرت کے لئے نقصان دہ ہے اور آخرت چاہتا ہوں تو وہ دنیا کے لئے ضرر رساں ہے۔ جب یہ بات ہے تو ہمیشہ کے فائدے کے پیش نظر فانی دنیا کے نقصان کو ہی ترجیح دی۔

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ اپنی خلافت کے دوران ایک مرتبہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ میں نے دیکھا آپؓ کے کپڑوں پر بارہ مقامات پر پیوند لگے تھے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمرؓ کی قمیص کے شانے پر چار مقامات پر مختلف رنگ کے پیوند لگے دیکھے ہیں۔ ابو عثمانؓ انہدی کا کہنا ہے کہ میں نے دیکھا حضرت عمرؓ کے ازار پر چڑے کا پیوند لگا ہوا ہے۔ اور انہی سے روایت

ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ کو طواف کرتے ہوئے دیکھا۔ آپ کی قمیص کے اندر بارہ جگہوں پر بیوند لگے تھے ان میں سے ایک سرخ چمڑے کا تھا۔

عبدالعزیز بن ابی جلیلہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمرؓ جمعہ کی نماز کے لئے تاخیر سے آئے۔ منبر پر بیٹھ کر معذرت کرتے ہوئے فرمایا۔ مجھے اس قمیص کی وجہ سے تاخیر ہوئی اس کے علاوہ میرے پاس اور کوئی قمیص نہیں تھی۔ اس کو سلانے میں وقت لگا۔

حضرت قتادہؓ سے روایت ہے: ایک مرتبہ جمعہ کی نماز کے لئے حضرت عمرؓ دیر سے آئے منبر پر بیٹھ کر فرمایا: تاخیر کی وجہ یہ ہوئی کہ میرے یہ کپڑے دھلے ہوئے تھے سو کھنے میں دیر ہوگئی۔ میرے پاس ان کے علاوہ اور کوئی کپڑا نہیں تھا جسے میں پہن کر آتا۔ وہب بن منبہؓ کہتے ہیں: میں نے حضرت عمرؓ کو بازار میں چلتے ہوئے دیکھا کہ درہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اور آپ کی قمیص کے اندر بارہ مقامات پر بیوند لگے ہوئے تھے۔ جس میں سے بعض چمڑے کے تھے۔

خالد بن ابی کریمہ کا بیان ہے۔ میں نے حضرت عمرؓ کو ان کے دور خلافت میں دیکھا آپ کے ازار میں چمڑے کے بیوند لگے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت عمرؓ کو کبھی بھی تین کپڑوں میں ملبوس نہیں دیکھا۔ گھر کے اندر نہ باہر۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا بھی یہی معمول تھا۔ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ کے لباس مبارک میں بیوند لگے ہوتے تھے۔ میں نے حضرت ابوبکرؓ کو دیکھا اپنی عبا کے گریبان کو کانٹوں سے جوڑے ہوئے تھے حضرت حسنؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ نے گھر میں آئے کو چھاننے سے منع فرمایا تھا۔ قحط کے زمانے میں گھی کا سالن استعمال کرنا چھوڑ دیا تھا۔ جس کی وجہ سے آپ کے پیٹ میں گڑ بڑ شروع ہوئی تو فرمایا: جب تک دوسرے لوگ خوشحال نہیں ہوتے اس وقت تک گھی والا سالن استعمال نہیں کروں گا۔ ایک مرتبہ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے ایک ادنیٰ قمیص پیش کی گئی۔ گریبان کو گلے میں ڈالتے ہی فرمایا: الحمد للہ الذی کسانى ما اوارى به عورتى، و اتجمل به فى حیاتی، ”تمام تعزیریں اس ذات کے لئے ہیں جس نے مجھے پردہ کرنے کے لئے اور زینت کے لئے کپڑا عطا فرمایا: مجلس کی طرف متوجہ ہو کر

فرمایا: میں نے دیکھا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں نئے کپڑے پیش کئے گئے۔ آپ نے ان کو زیب تن فرما کر یہ کلمات ارشاد فرمایا: الحمد لله الذی کسانى ما اوارى به عورتى، و اتجمل به فى حياتى، ان کلمات کے بعد آپ ارشاد فرمایا:

و الذی بعثنى بالحق مامن عبد مسلم کساه الله ثيابا
جد دافع مد سمل من اخلاق ثيابه فكساه عبدا مسلما
سکینا لا یکسوه الا الله الاکان فى حوز الله و جوار الله
و فى ضمان الله ماکان علیه منها سلك حیا و متیا۔

(الترمذی: ۳۵۵۵)

ترجمہ: ”قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا جس مسلمان کو اللہ تعالیٰ نے لباس عطا فرمادیا اور وہ پرانا ہونے پر اس کو خالص اللہ کی رضا کے لئے کسی اور کو پہنا دے گا تو جب تک اس کا ایک دھاگہ بھی باقی ہو وہ اللہ تعالیٰ کی حفظ و امان میں ہوگا“

حضرت عمرؓ نے یہ حدیث بتانے کے بعد بازو دراز کر کے دیکھا تو آستین تھوڑی سی بڑی تھی ہاتھ کے برابر کے زائد حصے کو کاٹنے کا حکم دیا۔ چھری منگوا کر اس کو کاٹا۔ کسی نے کہا: آستین کے کٹے ہوئے حصے میں سلائی کرادیں۔ فرمایا نہیں ایسا ہی رہنے دیا جائے۔ ابوامامہؓ کہتے ہیں میں نے دیکھا آستین کے دھاگے بار بار آپ کے انگلیوں کو لگتے۔ عامر بن ربیعہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ سے مکہ تک اور مکہ مکرمہ سے واپس مدینہ تک کا سفر حج حضرت عمرؓ کے ساتھ کرنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے دیکھا اس پورے سفر کے عرصے میں آپ نے کوئی مستقل خیمے کا انتظام نہیں کیا۔ صرف چمڑے کا ایک ٹکڑا درخت کے اوپر ڈال دیا جاتا۔ اس کے سائے میں بیٹھ جاتے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ قیص بن لیاسؓ کی آستین لمبی تھیں چھری سے زائد حصے کو کٹوایا۔ کٹنے کی وجہ سے دھاگے باہر نکلے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا: ابو! اجازت ہو تو اس کو سی دوں؟ فرمایا: نہیں، ایسے ہی چھوڑ دیجئے میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے اور پہنتے ہوئے دیکھا۔ اس کے

(حلیہ ابو نعیم: ۴۵/۱)

دھاگے نکل کر قدمین تک آ جاتے۔

علاء بن ابی عائشہ کا کہنا ہے: حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ زیر بغل بال صاف کرنے کے لئے نائی کو بلایا۔ لوگوں نے اس کو خلاف سنت سمجھ کر استفسار کیا۔ تو فرمایا مجھے معلوم ہے کہ یہ سنت کے خلاف ہے۔ لیکن نورہ بال صفا بھی نعمت ہے۔ اس کو استعمال کرنا اچھا نہیں لگتا۔ ایک گفتگو میں فرمایا: اگر مجھے حسنت میں کمی ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں خوش عیشی میں تمہارا شریک کار ہوتا۔

آپ ہمیشہ جو (یا گندم اور جو کا) یا ملایا ہوا آٹا استعمال کرتے مرتے دم تک اس پر عمل پیرا رہے بے چھنا آٹا کھانے کی وجہ سے کبھی کبھی پیٹ خراب بھی ہو جاتا اور پیٹ سے آوازیں بھی آتیں۔ تو انگلی سے پیٹ پر مارتے ہوئے کہتے ابھی صبر کرو۔ ابھی تجھے کھلانے کے لئے میرے پاس کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ملنے تک صبر سے کام لو۔ کبھی کبھار فرمایا کرتے، ہم نرم غذا سے ناواقف نہیں۔ مگر ہم نے اس کو اس دن کے لئے ترک کر دیا ہے۔ جس دن خوف کی وجہ سے عورتوں کا حمل اسقاط ہوگا اور مائیں دودھ پلانا بھول جائیں گی۔ ایک مرتبہ گھر تشریف لائے۔ آپ کو بھوک لگی تھی۔ بیوی سے فرمایا: کھانے کو کچھ ہے؟ بیوی نے کہا: چار پائی کے نیچے برتن میں کچھ کھجوریں ہیں۔ اس میں سے تناول کیجئے، اس سے کچھ کھجوریں لی اور پانی پی کر پیٹ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا: ہلاکت ہے اس کے لئے جس کے پیٹ میں آگ داخل ہو۔ (حلیہ ابو نعیم: ۴۵/۱)

لیک مرتبہ مجلس میں فرمایا: اگر آخرت میں حساب و کتاب کا ڈر نہ ہوتا تو مرغن گوشت کا حکم دیدیتا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ پورے دن میں گیارہ لقموں سے زیادہ تناول نہیں فرماتے تھے۔

حضرت حصہ بنت عمرؓ نے ایک مرتبہ عرض کیا، ابا جان! اللہ تعالیٰ نے اب وسعت عطا فرمائی ہے۔ اگر مولے لباس کے بجائے نرم لباس اور سخت اور بے چھنے جو کی روٹی کے بجائے نرم غذا استعمال فرماویں تو بہتر نہیں ہے؟ فرمایا: میں خود تجھے حکم دیتا ہوں۔ تم مجھے یہ بتاؤ کیا رسول اللہ ﷺ نے آخر عمر تک عسرت کی زندگی کو پسند نہیں فرمایا اور اسی کو اختیار نہیں فرمایا؟ یہ الفاظ بار بار دہراتے رہے اور روتے رہے۔ پھر فرمایا: واللہ اگر مجھ سے

ہو سکا تو میں حضور ﷺ اور ابوبکر صدیق کی طرح زندگی گزارنے کی بھرپور کوشش کروں گا۔ تاکہ انہی کے ساتھ آخرت کی پرسکون اور کشادہ زندگی کو پاسکوں۔

حضرت عمرؓ کے پوتے حضرت سالم بن عبداللہؓ کہتے ہیں: حضرت عمرؓ کو جب خلیفہ بنایا گیا آپ کا وظیفہ وہی مقرر کیا گیا جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے لئے مقرر تھا۔ اس سے اپنی ضروریات پوری کرتے تھے۔ مگر ضروریات کے لئے یہ ناکافی تھا۔ مشکل پیش آتی تھی۔ بعض حضرات صحابہؓ نے آپس میں مشورہ کیا (جن میں حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیرؓ بھی تھے) کہ ہم حضرت عمرؓ کے نفقہ میں کچھ اضافہ کریں اور اس سلسلے میں ان سے درخواست کریں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا: ان کو عمرؓ کہتے ہیں۔ ہم یہ بات آمنے سامنے ان کو نہیں کہہ سکتے۔ البتہ ہم حضرت حفصہؓ کے پاس جائیں گے۔ وہ ہمارے نام لئے بغیر ہماری طرف سے ان سے درخواست کریں۔ اس پر اتفاق ہوا۔ حضرت حفصہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ بات ان کے سامنے رکھی اور ناموں کو ظاہر نہ کرنے کی درخواست کی۔ حضرت حفصہؓ نے اس سلسلے میں حضرت عمرؓ سے ملاقات کی آپ نے فرمایا: یہ مشورہ دینے والے کون لوگ تھے۔ حضرت حفصہؓ نے فرمایا: ان کے ناموں سے کیا غرض؟ آپ اپنی رائے بتا دیجئے۔ فرمایا: اگر میں ان کو پہچانتا تو ان کے چہروں پر سیاہی ڈالتا۔ پھر فرمایا: تم ہمارے درمیان اس طرح فیصلہ کر سکتی ہو کہ رسول اللہ ﷺ کے لباس، کھانے اور بستر کے متعلق بالکل صحیح معلومات مجھے فراہم کر دو، پھر پوچھا: حضور ﷺ جب آپ کے گھر تشریف فرما ہوتے تو آپ کا لباس کیسا ہوتا۔ عرض کیا: سامنے سے کھلے ہوئے دو کپڑے ہوتے جن کو جمعہ اور وفد کے آنے کے موقع پر زیب تن فرمایا کرتے پھر پوچھا آپ کا کھانا کس قسم کا ہوتا تھا؟ عرض کیا: جو کی روٹی ہم آپ کے لئے پکاتے، اس پر کبھی تیل اور کبھی کوئی میٹھی چیز لگا کر پیش کرتے آپ اسے تناول فرماتے۔ پھر پوچھا: آپ کا بستر و بچھونا کیسا ہوتا تھا۔ بتایا کہ: ایک موٹی چادر ہوتی تھی گرمی کے موسم میں اس کو تہہ کر کے آپ نیچے بچھاتے اور سردیوں میں آدھا نیچے بچھاتے اور آدھے کو اوپر لیتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: حفصہ! آپ میری طرف سے ان لوگوں کو بتا دیں۔

کہ آپ ﷺ طرز زندگی مقرر فرما گئے ہیں۔ میں بالکل ان ہی کی طرح کی طرز معیشت اختیار کروں گا۔ میری اور میرے پیشرؤں کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے تین افراد سفر کے لئے نکلے ہوں۔ ایک راستہ پر رواں دواں ہوں۔ ان میں سے ایک نے اپنا زادراہ لیکر چلا اور منزل مقصود تک پہنچ گیا۔ پھر دوسرا بھی اس کے نقش قدم پر چل کر منزل تک پہنچ گیا پھر تیسرا اگر ان کے راستے پر چلا تو ان تک اس کی رسائی ہو جائے گی اور ان کے ساتھ ہوگا۔ اگر ان کے راستہ کے علاوہ پر چل پڑا تو کبھی بھی ان تک نہیں پہنچ پائے گا۔

الربیع بن زیاد الحارثی کہتا ہے: ایک مرتبہ ایک وفد کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ آپؓ نے وفد کے ہر ہر فرد کو ایک ایک جبہ عنایت فرمایا: اتنے میں ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا پیغام آیا: امیر المومنین! یہ عراق کے سربراہ واردہ اور خاص الخاص لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ ان کا بہتر طریقے سے اکرام کرنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ایک عباء (جبہ) سے زائد کچھ نہیں دوں گا۔ پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ تم مجھے یہ بتاؤ کہ رسول اللہ ﷺ کا اعلیٰ ترین بستر جو آپ نے استعمال کیا ہے۔ کس طرح تھا۔ اور آپ کا اعلیٰ ترین کھانا جو آپ نے زندگی میں تناول فرمایا تھا۔ بتائیے وہ کیا تھا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: خیبر کے موقع پر دستیاب اون کی ایک چادر تھی جس کو میں آپ کے لئے بچھاتی تھی۔ آپ رات کے وقت اس پر آرام فرماتے ایک دن میں نے اس کو چار تہہ کر کے بچھا دیا۔ صبح آپ ﷺ نے پوچھا: حفصہ! رات آپ نے نیچے کیا بچھایا تھا۔ میری نماز میں خلل ڈال دیا؟ میں نے عرض کیا کچھ بھی نہیں وہی چادر تھی جس کو میں نے چار تہہ کر دیا تھا۔ فرمایا ایسا نہ کیا کرو جس طرح پہلے بچھاتی تھی ایسے ہی بچھا دیا کرو، یہ تھا آپ کا اعلیٰ ترین بستر اور کھانے میں یہ تھا کہ ایک مرتبہ ہمارے پاس سفید جو موجود تھا۔ اس کو میں نے پیس کر روٹی بنائی اور ہمارے پاس کچھ گھی رکھا ہوا تھا روٹی کو اس میں تل کر پیش کیا اتنے میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ تشریف لائے انہوں نے فرمایا: یہ گھی تو بہت کم ہے۔ میرے پاس کچھ گھی موجود ہے۔ میں لیکر آتا ہوں۔ چنانچہ وہ جا کر گھی لائے اور اس میں سے کچھ روٹی کے ساتھ ملا کر تناول فرمایا: یہ آپ کا اعلیٰ ترین کھانا تھا۔ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں آبدیدہ ہو گئیں۔ اور فرمایا: واللہ! ایک

عباء سے زیادہ ان کو نہیں دوں گا۔ دیکھ لیا حضور ﷺ کا بستر اور ان کا طعام کس طرح تھے۔ حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے آ کر دیکھا کہ لوگوں کے سامنے برتن رکھے ہوئے ہیں اور وہ کھا رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے مجھے اپنے پاس بلایا۔ دیکھا ان کے سامنے بے چھنے آٹے کی روٹی اور تھوڑا سا گھی ہے۔ میں نے عرض کیا۔ آپ مجھے اپنے پاس بلا کر یہ کھلا رہے ہیں، روٹی اور گوشت کھانے کو نہیں دیا؟ فرمایا: میں نے اپنے ذاتی کھانے کی طرف بلایا ہے۔ جو یہ کھا رہے ہیں یہ اجتماعی کھانے کا حصہ ہے۔ ابوامامہ کہتے ہیں حضرت عمرؓ ایک دفعہ مدینہ کی گلیوں میں گشت کر رہے تھے میں بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ اشعث بن قیس بھی ہمارے ساتھ تھے، چل پھر کر تھک کر ایک مقام پر تشریف فرما ہوئے اشعث آپ کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ اتنے میں آپ کی خدمت میں ایک برتن پیش کیا گیا۔ جس میں گوشت تھا۔ آپ نے اس میں سے ایک بوٹی اٹھائی۔ تو اشعث نے کہا اگر اس کو گھی میں تلوادیتے تو بہتر ہوتا اور لذیذ بھی ہو جاتا اور مزیدار بھی۔ حضرت عمرؓ نے اس کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا: دو سالن ایک ساتھ؟ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں نے اپنے پیش روؤں کے ساتھ زندگی گزاری ہے میں ان کے طریقے کی خلاف ورزی ہرگز نہیں کر سکتا۔ ان کے طریقے کے خلاف کر کے ان کے ساتھ نہیں مل پاؤں گا۔

ایک دفعہ آپ نے کچھ مشروب کا تقاضا کیا۔ شہد ملا ہوا شربت پیش کیا گیا۔ تو اس کو ہاتھ میں ڈال کر چھاننے لگے فرمایا میں ایسا اس لئے کرتا ہوں تاکہ اس کی حلاوت زائل ہو جائے اور کڑواہٹ باقی رہے۔ پھر بھی اس کو نوش نہیں کیا۔ پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص کو دیا اس نے پی لیا۔ الاحنف بن قیس کا کہنا ہے: ایک دفعہ ہم حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی معیت میں بصورت وفد حضرت عمرؓ کی خدمت میں آئے۔ وہاں کھانے کے وقت صرف تین روٹیاں پیش کی جاتیں۔ کبھی ان کو گھی میں تل کر پیش کیا جاتا۔ کبھی دودھ کے ساتھ اور ایک دن گوشت کے ساتھ۔ لوگ کھاتے مگر اس کو کم اور نا کافی سمجھتے تھے حضرت عمرؓ نے محسوس کیا کہ لوگ اس کو کم محسوس کر رہے ہیں فرمایا: میں سمجھتا ہوں تم اس کو کم سمجھ رہے ہو میں یہ بھی سمجھ رہا ہوں تمہاری زندگی کیسی ہے اگر میں بھی چاہوں تو بہترین گوشت مرغیٰ غذائیں اور بھنا ہوا گوشت کھا سکتا ہوں، لیکن ان کو ترک کر کے میں نے اپنی نیکی آخرت

کے لئے باقی رکھی ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے خوش عیشی کی تعیب فرمائی ہے۔ فرمایا ہے:

”اَذْهَبْتُمْ طَيْبَكُمْ فِي حَيَاتِكُمْ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا“

(الاحقاف: ۲۰)

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے پاس کپڑوں کے جوڑے آگئے آپ نے انہیں تقسیم فرمایا ہر ایک کو ایک ایک کپڑا ملا جب آپ خطبہ دینے کے لئے منبر پر تشریف ہوئے تو فرمایا: لوگو! سن لو حضرت سلمانؓ نے کہا: ہم نہیں سنیں گے، فرمایا: اے ابو عبد اللہ کیوں؟ عرض کیا: کیوں کہ آپ نے کپڑوں کی تقسیم میں ہمیں ایک ایک کپڑا دیا اور خود دو کپڑوں میں ملبوس ہو۔ فرمایا: ٹھہر و جلد بازی سے کام نہ لو، پھر عبد اللہ کو آواز دی۔ فرمایا: اے عبد اللہ بن عمر! عرض کیا: امیر المومنین! میں حاضر ہوں، فرمایا: یہ چادر جو میں نے پہن رکھی ہے کس کی ہے؟ عرض کیا میری ہے۔ حضرت سلمانؓ نے فرمایا: اب بیان کرو ہم سنیں گے۔

ابو عثمان روایت کرتے ہیں عتبہ بن فرقد جب آذربائجان آئے۔ تو ان کے سامنے خمیس (کھجور اور گھی کا آمیز کردہ طعام) پیش کیا گیا۔ کھایا تو بہت زیادہ لذیذ اور مزیدار لگا۔ کہنے لگے اللہ کی قسم! میں اس طرح کھانا بنا کر امیر المومنین کو پیش کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے خمیس بنا کر دو بڑی دیگوں میں ڈال کر اونٹ پر لاد کر دو آدمیوں کے ذمہ لگا دیا کہ یہ امیر المومنین کی خدمت میں پیش کرو ان حضرات نے جب اس کو حضرت عمرؓ کے سامنے پیش کیا تو فرمایا: کیا ہے یہ؟ عرض کیا خمیس ہے آپ نے اس سے چکھ لیا۔ فرمایا الشکر کے تمام لوگ سیر ہو گئے؟ قاصدوں نے کہا نہیں ہوئے ہیں، فرمایا: تو پھر میں اس کو قبول نہیں کروں گا تم اس کو واپس لے جاؤ اور عتبہ کو خط لکھا: یہ مسلمانوں کا حق ہے تمہارے ماں باپ کی کمائی نہیں ہے۔ پہلے ان کو کھلاؤ۔

اس روایت کو خود عتبہ اس طرح بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں خمیس بنا کر بڑے بڑے برتنوں میں بھر کر امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا: یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: آپ صبح صبح امور خلافت نمٹانے اور مسلمانوں کے درمیان فیصلے کرنے میں مشغول ہوتے ہیں۔ میں نے چاہا آپ ان امور سے فارغ ہو کر اس میں سے کچھ کھایا کریں تو آپ کو قوت ہوگی اور صحت برقرار رہے گی۔ ایک برتن کا منہ کھول کر چکھ کر فرمایا: اے عتبہ! میں

تھے یہ حکم دیتا ہوں کہ جب واپس جاؤ گے تو لشکر کو اس طرح بنا کر کھلا دینا۔ میں نے عرض کیا: امیر المؤمنین! اگر میں سارا مال بھی صرف کر دوں تو پورا نہیں ہوگا۔ فرمایا تو پھر مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ میں اس کو نہیں کھا سکتا۔ پھر مجھے کھانے کے لئے اپنے ساتھ شریک کیا۔ دیکھا بے چھنے آٹے کی روٹی اور گردن کے گوشت کا سالن ہے۔ میرے ساتھ بڑے شوق سے کھانے لگے۔ برتن میں ایک سفید بوٹی نظر آئی۔ میں خوش ہو گیا شاید کوہان کا گوشت ہوگا۔ اٹھا کر منہ میں ڈالا اور چبانے لگا۔ تو ٹوٹنے اور پسے کا نام ہی نہ لے معلوم ہوا وہ گوشت نہیں بلکہ پٹھوں کی رگ تھی۔ حضرت عمرؓ سے نظر بچا کر منہ سے نکال کر دسترخوان میں برتن کے نیچے چھپا کر رکھ دی۔ کھانے سے فارغ ہو کر سرکہ منگایا۔ مجھے بھی پیش کیا مگر کڑواہٹ کی وجہ سے مجھ سے پیا نہ گیا۔ وہ آسانی پی گئے۔ پھر فرمایا: عتبہ! سن لو! ہمارے ہاں روزانہ ایک اونٹ ذبح ہوتا ہے۔ اس کا گوشت اور چربی باہر سے آنے والے مسلمانوں کے لئے پکتے ہیں۔ گردن اور پٹھے عمر کے اہل و عیال کھاتے ہیں۔ یہ عمرؓ کے اہل و عیال کی خوراک اور مشروب ہے۔ کبھی اس سے پیٹ کو نقصان بھی ہو جاتا ہے۔

ایک دوسری روایت میں عتبہ الفرقہ اسلمی یوں فرماتے ہیں: میں حضرت عمرؓ کے ہاں حاضر ہوا۔ وہاں روزانہ اونٹ ذبح ہوتا تھا۔ اس کا گوشت آفاق سے آنے والے مسلمانوں اور امہات المؤمنین کو دیا جاتا۔ البتہ گردن کا حصہ اور پٹھے وغیرہ حضرت عمرؓ کے گھر والے استعمال کرتے تھے۔ میں ان کے ساتھ کھانے میں حاضر تھا۔ میں نے دیکھا بے چھنے آٹے کی روٹی، سخت روٹی اور گردن والی ہڈی کا گوشت تھا۔ میں نے ایک ٹکڑا منہ میں ڈال کر بسیار چبانے کی کوشش کی مگر اس کے باوجود بھی نہیں چبا سکا۔ پھر ایک سفید بوٹی پر نظر پڑی میں نے سمجھا یہ کوہان کا گوشت ہوگا۔ اٹھا کر منہ میں ڈالا تو وہ گردن کا حصہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا یہ عمرؓ کا سفید آٹا ہے۔ یہ وہ عراق کا آٹا نہیں جس کو تم اور تمہارے ساتھی کھاتے ہیں۔

حضرت سعید بن العاصؓ نے اپنے والد کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے۔ مجھے اپنے اہل و عیال اور مال کے ختم ہونے کا کوئی غم نہیں ہوتا۔ ان کے ختم ہونے پر ان اللہ و انا الیہ راجعون کہوں گا مگر عبد اللہ بن عمرؓ

کے متعلق میری خواہش ہے کہ میرے بعد بھی زندہ رہے۔

ابو احنفہ المودن کا کہنا ہے حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ کچھ کھجوریں تناول کر کے اس کے اوپر پانی نوش کر کے فرمایا: ”مَنْ ادخله بطنه النار فابعده الله“ جو شخص اپنے پیٹ میں آگ داخل کر دے اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے دور کر دے گا۔
آپؓ کی تواضع:

جیر بن نفیر نے کہا: ایک مرتبہ بعض حضرات نے گفتگو میں کہا اے امیر المومنین! حضور ﷺ کے بعد عدل و انصاف کے مطابق فیصلہ کرنے، بے دھڑک حق کی بات کہنے والا اور منافقین کی سب سے زیادہ سرکوبی و سرزنش کرنے والا آپ سے بڑھ کر ہم نے کوئی نہیں دیکھا۔ آپ سب سے بہترین ہیں۔ حضرت عوف بن مالکؓ نے کہا: تم لوگوں نے غلط کہا۔ واللہ! رسول اللہ ﷺ کے بعد عمرؓ کے علاوہ بھی میں نے دیکھا ہے۔ لوگوں نے کہا وہ کون ہے؟ فرمایا: وہ ابو بکر صدیقؓ ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: عوف نے بالکل سچ کہا ہے تم لوگوں نے درست نہیں کہا۔ حضرت ابو بکرؓ تو مشک سے بھی زیادہ خوشبودار جبکہ میں اپنے اونٹ سے بھی زیادہ بے راہ تھا۔ راوی کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے یہ اس لئے فرمایا کیونکہ حضرت ابو بکرؓ ان سے پہلے اسلام میں داخل ہوئے تھے اس وقت عمرؓ حالت کفر میں تھے۔

حضرت مجاہد بن سعید سے روایت ہے: جب حضرت عمرؓ کو اطلاع ملی کہ رستم پہلوان نے قادیسیہ کی طرف رخ کیا ہے تو اسلامی لشکر کی خبر لینے کے لئے صبح سے لیکر ظہر تک مدینہ سے باہر جاتے اور آنے جانے والوں سے معلومات حاصل کرتے رہتے دن ڈھلنے کے بعد واپس مدینہ تشریف لاتے۔ ایک دن باہر گئے ہوئے تھے کہ فتح کی خوشخبری لانے والے سے ملاقات ہوئی، اس سے پوچھا: اے اللہ کے بندے کہاں سے آرہے ہو؟ کہنے لگا: میں قادیسیہ سے آ رہا ہوں، فرمایا: جنگ کی صورت حال کے متعلق کوئی خبر؟ کہنے لگا اللہ تعالیٰ نے دشمن کو ہزیمت اور شکست سے دوچار کر دیا اور دشمن مغلوب ہو گیا آپؓ یہ سن کر خوش ہوئے۔ پیغام رساں کو معلوم نہیں تھا یہ امیر المومنین ہیں وہ اپنی سواری پر یہ پیدل مدینہ کی طرف آ گئے، مدینہ کے اندر داخل ہو گئے تو سامنے آنے والوں نے السلام علیکم یا

امیر المومنین کہا: تو اسے معلوم ہوا۔ کہ یہی امیر المومنین ہے عرض کیا: حضرت! آپ مجھے پہلے بتا دیتے، فرمایا: نہیں میرے بھائی اس کی ضرورت نہ تھی۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے حکم نامہ نافذ کیا کہ تم اپنی عورتوں کا مہر چالیس درہم سے زیادہ مقرر نہ کرو جو اس مقدار سے زائد مہر مقرر کرے گا اس سے وصول کر کے بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا۔ اتنے میں صف کے آخر سے ایک عورت کھڑی ہوگئی کہنے لگی کیوں اس کی کیا ضرورت پیش آگئی، حضرت عمرؓ نے پوچھا: تمہیں اشکال کیوں ہوا؟ عرض کیا اشکال اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

”وَآتَيْتُمْ أَحَدًا هُنَّ قِطْرًا أَفَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِنَّمَا مُبِينًا“

(النساء: ۲۰)

ترجمہ: ”اور ایک کو بہت سا مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو۔ کیا تم اسے بہتان لگا کر اور صریح ظلم کر کے واپس لو گے“

حضرت عمرؓ نے فرمایا: ایک عورت نے درست کہا اور ایک مرد سے غلطی ہوئی۔ سرقہ مسروق بن الاعدعؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے منبر رسول ﷺ پر بیٹھ کر فرمایا: تم اپنی عورتوں کے مہر کیوں زیادہ مقرر کرتے ہو؟ حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ مہروں کو زیادہ مقرر نہیں فرماتے چار سو درہم سے زیادہ مناسب نہیں۔ اگر مہر کی زیادتی باعث تقویٰ یا باعث عزت ہوتی تو تم ان سے ہرگز آگے نہیں بڑھ سکتے لیکن مجھے نہیں معلوم کہ انہوں نے چار سو درہم سے زیادہ مہر مقرر کئے ہوں۔ جب منبر سے نیچے اترے تو ایک قریشی عورت نے اشکال کیا۔ اور کہا: امیر المومنین! آپ نے چار سو درہم سے زیادہ مہر مقرر کرنے سے منع فرمایا؟ کیا آپ نے قرآن کریم کی آیت نہیں سنی؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: وہ کونسی آیت ہے؟ عرض کیا: ارشاد باری یہ ہے:

”وَآتَيْتُمْ أَحَدًا هُنَّ قِطْرًا أَفَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِنَّمَا مُبِينًا“

حضرت عمرؓ نے سنتے ہی فرمایا: ”اللہم اغفر“ اے اللہ معاف فرما دیجئے مجھ سے تو ہر انسان زیادہ سمجھدار ہے، پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا: لوگو! میں

نے تم کو چار سو درہم سے زیادہ مہر مقرر کرنے سے روکا تھا اب میں یہ کہتا ہوں۔ اب جو چاہے مہر مقرر کر دے اسے اختیار ہے۔
(مجمع الزوائد ۴/۲۸۳)

ابو العالیہ الشامی کہتے ہیں: حضرت عمرؓ ایک مرتبہ جابیہ (شام کے قریب علاقہ) تشریف لائے، آپ نے سوتی کپڑے کی قمیص زیب تن کی ہوئی تھی۔ جو میلی ہو گئی تھی۔ گریبان پھٹا ہوا تھا۔ فرمایا: گاؤں کے سربراہ کو بلا لاؤ، اس کو بلا کر لایا گیا۔ اس سے فرمایا: مجھے عاریۃً ایک قمیص دیدو، اور میری قمیص کو دھلا دو اور سلوا دو، چنانچہ کتان کی ایک قمیص پیش کی گئی۔ فرمایا یہ کس چیز کا کپڑا ہے؟ بتایا گیا کتان کا، فرمایا: کتان کیا ہوتا ہے؟ تفصیل بتائی گئی اپنی قمیص اتار دی کتان والی قمیص کو زیب تن فرمایا۔ اس کو دھویا گیا۔ اور پیوند لگایا گیا۔ گاؤں کے رئیس ”الکلموس“ نے عرض کیا آپ عرب کے بادشاہ ہیں۔ اس علاقے میں سواری کے لئے اونٹ استعمال نہیں ہوتے۔ گھوڑے استعمال ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک گھوڑا بغیر زین اور کپڑے کے پیش کیا گیا۔ آپ نے اس پر سواری کی۔ پھر فرمایا: اس کو روکو، روکو، میرا خیال نہیں تھا کہ لوگ شیطان پر سوار ہوتے ہیں۔ چنانچہ اپنے اونٹ پر ہی سوار ہوئے۔

ایک مرتبہ شام تشریف لے گئے لشکر کے امراء ملاقات کے لئے آئے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا: میرا بھائی کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا: وہ کون ہے؟ فرمایا! ابو عبیدہ بن جراحؓ کہنے لگے: ابھی آنے والے ہیں۔ اتنے میں وہ اپنی اونٹنی کو رسی کی لگام ڈال کر حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا۔ حضرت عمرؓ نے سلام کا جواب دینے اور حال احوال پوچھنے کے بعد دوسرے لوگوں کو جانے کی اجازت دی اور حضرت ابو عبیدہؓ کے ساتھ ان کے گھر تشریف لے گئے گھر میں دیکھا کہ سوائے ایک تلوار ایک کمان اور کجاوہ کے کچھ بھی نہیں۔ فرمایا: ابو عبیدہ! کچھ اور سامان بھی رکھتے تو بہتر ہوتا۔ عرض کیا۔ یا امیر المؤمنین! یہ ہمیں ہماری آرام گاہ تک پہنچانے کے لئے کافی ہے۔

ایک مرتبہ شام کے سفر میں پانی سے گزرنا پڑا۔ تو سواری سے اترے موزے اتارے جوتے اور موزے ہاتھ میں پکڑ کر چادر اوپر کو اٹھا کر لگام ہاتھ میں تھام کر ننگے پاؤں پانی کے اندر گھس گئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ بھی ساتھ تھے عرض کیا: امیر المؤمنین! آپ نے یہ کیا طریقہ اختیار کیا۔ یہ لوگ آپ کو دیکھ رہے ہیں۔ اس طرح کرنے کو پسند نہیں

کرتے، حضرت عمرؓ نے ان کے سینے میں ایک گھونہ رسید کر کے فرمایا: ابو عبیدہ یہ جملہ تم نہ کہتے تمہارے علاوہ کسی اور کی زبان سے نکلتا تو اچھا ہوتا۔ پھر فرمایا: سن لو، تم لوگ تمام لوگوں میں کمزور اور حقیر و ذلیل جانے جاتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعے تمہیں عزت عطا فرمائی، اگر اسلامی طریقے کے علاوہ کسی اور طریقے میں عزت تلاش کرو گے اللہ تعالیٰ تمہیں ذلیل کر دے گا۔ (علیہ السلام ۱۱/۴)

حضرت عمرؓ کے غلام حضرت اسلمؓ کہتے ہیں: حضرت عمرؓ ایک مرتبہ شام تشریف لے جا رہے تھے، میں بھی ساتھ تھا شام کے قریب پہنچ کر تھوڑی دیر کے لئے آرام کیا۔ اور اپنی ضرورت کے لئے گئے تو میں نے اپنی پوتین اتار کر اپنے کباوے پر ڈال دی۔ جب ہم چلنے لگے تو حضرت عمرؓ میری اونٹنی پر سوار ہوئے میں ان کے اونٹ پر سوار ہوا اور چل پڑے۔ اور شام میں داخل ہوئے، جب لوگ ہمارے قریب ہوئے، تو میں حضرت عمرؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان کو بتاتا رہا۔ تو وہ آپس میں چہ گوئیاں کرنے لگے۔ تو حضرت عمرؓ نے پہچان کر فرمایا شاید تمہاری نظریں ایسے لوگوں کی سوار یوں پر ہیں جن کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ یعنی حضرت عمرؓ کی مراد اہل عجم کی سواریاں ہیں۔ شام کے سفر میں لوگوں نے آپ سے عرض کیا۔ یہاں اونٹ کی سواری کا رواج نہیں ہے اگر آپ گھوڑے پر سوار ہوتے تو اچھا ہوتا۔ حضرت عمرؓ نے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: حکم وہاں سے آیا ہے یہاں (شام) سے نہیں چلو میری سواری کو چلنے دو۔

روایت میں آتا ہے۔ حضرت عباسؓ کے مکان کی چھت پر ایک پر نالہ تھا۔ ایک دن ان کی چھت پر مرغی ذبح ہو گئی تھی اس کا خون نیچے بہہ رہا تھا اتنے میں حضرت عمرؓ وہاں سے گزرے اس کی چھینٹیں حضرت عمرؓ کے کپڑوں پر پڑ گئیں۔ حضرت عمرؓ نے پر نالہ اکھاڑنے کا حکم دیا حکم کی تعمیل کی گئی واپس گھر جا کر کپڑے تبدیل کر کے آپ جمعہ کے لئے جا رہے تھے۔ مسجد جا کر جمعہ کی نماز پڑھائی، حضرت عباسؓ نے ان سے فرمایا یہ وہ پر نالہ ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے خود وہاں رکھا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں تمہیں حکم دے رہا ہوں آپ میری پیٹھ پر کھڑے ہو کر پر نالے کو اسی مقام پر رکھ

دیں جہاں رسول اللہ ﷺ نے رکھا تھا حضرت عباسؓ نے ایسا ہی کیا۔
حضرت انسؓ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ ایک مرتبہ ایک باغ میں
داخل ہوئے میں بھی ایک دیوار کی آڑ میں آپ کے قریب تھا۔ آپ خود کو خطاب کر رہے
تھے، ابن الخطاب اے مومنین کے امیر! اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو ورنہ وہ تمہیں سزا دے گا۔

(طبقات ابن سعد: ۲۹۳/۳)

حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے: وہ شخص مجھے سب سے زیادہ پسند ہے جو مجھے
میرے عیوب بتایا کرے۔
(طبقات ابن سعد: ۲۹۳/۳)

عبدالرحمن بن فضیلہ کہتے ہیں: میں اپنے قبیلہ بنو ضبہ کے لوگوں کے ساتھ وفد میں
حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ اپنے کام مکمل کر کے مجھے چھوڑ کر کے چلے
گئے میں چھوٹا سا لڑکا تھا۔ اتنے میں حضرت عمرؓ بازار میں اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر
گذرے میں یک دم جست لگا کر آپ کی اونٹنی پر سوار ہوا۔ حضرت عمرؓ ہاتھ میرے
شانے پر مارتے ہوئے فرمایا: تم کہاں کے ہو؟ میں نے عرض کیا۔ میں نصی ہوں۔ فرمایا
جسور (جسارت کرنے والا) ہو؟ میں نے عرض کیا: دشمن پر۔ فرمایا: دوست پر اپنی ضرورت
کے لئے؟ چنانچہ میری حاجت روائی فرمائی اور مجھ سے فرمایا: اب تو میری سواری کو چھوڑ دو۔
عبدالرحمن بن حاطب کہتے ہیں: ہم حضرت عمرؓ کے ساتھ حج یا عمرہ کے لئے
جا رہے تھے مکہ مکرمہ ضحمان نامی پہاڑی گھاٹیوں سے جب گزرنے لگے، تو حضرت عمرؓ
ہماری طرف متوجہ ہوئے فرمایا ایک زمانہ تھا میں ان گھاٹیوں میں خطاب کے اونٹ چرایا کرتا تھا۔
اور لکڑیاں جمع کرتا تھا کبھی ان کو اپنی پیٹھ پر اور کبھی اونٹوں پر لاد کر گھر لے آتا نہ کرنے کی صورت
میں سخت سرزنش ہوتی کیونکہ میرے والد خطاب سخت تند مزاج شخصیت کے حامل انسان تھا اب
میری یہ حالت ہے، کہ لوگ میری قوت کو بطور مثال بیان کرتے ہیں پھر یہ اشعار پڑھنے لگے:

لا شئی مما تری تبقى بشئته له الا الله و يودى المل والولد۔

”سوائے اللہ کے کسی چیز کی بقاء باقی رہنے والی نہیں ہے مال اور

اولاد سب ختم ہونے والے ہیں“

حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ ایک مرتبہ اعلان

کرادیا لوگو! جماعت کھڑی ہے۔ بار بار یہ اعلان ہوتا رہا۔ آپ خود منبر پر بیٹھ گئے، جب مسجد پوری بھر گئی تو کھڑے ہو کر فرمایا: الحمد للہ! مجھے یاد ہے کہ میں ایک وقت کے کھانے کے لئے مزدوری کرتا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ دن بھی دکھا دیا۔ جو آپ دیکھ رہے ہیں یہ کہہ کر منبر سے نیچے اترے۔ تو کسی نے کہا امیر المومنین آپ نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا: یہ میں نے اظہار تشکر کے لئے کیا۔

حضرت حسن فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت عمرؓ کے سامنے ان کی تعریف کی تو فرمایا خود کو بھی ہلاک کرتے ہو اور مجھے بھی ہلاک کرنا چاہتے ہو۔

قبیلہ بنو جہینہ کا ایک شخص کہتا ہے: حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں میرے والد نے مجھے بکری کا ایک بچہ دیکر مدینہ میں فروخت کرنے کے لئے بھیجا جب میں مدینہ کے قریب پہنچا تو ایک شخص کو دیکھا جو مدینہ کی طرف جا رہا تھا۔ گدھے پر لدا ہوا میرا سامان ٹیڑھا ہو گیا تھا، میں نے اس شخص سے کہا: اے اللہ کے بندے گدھے کا بار سیدھا کرنے میں میری مدد کیجئے، کہنے لگا: بہت اچھا پھر میرے ساتھ اس کو درست کر کے پوچھا: تم کون ہو؟ میں نے کہا: میں فلاں ابن فلاں الجہنی ہوں۔ وہ کہنے لگے، میری طرف سے اپنے والد کو سلام کہہ دینا اور کہنا کہ بکری کے بچے کو ہرگز ذبح نہ کرنا، بھیڑ کے بچے کی چربی بکری کی اوجڑی سے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا آپ کون ہیں؟ فرمایا عمر ہوں۔ امیر المومنین!

ایک مرتبہ فارس سے ایک وفد حضرت عمرؓ سے ملنے کے لئے آیا، گھر میں نہ ملے تلاش کرتے کرتے مسجد پہنچ گئے ان کو بتایا گیا کہ امیر المومنین مسجد میں ہیں، چنانچہ یہ لوگ مسجد میں ان کے پاس گئے دیکھا کہ ان کے پاس کوئی محافظ ہے نہ کوئی شخص وہ آپس میں کہنے لگے، بادشاہ یہ ہے نہ کہ کسریٰ۔

آپؓ کی بردباری:-

ایک مرتبہ عیینہ بن حصن بن حذیفہ اپنے بھتیجے الحر بن قیس کے پاس گئے الحر حضرت عمرؓ کے قریب تر لوگوں میں سے تھے۔ حضرات علماء و قراء کو حضرت عمرؓ اپنے قریب رکھتے تھے چاہے وہ بڑے ہوں یا چھوٹے عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا: میرے بھتیجے آپ حضرت عمرؓ سے میری ملاقات کے لئے اجازت لے لو، چنانچہ حضرت عمرؓ

نے ملاقات کی اجازت دی حضرت عمرؓ کے پاس آ کر اس نے کہا: اے ابن خطاب! آپ ہمیں کچھ عطا کرتے ہو نہ ہی عدل و انصاف سے کام لیتے ہو۔ حضرت عمرؓ غضبناک ہوئے قریب تھا کہ اس کی سرزنش کرتے اتنے میں عیینہ کے بھتیجے الحر نے کہا: امیر المومنین! اللہ تعالیٰ اپنے نبی پاک ﷺ کو فرماتے ہیں:

”خذ العفو و امر بالعرف و اعرض عن الجاهلین“

(الاعراف: ۱۹۹)

”درگزر کرو اور نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے الگ رہ“

یہ جاہل ہے۔ آیت سن کر آپ کا غصہ بالکل ختم ہو گیا۔ اس کو معاف کر دیا۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے پاس کچھ چادریں آ گئیں آپ نے ان کو مہاجرین و انصار کے درمیان تقسیم کر دیا۔ ان میں ایک اعلیٰ قسم کی چادر تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ یہ کسی کو دوں گا تو اس کے دوسرے احباب اعتراض کریں گے۔ کہ ان کو اعلیٰ والا دیدیا۔ ہم کو اس سے کم تر تو ایسی شخصیت کی نشاندہی کرو، جو بہتر ہو اور جس کی نشوونما خوشحالی میں ہوئی ہو حضرات نے حضرت مسور بن مخرمہ کا نام پیش کیا چنانچہ وہ چادر انہیں عطا کر دی۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے چادر کو دیکھ کر فرمایا: مسور! یہ کیا ہے؟ فرمایا: حضرت امیر المومنین نے عطا فرمائی ہے۔ حضرت سعدؓ حضرت عمرؓ کے پاس آئے کہنے لگے، مجھے آپ نے یہ چادر پہنائی اور میرے بھتیجے کو اعلیٰ ترین چادر سے نوازا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اے ابواسحاق! بات اصل میں یہ تھی یہ آپ میں سے کسی کو دیدیتا تو سب اشکال کرتے، انہیں اس لئے دی کہ اس نے خوشحالی میں تربیت پائی ہے۔ تاکہ کسی کو اعتراض نہ ہوگا اور وہم نہ ہوگا۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا: میں نے تو قسم کھائی ہے کہ یہ چادر عمرؓ کے سر پر دے ماروں گا۔ حضرت عمرؓ نے سر نیچے کر کے فرمایا یہ دوسرے حاضر ہے۔ البتہ ایک بوڑھے کو دوسرے بوڑھے کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا چاہئے۔

ایک مرتبہ ان کے ساتھ کسی شخص کی نوک جھونک ہوئی۔ اس شخص نے کہا امیر المومنین ذرا خوف خدا کرو، پاس ایک آدمی نے کہا! ارے تم امیر المومنین کو ایسی بات کہہ رہے ہو؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: چھوڑیے ان کو کہنے دیجئے انہوں نے بڑی اچھی بات کہی

ہے۔ ایسی باتیں منہ میں کہو گے تو تمہارے لئے بھلائی نہیں ہوگی اور ہم اگر ان باتوں کو قبول نہ کریں ہم بھی بھلائی سے خالی رہیں گے۔

علی بن رباحؓ سے روایت ہے: جابیہ کی فتح کے موقع پر حضرت عمرؓ نے خطاب فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے ان اموال پر خازن اور قاسم بنایا ہے۔ بلکہ اس کی تقسیم کرنے والا اللہ ہی ہے۔ اللہ کے حکم سے سب سے پہلے ان میں سے میں اہل بیت نبویؐ کو دوں گا۔ چنانچہ حضرات ازواج مطہرات کے لئے سوائے حضرت جویریہ، حضرت صفیہ اور میمونہؓ کے سب کے لئے دس دس ہزار درہم مقرر کیا۔ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا: حضورؐ ہمارے درمیان برابری فرماتے تھے۔ تو حضرت عمرؓ نے سب کے لئے دس دس ہزار مقرر فرمایا۔ پھر فرمایا: اس کے بعد میں پہلے مہاجرین اولین کو عطا کروں گا کیوں کہ ہم کو اسلام کی پاداش میں ظلم ہمارے گھروں سے نکالا گیا تھا ان میں سے اس کے بعد مہاجرین اصحاب بدر کے لئے پانچ پانچ ہزار اور بدر کے عام حاضرین کو چار چار ہزار اور شرکاء حدیبیہ کو تین تین ہزار عطا فرمایا پھر ہجرت میں مقدم حضرات کو عطا میں مقدم کیا۔ اور تاخیر سے ہجرت کرنے والوں کو عطا میں بھی مؤخر کیا پھر فرمایا مؤخر حضرات کسی کو ملامت نہ کریں خود اپنے آپ کو ملامت کریں۔ پھر فرمایا: میں خالد بن ولید کے متعلق ایک معذرت کر رہا ہوں وہ یہ کہ میں نے ان کو کو حکم دیا تھا کہ وہ اس مال کو ضعیف میں تقسیم کر دیں۔ مگر انہوں نے صاحب قوت اور صاحب لسان لوگوں کو بھی نوازنا چنانچہ میں نے ان کی جگہ ابو عبیدہ کو امیر مقرر کیا ہے۔ ابو عمرو حفص بن المغیرہ کھڑے ہو کر بولنے لگے عمر! ہم آپ کا عذر قبول نہیں کریں گے۔ آپ نے ایک ایسے عامل اور امیر کو معزول کیا جس کو خود رسول اللہ ﷺ نے عامل مقرر فرمایا تھا۔ آپ نے ایک ایسی تلوار کو میان میں کر دیا جس کو رسول اللہ ﷺ نے میان سے نکالا تھا آپ نے ایک ایسے جھنڈے کو اتار دیا جس کو رسول اللہ ﷺ نے بلند فرمایا تھا۔ آپ نے رشتے داری کا خیال نہیں کیا بلکہ اس کو توڑ دیا اور اپنے چچا زاد سے حسد کیا۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: آپ نے یہ بات اس کے قریبی رشتہ دار ہونے اور حدیث السن ہونے کی بنا پر بحالت غصہ کہہ رہے ہیں۔

اصغ بن بناتہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ میں اپنے والد کے ساتھ مدینہ کو چلا صبح کی روشنی پھیلنے سے پہلے ہم مدینہ پہنچے تو لوگ نماز پڑھ کر اپنے اپنے کاموں کی طرف جا رہے تھے

ہمارے سامنے بازار میں ایک شخص آیا، جس کے ہاتھ میں درہ تھا۔ کہنے لگے اے دیہاتی! تم اس کو فروخت کر رہے ہو؟ پھر بھاؤ تاؤ کرتے کرتے ایک قیمت پر رضامندی ہوئی مگر قیمت ادا نہیں کی تھی۔ درہ ہاتھ میں لئے بازار کا چکر لگاتے اور لوگوں کو خوف خدا اختیار کرنے کی تلقین و نصیحت فرماتے اور بار بار آتے جاتے اور میرے والد کے پاس آ کر ہر بار کہتے آپ کے حق کی وجہ سے میں محبوس ہو گیا ہوں بازار کے باہر نہیں جاسکتا۔ تیسری بار کہنے پر میرے والد کو غصہ آیا۔ کہنے لگے تم ویسے مجھے ٹرخا رہے ہو، مجھ پر ظلم کر رہے ہو، یہ کہہ کر ان کے گریبان پکڑ کر سینے پر ایک مکارسید کیا، لوگوں نے اٹھ اٹھ کر کہا! اے اللہ کے دشمن! تم امیر المومنین کو مکار رہے ہو؟ امیر المومنین میرے والد کو گریبان سے پکڑ کر ایک قضائی کے پاس لے گئے۔ اس سے کہا، اس کا حق اس کو دیداد اور میرا منافع تم لے لو، حضرت عمرؓ نے بکری فروخت کرنے کے لئے اس کو دی تھی۔ قضائی نے کہا کوئی بات نہیں اس کو رقم میں دیتا ہوں۔ آپ اپنا منافع بھی لے لیجئے چنانچہ اس نے میرا حق دیدیا۔ حضرت عمرؓ نے میرے والد سے فرمایا: اب اپنا حق پورا پورا لے لیا؟ میرے والد نے کہا لے لیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: باقی رہا آپ کا مکا۔ اس کو میں نے اللہ کے لئے اور تمہارے لیے معاف کر دیا۔ اصغ کہتے ہیں میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا بائیں ہاتھ میں گوشت اور دائیں ہاتھ میں درہ کو لیکر چلتے چلتے گھر تشریف لے گئے۔

سخت گرمی کے دنوں میں ایک چادر سر پر رکھ کر جا رہے تھے اتنے میں ایک جوان دراز گوش پر سوار ہو کر پاس سے گذرا اس سے فرمایا: اے نو جوان! مجھے اپنے ساتھ سوار کر لو نو جوان فوراً نیچے اتر اور کہنے لگا: اے امیر المومنین! سوار ہو جائیے، فرمایا: نہیں، میں آپ کے پیچھے بیٹھوں گا آپ آگے بیٹھے میں تیرے پیچھے بیٹھوں گا چنانچہ اس طرح اس کے پیچھے بیٹھ کر مدینہ میں داخل ہوئے، اور لوگ آپ کی طرف دیکھ رہے تھے۔

ورع و تقویٰ کا ذکر:

حضرت مسور بن مخرمہؓ کہتے ہیں: ورع و تقویٰ حاصل کرنے کے لئے ہم حضرت عمرؓ

کے دروازے پر پڑے رہتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے ایک اونٹ خریدا۔

اور اس کو چراگاہ میں چھوڑ دیا۔ جب وہ خوب موٹا ہو گیا تو اس کو مدینہ کے بازار میں لے آیا۔ جب حضرت عمرؓ بازار تشریف لائے تو ایک مضبوط موٹا اونٹ دیکھ کر فرمایا: یہ کس کا اونٹ ہے؟ کسی نے بتایا: کہ یہ عبداللہ بن عمرؓ کا ہے۔ فرمانے لگے، واہ واہ امیر المومنین کے بیٹے کا ہے میں جلدی جلدی ان کے پاس آ گیا۔ عرض کیا، امیر المومنین کیا ہوا؟ فرمایا یہ اونٹ کس طرح ہے؟ میں نے عرض کیا یہ میں نے خریدا تھا اور چراگاہ میں جہاں دوسرے لوگوں کے اونٹ چر رہے ہیں چھوڑا ہوا تھا فرمانے لگے۔ یہ کہہ کر چھوڑ چھوڑا تھا کہ امیر المومنین کے بیٹے کے اونٹ کا خیال کرنا۔ پھر فرمایا: عبداللہ! اپنا اصل راس المال گن کر باقی منافع بیت المال کے اندر داخل کرادو۔ (الریاض للفہاں: ۸۳۰)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ فتح جلولاء کے موقع پر میں حاضر تھا۔ میں نے مال غنیمت میں سے چالیس ہزار درہم کے بدلے چیزیں خریدیں اور انہیں لیکر مدینہ منورہ چلا آیا۔ حضرت عمرؓ نے دیکھ کر مجھ سے فرمایا: عبداللہ! اگر مجھ کو آگ کے اندر ڈالا گیا فدیہ دیکر مجھے چھڑاؤ گے؟ میں نے عرض کیا۔ میں اپنا تمام مال دیکر چھڑاؤں گا فرمایا: تیرے اس مال کے متعلق میرا ایک اشکال ہے مجھے لگتا ہے جلولاء کے مقام پر لوگوں نے آپ کو صحابی رسول اور امیر المومنین کا بیٹا ہونے کے ناطے چیزیں فروخت کرنے میں رعایت کی ہوگی، اور اس وجہ سے سستے داموں آپ نے یہ چیزیں خریدی ہیں۔ اس کے بعد سات دن تک خاموش رہے، سات دن کے بعد تاجروں کو بلا کر اس مال کو ان کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ اور مجھے مناسب منافع دیکر باقی قیمت کو حضرت سعد کے پاس یہ کہہ کر بھیج دیا کہ یہ مال جلولاء کے جہاد میں شریک مجاہدین میں تقسیم کر دیں اگر ان میں سے کسی کا انتقال ہو گیا ہو تو اس کے حصے کو ان کے ورثاء تک پہنچایا جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے جہاد پر جانے کے لئے حضرت عمرؓ سے اجازت طلب کی تو مجھ سے فرمایا: مجھے تمہارے متعلق زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔ میں نے عرض کیا: ابا جان! مجھ سے آپ یہ توقع رکھتے ہیں؟ فرمایا: اصل میں بات یہ ہے۔ تم کفار سے جہاد کرو گے، تمہیں فسخ نصیب ہوگی۔ کفار کے لوگوں کو قیدی اور ان کے مالوں کو غنیمت بناؤ گے۔ غنیمت میں باندیاں بھی ہوں گی، اس کو خریدنے

کے لئے اعلان کیا جائے گا کہ کون اس کو خریدے گا۔ تم اس کو خریدنے کے لئے تیار ہو جاؤ گے، لوگ تمہاری رعایت کریں گے۔ امیر المومنین کا بیٹا ہونے کی وجہ سے جبکہ اس میں اللہ، اس کے رسول اور رسول اللہ کے رشتے داروں اور تمام مومنین کا حق ہے تم اس باندی کو خرید کر اس کے ساتھ جماع کرو گے تو یہ زنا ہوگا۔ چلو آرام سے بیٹھ جاؤ۔

ایک دفعہ بحرین سے مشک وغیرہ آیا اپنی بیوی عاتکہ سے کہا ایسی عورت کے متعلق بتاؤ جو ان چیزوں کا صحیح صحیح وزن کر سکے ان کی بیوی نے کہا۔ مجھے اس کا بہتر طریقہ آتا ہے میں خود وزن کرتی ہوں حضرت عمرؓ نے فرمایا: نہیں۔ بیوی نے کہا: کیوں؟ فرمایا اس سے خوشبو تیری انگلی پر لگ جائیگی جس کو تم اپنے کانوں میں اسی طرح مل لوگی اور اپنے کپڑے پر لگاؤ گی اور مسلمانوں کا حق اس طرح ان کو نہیں پہنچ پائے گا۔

العطارۃ کہتی ہیں: باہر سے حکومتی مال میں خوشبو آتی تو حضرت عمرؓ اپنی بیوی سے کہتے اس کو فروخت کر کے قیمت مجھے دیدیا کرو تا کہ بیت المال میں داخل ہو میں ایک مرتبہ خوشبو خریدنے کے لئے اس کے پاس گئی۔ وہ دانتوں سے کاٹ کر وزن کی کمی بیشی کو پورا کیا کرتی تھی۔ ایک دن کچھ خوشبو انگلی پر لگی۔ اس کو اپنے دوپٹے پر لگا دیا۔ حضرت عمرؓ نے گھر آ کر پوچھا: یہ خوشبو کیسے آرہی ہے؟ آپ نے اس کی وجہ بتا دی تو فرمانے لگے مسلمانوں کی خوشبو کو تم استعمال کرتی ہو؟ پھر سر سے دوپٹہ لیکر اس پر پانی ڈالنے لگے پھر مٹی اس پر ملنے لگے، العطارۃ کہتی ہیں کچھ دنوں کے بعد میں خوشبو لینے کے لئے دوبارہ گئی تو وزن کی کمی بیشی کو پورا کرنے کے لئے دانت سے توڑا جس سے خوشبو کا کچھ حصہ انگلی پر بھی لگا جس کو وہ مٹی سے صاف کرنے لگی میں نے کہا: یہ کیا کر رہی ہو؟ پہلے کبھی ایسا نہیں کرتی تھی۔ کہنے لگیں: تجھے نہیں معلوم کہ میرے ساتھ کیا ہوا؟ پھر سابقہ پوری تفصیل بتادی۔

حضرت عمرؓ کی ایک اونٹنی تھی۔ غلام دودھ ان کی خدمت میں پیش کرتا تھا۔ ایک دن دودھ پیش کیا۔ تو وہ پہلے سے مختلف تھا پوچھا: دودھ کا ذائقہ کچھ مختلف سا ہے؟ کہنے لگے۔ اصل بات یہ ہے کہ اونٹنی کا دودھ اس کے بچے نے پی لیا۔ میں نے صدقے کی اونٹنی کا دودھ نکال کر آپ کو پیش کیا ہے۔ فرمانے لگے ارے تیری ہلاکت ہو تم نے مجھے آگ پلا دی ہے۔ پھر فوراً حضرت علی بن ابی طالبؓ کو بلا بھیجا۔ وہ تشریف لائے ان سے فرمایا:

اس نے تو صدقے کی اونٹنی کا دودھ مجھے پلایا ہے میرے لئے وہ کہاں تک جائز ہے؟
حضرت علیؓ نے فرمایا: امیر المومنین! نہ صرف اس کا دودھ آپ کے لئے جائز ہے
بلکہ گوشت بھی آپ کے لئے حلال ہے۔

خوف الہی کی کیفیت:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ان
سے فرمایا: ایک مرتبہ آپ کے والد نے میرے والد کے ساتھ ملاقات کی میرے والد نے ان
سے فرمایا: اگر تیرے اعمال کے مطابق تجھ سے کوئی حساب کتاب نہ ہو، بلکہ نیک اعمال کو
بد اعمال اور بد اعمال کو نیک اعمال کے بدلے برابر قرار دیا جائے تو تجھے خوشی ہوگی، اور تم اس کو
پسند کرو گے؟ تو تیرے والد محترم نے کہا: اے امیر المومنین! میں بصرہ میں تعینات تھا۔ وہاں
کے لوگ ظلم میں مشہور ہیں۔ میں نے ان کو قرآن و حدیث کی تعلیم دی دین سے ان کو روشناس
کرایا۔ اور ان کو لیکر جہاد فی سبیل اللہ کیا۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا مجھے عظیم بدلہ عطا
فرمائے گا میرے والد عمرؓ نے کہا: لیکن میں اس بات کو پسند کروں گا میرے اعمال
نیک و بد برابر کر کے مجھے حساب سے چھٹکارا مل جائے اور نہ مجھے کچھ ملے نہ مجھ پر کچھ ہو۔ میرا
عمل خالص رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہو۔ تو ابو ہریرہؓ نے کہا: آپ کے والد میرے
والد سے بہت بہتر تھے۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے اگر دریا فرات کے کنارے
ایک بکری بھی ضائع ہو جائے تو مجھے اندیشہ ہے کہ اس کا بھی مجھ سے مواخذہ کیا جائے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: ایک مرتبہ میں نے حضرت عمرؓ کو اونٹ پر سوار
ہو کر تیزی کے ساتھ چلتا ہوا دیکھ کر عرض کیا: اے امیر المومنین! کہاں تشریف لے جا رہے
ہو؟ فرمایا: صدقہ کا ایک اونٹ بدک گیا ہے۔ اس کو تلاش کرنے نکلا ہوں۔ میں نے عرض
کیا۔ اس طرح کر کے آپ نے بعد میں آنے والے خلفاء کو تکلیف میں ڈال دیا۔ فرمایا: اے
ابو الحسن! آپ مجھے ملامت نہ کیجئے اس ذات کی قسم! جس نے محمد ﷺ کو نبی بنا کر مبعوث
فرمایا اگر دریا فرات کے اس پار بھیڑ کا ایک بچہ بھی ضائع ہو گیا تو کل قیامت کے دن عمر سے
اس کا بھی مواخذہ ہوگا۔ کسی نے ابن عباسؓ سے دریافت کیا۔ عمرؓ کیسے
آدمی تھے؟ فرمایا: وہ خوف خدا میں اس پرندے کی مانند تھے جس کے لئے راستے کے ہر

طرف جال بچھے ہوئے ہوں اور وہ ہر طرف دیکھ کر خوف زدہ ہو۔

ابو سلامہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے حرم میں دیکھا کہ حضرت عمرؓ ایک حوض پر اکٹھے وضو کرنے والے مرد و زن کو مار مار کر علیحدہ کر رہے ہیں۔ پھر میرا نام لیکر کہا اے فلاں! میں نے عرض کیا لیک یا امیر المومنین! فرمایا کوئی لیک شہیک نہیں۔ میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ مردوں کے وضو کے لئے علیحدہ اور عورتوں کے لئے علیحدہ حوض بنا دو تم نے اس پر عمل نہیں کیا۔ پھر وہاں سے چلے راستے میں حضرت علیؓ سے ملاقات ہوئی ان سے فرمایا: مجھے اندیشہ ہے کہ میں ہلاک ہو چکا ہوں، حضرت علیؓ نے فرمایا: کس چیز نے تجھے ہلاک کر دیا؟ فرمایا: میں نے اللہ کے حرم میں مردوں اور عورتوں کو مارا ہے۔ فرمایا: اے امیر المومنین! آپ قوم کے محافظ اور سربراہ ہیں اگر آپ نے ان کی پٹائی ان کی اصلاح اور خیر خواہی کی بنیاد پر کی ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے عذاب نہیں دے گا۔ اگر آپ نے بلاوجہ مارا ہے تو آپ ظالم اور مجرم ہیں۔

ایک مرتبہ مدینہ کی گلی میں گشت کے دوران یہ آیت خیال میں آئی:

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغْيٍ مَا اكْتَسَبُوا۔

(الاحزاب: ۵۸)

”اور جو ایماندار مردوں اور عورتوں کو نا کردہ گناہوں پر ستاتے ہیں“

اور پڑھتے گئے اور دل میں خدشہ پیدا ہوتا گیا کہ شاید میں لوگوں کو ایذا پہنچاتا ہوں سیدھے حضرت ابی بن کعبؓ کے گھر گئے وہ اپنے تکیہ پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے تھے حضرت عمرؓ کو دیکھ کر تکیہ ان کے لئے پیش کیا۔ فرمایا: لیجئے! حضرت عمرؓ نے اس کو واپس کر کے بیٹھ کر مذکورہ آیت تلاوت کی، فرمایا: میں اندیشہ کرتا ہوں کہ میں اس آیت کا مصداق بن گیا ہوں کہ میں مومنین اور مومنات کو ایذا دیتا رہتا ہوں حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا: انشاء اللہ! ایسا نہیں ہوگا لیکن آپ ادب سکھانے والے آدمی ہیں۔ لوگوں کی غلطیوں کو برداشت نہیں کر سکتے۔ ان کو بتاتے ہیں تاکہ لوگ ان غلطیوں سے باز آجائیں۔ فرمایا: آپ نے تو کہہ دیا۔ بس اللہ ہی کو معلوم ہے کبھی کبھار ہاتھ آگ کے قریب کر کے خود کو خطاب کر کے فرمایا کرتے: اے خطاب کے بیٹے! تجھے اس آگ کو

برداشت کرنے کی طاقت ہے؟

کبھی کبھار فرمایا کرتے: کاش کہ میں انسان ہی نہ ہوتا تا کہ آخرت کے حساب و کتاب سے بچ جاتا۔ کبھی زمین سے مٹی اٹھا کر فرماتے، کاش! میں مٹی ہوتا یا پیدا ہی نہ ہوتا میری ماں مجھ کو نہ جنتی! کاش! میں نسیا منیا ہوتا۔ ایک مرتبہ شام میں آپ کے لئے کھانا تیار کیا گیا جو پہلے کبھی دیکھا نہیں تھا۔ فرمایا: ہمارے لئے ایسا کھانا لائے ہوان فقراء مسلمین کے لئے کیا ہے جن کا جو کی روٹی سے بھی پیٹ نہیں بھرتا تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے فرمایا: ان کے لئے جنت ہے اس سے حضرت عمرؓ کی آنکھیں آبدیدہ ہو گئیں۔ اگر ہمارے لئے یہ اور ان کے لئے جنت ہے تو ہمارے اور ان کے درمیان بڑا فرق ہوگا۔ ایک دفعہ کچھ لوگوں نے ان کے پاس سخت مشقت میں قحط کی شکایت کی تو ان کی آنکھوں سے آنسو پل رواں کی طرح بہہ پڑے۔ پھر ہاتھ اٹھا کر دربار الہی میں دعا کی: اے اللہ! ان کی ہلاکت کو میرے ہاتھوں پر نہ کر پھر ان کو گندم دینے کا حکم دیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے فتح قادسیہ کے موقع پر روم کے بادشاہ (کسریٰ) کا جبہ اس کی تلوار، شلوار، قمیص، تاج اور اس کے جوتے حضرت عمرؓ کی خدمت میں ارسال کیے۔ جب یہ چیزیں حضرت عمرؓ کے پاس پہنچیں تو حضرت عمرؓ نے لوگوں کے چہروں کی طرف ایک نظر دوڑائی پھر سراقہ بن مالک بن جعشم المدلجی (جو قدامت کے لحاظ سے سب سے زیادہ جسیم تھے) کو آواز دی فرمایا: کھڑے ہو کر اس کو پہن لو، سراقہ کہتے ہیں میرے دل میں طمع سا پیدا ہوا کہ شاید یہ مجھے عطا کریں گے، چنانچہ میں کھڑا ہو کر اس کو پہن لیا فرمایا: آگے پیچھے چل کر دکھاؤ، پھر فرمایا: واہ، واہ بنو مدلج کا ایک اعرابی (دیہاتی) کسریٰ کی قمیص اس کا جبہ اس کی تلوار و تاج اور جوتے زیب تن کیے ہوئے ہے۔ پھر فرمایا: انہیں اتار دو، میں نے اتار دیا۔ پھر فرمایا: اے اللہ! یہ چیزیں آپ نے اپنے محبوب رسول جو یقیناً ہم سب سے مکرم و معزز تھے کو نہیں عطا فرمائیں۔ پھر ان کے بعد ابو بکرؓ جو ہمارے مقابلہ میں آپ کے زیادہ قریب اور مکرم تھے کو نہیں دیں۔ اے اللہ! یہ چیزیں مجھے عطا فرما کر میری آزمائش کر رہے ہو اور امتحان لے رہے ہو۔ پھر بہت

زیادہ روئے حتیٰ کہ اہل مجلس کو ان پر رحم آ گیا پھر حضرت عبدالرحمنؓ سے فرمایا: میں تمہیں قسم دیکر کہتا ہوں مغرب سے پہلے پہلے ان کو فروخت کر کے ان کی قیمت مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر لو۔

جب تاج کسرلی کو حضرت عمرؓ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپؓ نے فرمایا: لوگوں نے یہ مال اپنے امناء کے پاس بھیجے ہیں حضرت علیؓ نے فرمایا: آپؓ نے ان کے مالوں سے خود کو بچایا تو انہوں نے تجھے عطا کیا۔ اگر عقیف نہ ہوتے تو یہ چیزیں تیرے پاس نہ بھیجتے اور خود کھا جاتے۔

ابو السنان الدولی کہتے ہیں: ایک مرتبہ میں حضرت عمرؓ کے پاس گیا ہوا تھا آپؓ کے پاس حضرات مہاجرین میں سے کچھ افراد بیٹھے ہوئے تھے آپؓ کے پاس عراق سے کچھ چیزیں آئی ہوئیں تھیں۔ جن میں ایک ٹوکری بھی تھی اس کو نگویا، اس میں ایک انگوٹھی بھی تھی۔ ان کے بچوں میں سے کسی نے اس کو اٹھا کر اپنے منہ میں ڈال دیا۔ حضرت عمرؓ نے اس کو اس کے منہ سے نکال لیا۔ ٹوکری کو سامنے رکھ کر رونے لگے، لوگوں نے کہا: امیر المؤمنین یہ تو رونے کا وقت نہیں ہے۔ یہ خوشی کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو فتح مبین نصیب فرمائی ہے آپؓ کا دشمن مغلوب ہو گیا ہے۔ آپؓ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

”لا تفتح الدنيا على احد الا القى الله بينهم العداوة و

البغضاء الى يوم القيامة“

”دنیا کی آمد کے ساتھ بغض و عداوت بھی آتا ہے مجھے اس کا اندیشہ

ہے۔ اس لئے رورہا ہوں“

فتح جلولا (ایران کا علاقہ) کے موقع پر مال غنیمت مسجد کے صحن میں موجود تھا۔ سورج کی روشنی جب اس پر پڑی تو سونے چاندی کے برتن اور زیورات چمکنے لگے تو حضرت عمرؓ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے کسی نے کہا: یا امیر المؤمنین! یہ تو غم کا دن نہیں ہے۔ اس میں رونا نہیں چاہئے۔ فرمانے لگے: مجھے پتہ ہے مگر بات یہ ہے جب مال آتا ہے تو اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان بغض و عداوت بھی ڈال دیتا ہے۔

جب کسرئی کا خزانہ آیا۔ تو عبداللہ بن ارقم نے فرمایا: اس کو بیت المال میں رکھوادیتجئے، تاکہ بعد میں ہم تقسیم کریں گے، حضرت عمرؓ فرمانے لگے واللہ ایسا نہیں ہو سکتا اس کو کسی چھت کے نیچے ہرگز نہ رکھوں گا اس کو تقسیم کراؤں گا۔ مسجد کے درمیان ان کو رکھوادیا۔ رات حفاظت کے لئے آدمی مقرر کیا۔ جب صبح ہوئی ان پر سورج کی روشنی پڑی تو چمکنے لگے حضرت عمرؓ رو پڑے تو حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے فرمایا: یا امیر المومنین! اللہ کی قسم: یہ تو شکر کا دن ہے، فرحت و سرور کا وقت ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کسی قوم پر جب دنیا کی فراوانی ہوتی ہے تو ان کے درمیان بغض و عداوت ڈال دی جاتی ہے۔

جلولا کے موقع پر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو تیس لاکھ مثقال حاصل ہوئے جس میں سے چھ لاکھ مثقال رکھ کر باقی زیاد بن ابی سفیان کے ہاتھ حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھیج دیا۔ حضرت عمرؓ نے جب دیکھا فرمایا اس کو کسی چھت کے نیچے نہیں رکھوں گا۔ پھر تقسیم کے وقت دیکھ کر رونے لگے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے فرمایا: کیا یہ رونے کا وقت ہے؟ یہ تو مقام شکر ہے فرمایا: میں اس لئے رو رہا ہوں کہ جس کو یہ دنیا اس طرح ملتی ہے ان کے درمیان بغض و عداوت سرایت کر جاتی ہے۔ پھر اس کو تقسیم کرنے لگے تقسیم میں اصحاب بدر کو اولیت دی۔ پھر ازواج مطہرات پھر دوسرے حضرات صحابہ کو دیا۔ جب سب کے درمیان تقسیم کر دی۔ تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دوسروں سے کچھ کم دیا۔ تو عبداللہؓ نے عرض کیا۔ امیر المومنین! میرے برابر کے احباب کو مجھ زیادہ عطا کیا اور مجھے کم دیا۔ تو فرمایا: عبداللہ! میں نے ایسا اس لئے کیا تاکہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ یہ سوال نہ فرمادے کہ میں اپنی اولاد کی طرف جھک گیا۔

ایک مرتبہ حضرت سعید بن عامرؓ کو پیغام بھیجا کہ میں آپ کو امیر بنانے والا ہوں۔ جواب دیا: مجھے امتحان میں نہ ڈالئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تمہیں امیر بنا کر رہوں گا۔ مجھ پر تو ذمہ داری ڈال دی خود کو بچانا چاہتے ہو۔

حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے اللہ سے ڈرنے والا اپنی مرضی اور خواہش کی پیروی نہیں کرے گا۔ اگر قیامت نہ ہوتی تو تم کچھ اور دیکھتے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ کا معمول تھا جب نماز

پڑھاتے تو تھوڑی دیر اپنی جگہ پر بیٹھ جاتے جس کو ان سے کوئی بات چیت کرنی ہوتی اور ضرورت کی بات ہوتی تو ان سے کہہ دیتے۔ اگر کسی کا کوئی کام نہ ہوتا تو تھوڑی دیر بیٹھ کر اٹھ جاتے، ایک دن نمازیں پڑھا کر بیٹھ بغیر چلے گئے تو میں ان کے دروازے پر حاضر ہوا۔ اور ان کے غلام یرفا سے کہا: کیا امیر المؤمنین بیمار ہیں؟ یہ کہہ کر وہیں بیٹھ گیا اتنے میں عثمانؓ بھی آگئے، وہ بھی میرے ساتھ وہاں بیٹھ گئے، اتنے میں یرفا نے باہر آ کر ہمیں اندر آنے کی اجازت دی تو ہم اندر گئے دیکھا حضرت عمرؓ کے سامنے مال کا ڈھیر پڑا ہوا ہے، اور اس کے اوپر کپڑا ڈالا ہوا ہے۔ فرمایا: میں نے اہل مدینہ پر نظر دوڑائی تو تم لوگ میری نظروں میں آگئے تم اپنے قبیلے کے بڑے ہو، یہ لو یہ ڈھیر لوگوں میں تقسیم کرو، اگر اس میں کچھ بچ جائے تو واپس کر دیجو، پھر فرمایا: کیا حضور ﷺ اس طرح خود لیتے تھے؟ میں نے عرض کیا، کیوں نہیں، اگر اس طرح فتح ان کے زمانے میں ہوتی تو وہ ایسا نہ کرتے جو آپ کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ ناراض ہو گئے۔ فرمایا: تو پھر میں کس طرح کروں؟ میں نے عرض کیا، آپ ایسا کیجئے اس میں سے خود بھی کھائیے ہمیں بھی کھلا دیجئے اس بات سے حضرت عمرؓ پر سخت گریہ طاری ہو گیا۔ اتنا روئے کہ ہمیں بھی ان پر رحم آیا۔ پھر فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ مجھ پر کوئی بار ہو نہ مجھے کچھ ملے۔ حضرت عمرؓ اپنے بارے میں سخت خوف زدہ رہتے حضرت حذیفہؓ سے فرماتے میں خلیفہ ہونے کے ناطے تمہیں کہتا ہوں بلکہ حکم دیتا ہوں کہ تم مجھے کس طرح سمجھتے ہو؟ حضرت حذیفہؓ فرماتے آپ کے اندر بھلائی و اچھائی کے سوا کچھ نہیں پاتا ہوں۔

گریہ وزاری کا بیان:

عالمہ بن وقاص اللیثی کا کہنا ہے: حضرت عمرؓ کبھی عشاء کی نماز میں سورۃ یوسف کی تلاوت فرماتے جب حضرت یوسفؑ کا ذکر آتا تو رونے لگتے رونے کی آواز آخری صف میں بھی سنی جاتی تھی، عبد اللہ بن عیسیٰ کہتے ہیں۔ زیادہ رونے کی وجہ سے حضرت عمرؓ کے چہرے پر دو لکیریں بن گئیں تھیں، بعض دفعہ رات کے وقت ایک آیت کا ورد کرتے کرتے گر جاتے اور بیمار پڑ جاتے۔ ابن عثمان النہدی نے کہا ہے: میں نے حضرت عمرؓ کو بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا طواف کرتے ہیں اور مسلسل رو

رہے ہیں۔ اور یہ دعا روزِ بان ہے:

اللهم ان كنت كتبتنا عندك في شقوة و ذنب فانك
تمحو ما تشاء و تثبت و عندك ام الكتاب فاجعلها
سعادة و مغفرة“

”اے اللہ! اگر تو نے ہمارے لئے بد بختی و گناہ مقدر کیا ہے تو آپ ہی
اس کو مٹانے اور برقرار رکھنے پر قادر ہے آپ ہی کے پاس لوح محفوظ
ہے۔ آپ شقاوت کو سعادت، گناہ کو مغفرت میں بدل دیجئے“

ایک ملاقات میں حضرت ابوالدرداءؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا: کیا وہ
حدیث تجھے یاد ہے جو حضور ﷺ نے بیان فرمائی؟ فرمایا کونسی حدیث؟ فرمایا: یہ حدیث:
(لیکن بلاغ احد کم من الدنيا کذا الدار اکب) تم میں سے ہر ایک دنیا میں ایسی
زندگی گزارے جیسے ایک مسافر گزارتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ہاں یاد ہے، حضرت
ابوالدرداءؓ نے فرمایا: عمرؓ اس کے بعد ہم نے کیا عمل کیا ہے؟ یہ کہہ کر دونوں
ساری رات روتے رہے۔

عبادت و مجاہدہ کا تذکرہ:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا کہنا ہے: کہ حضرت عمرؓ صائم الدہر تھے۔
حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا، حضرت عمرؓ عیدین کے دنوں کے علاوہ ہمیشہ
روزے میں رہتے، وسط رات میں نماز پڑھنا ان کا محبوب مشغلہ تھا، خلافت ملنے کے سال کے
علاوہ باقی تمام سالوں میں مسلسل حج کرتے رہے۔ رات کے وقت نماز کا خوب اہتمام تھا۔
آخری پہر گھروالوں کو بھی نماز کے لئے اٹھاتے ہوئے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرماتے:

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاسْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْنَلُكَ رِزْقًا حَتَّى
نُرْزِقَكَ وَ لِعَاقِبَةِ النَّتْقَى۔ (سورہ طہ: ۱۳۲)

ترجمہ: ”اپنے گھروالوں کو نماز کا حکم دیجئے خود بھی اس کا پابند رہیے
ہم تجھ سے رزق طلب نہیں کرتے بلکہ ہم ہی تمہیں رزق دیتے ہیں
آخرت کا اچھا انجام پر ہیزگاروں کے لئے ہے“

ایک مرتبہ کسی کام کے لئے اپنے باغ میں تشریف لے گئے واپس آئے عصر کی جماعت ہو گئی تھی فرمایا: باغ جانے کی وجہ سے جماعت چھوٹ گئی، اب یہ باغ مساکین کے لئے صدقہ ہے۔ ایک مرتبہ مغرب کی نماز مشغولیت کی وجہ سے مؤخر ہوئی تو اس کے کفارے میں دو غلام آزاد کر دیئے۔

آپ کی دعاء و مناجات کا بیان:

عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: حضرت ابو بکر صدیقؓ کی تدفین سے فارغ ہو کر حضرت عمرؓ نے مسند خلافت پر بیٹھنے کے بعد رات کے وقت خطبہ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی تحمید و توصیف کے بعد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ایک راہ اپنے نبی کے ذریعے مقرر فرمائی ہے۔ وہ ہمارے لئے کافی ہے۔ بس ہمارا کام اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہوئے اس کے احکامات کی پیروی کرتے رہنا ہے تمام حمد و ستائش اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے آپ کا ذمہ دار اور آپ کو میرا تابع بنایا۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے گمراہ ہونے، حق کی راہ سے پھسل جانے سے بچائے، اور اپنے کسی ولی کے ساتھ دشمنی اور دشمن کے ساتھ دوستی سے محفوظ فرمادے پھر فرمایا: لوگو! میری اور میرے دو پیش روؤں کی مثال ان تین افراد کی طرح ہے جو ایک سفر پہ نکلے اور ان میں سے ہر ایک منزل کی طرف جانے کے لئے راستے کی علامات اور نشانات کی پیروی کرتے ہوئے چلا جاتی کہ اپنی منزل پر پہنچ گیا اور دوسرے نے بھی پہلے والے کی پیروی کی اس کے نقش قدم پر چلتا رہا وہ بھی اس تک پہنچ گیا۔ اور تیسرا اگر اپنے پیش روؤں کے راستے پر چلے گا تو ان سے مل پائے گا۔ اگر ان کے راستے سے ہٹ کر چلا تو کبھی بھی ان تک نہیں پہنچ پائے گا۔ عرب پر حکمرانی کرنا مشکل کام ہے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتا ہوں اور تمہیں دعوت دیتا ہوں تم میری مان کر چلو، پھر دربار الہی میں دست دعا پھیلا کر عرض کیا: اے اللہ! میں بنخیل ہوں مجھے سخاوت کی دولت سے نواز دے میں سخت مزاج ہوں مجھے نرم کر دے اے اللہ! میں کمزور ہوں مجھے قوت عطا فرمادے۔ اے اللہ! مجھے اپنی دوستی اپنے اولیاء کی محبت عطا فرما اپنے دشمنوں کے ساتھ دشمنی نصیب فرما۔ اے اللہ! مجھے نیکوں کے ساتھ لاحق فرما، ابرار کے ساتھ میرا حشر فرما۔ اے اللہ! مجھے دنیا اتنی زیادہ نہ عطا فرما جو میرے لئے باعث گناہ ہو۔ اور اتنا قلیل بھی نہ عطا فرما کہ میں بھلایا

جاؤں۔ کیوں کہ کم مال جو ضروریات کے لئے کافی ہو بہت بہتر ہے اس مال سے جو اللہ سے غافل کر دے۔ ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ سے بارانِ رحمت مانگی لوگ آپ کے ساتھ استسقاء کے لئے نکلے تو آپ کثرت کے ساتھ استغفار پڑھتے رہے۔ بلکہ آتے جاتے وقت مسلسل استغفار سے آپ کی زبان تر رہی۔ تو لوگوں نے عرض کیا: امیر المؤمنین آپ نے بکثرت استغفار پڑھا؟ فرمایا ارشاد خداوندی ہے:

استغفر واربکم انه کان غفاراً۔ یرسل السماء علیکم
مدراراً۔ (سورۃ نوح: ۱۰-۱۱)

ترجمہ: ”اپنے رب سے بخشش مانگو بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے وہ
آسمان سے تم پر (موسلا دھار) مینہ برسائے گا“

اور اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا کرتے رہتے کہ اے اللہ کسی مسلمان کے ہاتھوں مجھے قتل نہ
کیجئے جو کل آپ کے دربار میں مجھ سے بحث کرے، اور یہ دعا بھی کرتے رہتے:
”اللہم! انی اعوذ بک ان تاخذنی علی غرۃ، او تذرنی فی
غفلة او تجعلنی من الغافلین“
اور یہ دعا بھی ورد زبان رہتی:

اللہم اعصمنا بحفظک و ثبتنا علی امرک۔
”اے اللہ! ہمیں اپنی حفاظت کے اندر رکھ اور دین پر ثابت قدم رکھ“

۵۴۔ آپؓ کی کرامات کا بیان:

یعقوب ابن زید اور حضرت اسلمؓ کا بیان ہے: ایک دن جمعہ کے خطبہ کے
دوران زوردار آواز میں فرمایا:

”یا ساریۃ ابن زینم الجبل، الجبل، ظلم من استرعی
الذنب الغنم“۔

یہ کہہ کر پھر اپنا خطبہ جاری فرما دیا۔ کچھ دنوں کے بعد ساریہ بن زینم کا خط موصول
ہوا۔ اس نے لکھا تھا۔ جمعہ کے دن فلاں گھڑی (جس وقت حضرت عمرؓ نے
یاساریہ کہہ کر آواز دی تھی) ہمیں اللہ تعالیٰ نے فتح نصیب فرمادی اور اس وقت میں نے

یہ ایک آواز سنی یا ساریہ بن زنیہ الجبل من استرعی الذنب الغنم، تو میں اپنے ساتھیوں کو لیکر پہاڑ پر چڑھا اس سے قبل ہم وادی کے دامن میں تھے اور ہم نے دشمن کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فتح نصیب فرمائی۔ حضرت عمرؓ سے پوچھا: وہ الفاظ کیسے تھے۔ فرمایا: مجھے نہیں معلوم دوران خطبہ خود بخود میری زبان سے جاری ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: دوران خطبہ حضرت عمرؓ نے یاساریہ الجبل الجبل فرمایا۔ لوگ اس کے معنی نہیں سمجھ پائے اور بعد میں میں نے ان سے پوچھا آپ نے کچھ الفاظ ذکر کئے جو ہم سمجھ نہیں سکے۔ پھر حضرت علیؓ سے لوگوں نے پوچھا: آپ نے سنا حضرت عمرؓ نے دوران خطبہ کیا الفاظ بولے تھے حضرت علیؓ نے فرمایا چھوڑو جو بات دل میں آتی ہے کہہ ڈالتے ہیں اس کے تھوڑے ہی دنوں بعد ساریہ مدینہ منورہ آئے اور کہنے لگے، فلاں وقت (یعنی خطبہ کے وقت) میں حضرت عمرؓ کی آواز میں یاساریہ الجبل کے الفاظ سن کر پہاڑ کی طرف چڑھ گیا۔ (الاصابہ للواذی: ۳۰۳۵)

حضرت عمرو بن العاصؓ کی زیر امارت جب مصر فتح ہوا تو مصر کے لوگ ان کے پاس آگئے کہنے لگے: ہمارے ہاں دریائے نیل کی ایک خاص عادت ہے۔ اس کے بغیر وہ جاری نہیں ہوتا۔ عمرو بن العاصؓ نے فرمایا: وہ کیا عادت ہے؟ لوگوں نے کہا: سال میں ایک مرتبہ اس مہینے کے بارہ تاریخ کو ایک کنواری لڑکی کو زیورات اور جوڑوں سے مزین کر کے حوالہ دریا کرتے ہیں۔ ایسا نہ کرنے کی صورت میں دریا بالکل خشک ہو جاتا ہے حضرت عمرو بن العاصؓ نے فرمایا: اسلام میں تو اس کی گنجائش نہیں ہے۔ اب ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ اسلام تو آیا ہی اس لئے ہے کہ زمانہ جاہلیت کی تمام غلط رسومات کو ختم کر دے، چنانچہ یہ سلسلہ بند کر دیا تو دریائے نیل بالکل خشک ہو گیا۔ حتیٰ کہ لوگ نقل مکانی پر مجبور ہو گئے۔ اس لئے کہ ان کی زمینوں کی سیرابی کا مدار اس پر تھا۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمرؓ کو خط لکھا اور ساری صورت حال سے انہیں آگاہ فرما دیا، حضرت عمرؓ نے خط کا جواب لکھا۔ اور اس خط کے اندر ایک چھوٹا سا خط دریائے نیل کے نام بھی لکھا۔ اور عمرو بن العاصؓ کو لکھا۔ آپ نے بالکل درست فیصلہ کیا۔ واقعہ اسلام

سابقہ تمام غلط رسومات کو مٹانے کے لئے آیا ہے جب یہ خط پہنچ جائے اس کے اندر ایک چھوٹا سا خط دریا ئے نیل کے نام بھی ہے اس خط کو دریائے نیل کے اندر ڈال دو جب خط پہنچا تو اندر سے دریائے نیل کے نام خط، جس کا مضمون یہ ہے۔ من عبد اللہ عمر امیر المومنین الی نیل مصر۔ مصر کے نیل کے نام اللہ کے ایک بندے عمر امیر المومنین کا ایک خط اباعد! اگر تو اپنی مرضی سے چلتا ہے تو مت چل اگر اللہ واحد و قہار کے حکم سے چلتا ہے تو ہم اللہ واحد و قہار سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ تجھے جاری کر دے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے خط دریا میں ڈال دیا۔ جبکہ لوگ پانی کی قلت کی بنا پر مصر کو چھوڑنے کی تیاریوں میں تھے، جب خط دریا کے حوالے کر دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو جاری کر دیا۔ اور ایک ہی رات میں سولہ گز بلند ہو کر چلا تو اللہ تعالیٰ نے دریائے نیل کی اس بری عادت کو ختم کر دیا۔

حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں ایک مرتبہ بندش باران کی وجہ سے قحط پڑا تو آپ نے لوگوں کو لیکر دو رکعت استسقاء کی نماز پڑھائی، اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں دست دعا پھیلا کر عرض کیا: اللھم انا نستغفرک ونستسقیک، اے اللہ! ہم تجھ سے مغفرت اور پانی طلب کرتے ہیں۔ دعا کر کے اپنی جگہ سے اٹھے نہ تھے کہ باران رحمت کا نزول شروع ہو گیا اتنے میں دیہات سے کچھ لوگ آگئے کہنے لگے: اے امیر المومنین! کچھ دن پہلے ہمارے اوپر ایک بادل سایہ نکلن ہوا اس کے اندر سے یہ آواز آئی، ”اتاک الغوث اباحفص“ ”ابو حفص (عمر) کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی مدد آگئی ہے“

آپ کی روایت کردہ چند احادیث کا تذکرہ:

روایت حدیث میں حد درجہ احتیاط کے باوجود بھی آپ سے کثیر احادیث مروی ہیں حتیٰ بن مخلد نے آپ سے مروی احادیث کی تعداد پانچ سو تہتر بیان کی ہے۔ ابو نعیم نے کہا حضرت عمرؓ سے دوسو سے زیادہ احادیث مروی ہیں۔ جن میں سے صحاح ستہ میں اکیاسی احادیث منقول ہیں۔ بخاری و مسلم میں متفق علیہ چھیس احادیث مذکور ہیں۔ اور بخاری میں ان کے علاوہ ۳۴ اور مسلم میں بخاری شریف والی احادیث کے علاوہ اکیس احادیث مذکور ہیں ان احادیث میں سے صرف زہد کے متعلق چند احادیث بطور نمونہ مشے از خردارے ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ حضرت علقمہ بن ابی لیثی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

”انما الاعمال بالنیات، و لكل امرء ما نوى فمن كانت هجرته الى الله ورسوله فهجرته الى الله ورسوله و من كانت هجرته الى دنيا يصيبها او امرأة يتزوجها فهجرته الى ما هاجر اليه“

(ترجمہ) ”اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے ہر انسان کو وہ ملے گا جس کی اس نے نیت کی، جس نے اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہجرت کی اس کی ہجرت اللہ اور رسول کے لئے اور جس نے ہجرت کی دنیا کے لئے یا کسی عورت سے نکاح کے لئے تو اس کی ہجرت اس کے لئے ہے جس کے لئے اس نے ہجرت کی“ (مسند احمد: ۲۹/۱، بخاری بدالوئی)

۲۔ حضرت سالم بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: جو عمل ہم کرتے ہیں یہ پہلے ہمارے لئے لکھا جا چکا ہے یا نہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ پہلے سے لکھا جا چکا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: پھر ہم اس لکھے ہوئے پر بھروسہ کر کے بیٹھ نہ جائیں عمل کا کیا فائدہ؟ فرمایا:

اعمل يا ابن الخطاب فكل متيسر الخ۔

(ترجمہ) ”اے ابن الخطاب! عمل کرتے رہو اہل جنت کے لئے جنت کا عمل اور اہل جہنم کے لئے جہنم کے اعمال آسان کر دیئے گئے ہیں چنانچہ جو جنتی ہوگا وہ جنتیوں کا عمل اور جو جہنمی ہوگا وہ جہنمیوں کا عمل کرتا رہے گا“ (مسلم، بحوالہ مذکورہ)

۳۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں خیر کی فتح کے موقع پر بعض حضرات صحابہ نے خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آ کر عرض کیا، یا رسول اللہ! فلاں شہید ہو گئے، فلاں شہید ہو گئے اور فلاں نے جام شہادت نوش کر لیا۔ اسی طرح نام

لیتے رہے جب ایک شخص کے بارے میں کہنے لگے۔ فلاں بھی شہید ہوئے۔ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ میں نے اس کو مال غنیمت کی ایک چادر چرانے کی پاداش میں جہنم کی طرف بھیج کر لے جاتے ہوئے دیکھا۔ پھر فرمایا: اے عمر جا کر اعلان کر دو۔ جنت میں صرف مومن ہی داخل ہو سکتا ہے۔ (مسند احمد: ۵۲)

۴۔ حضرت تمیم داریؓ آپ سے روایت کرتے ہیں: فرماتے ہیں، میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

”وأنکم تو کلتم علی اللہ حق تو کله لوزقکم کما

یرزق الطیر، تغدو فما صاد تروح بطانا“

(ترجمہ) ”اگر تم اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ اور توکل کرو گے، تو اللہ

تعالیٰ آپ کو (بلا محنت) رزق عطا فرمائے گا۔ جس طرح پرندوں کو

عطا فرماتا ہے۔ صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں۔ شام کو پیٹ بھر کر لوٹتے

ہیں“ (مسند احمد: ۵۲/۱، ترمذی، باب التوکل: ابن ماجہ باب الزهد)

۵۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: حضور ﷺ پر جب نزول وحی ہوتی تھی تو آپ کے

چہرہ انور کے قریب شہد کی مکھوں کے جھنھانے کی طرح آواز آتی تھی۔ ایک مرتبہ اسی طرح کی

کیفیت طاری تھی کہ تھوڑی دیر کے بعد قبلہ رو ہو کر اپنا دست مبارک پھیلا کر یہ دعا فرمائی:

”اللہم زدنا ولا تنقصنا، واکرمنا ولا تنہنا، واعطنا ولا

تحرمننا، واثرننا ولا تؤثر علینا وارضنا وارض عنا“۔

دعا کے بعد فرمایا: مجھ پر ابھی دس آیات نازل ہوئی ہیں۔ جو ان پر عمل کریگا جنت میں

داخل ہو جائے گا۔ پھر یہ آیات تلاوت فرمائیں:

”قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ۝

وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ

فَاعِلُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۝ إِلَّا عَلَىٰ

أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝ إِلَّا

عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ

مَلُومِينَ ۝ فَمَنْ أَبْغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۝
وَالَّذِينَ هُمْ لَا مَنَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ
عَلَىٰ صَلَواتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ۝

(سورة المؤمنون: ۱۰ تا ۱۴)

ترجمہ: ”بے شک ایمان والے کامیاب ہو گئے جو اپنی نماز میں
عاجزی کرنے والے ہیں اور جو بے ہودہ باتوں سے منہ موڑنے
والے ہیں اور جو زکوٰۃ دینے والے ہیں اور جو اپنی شرمگاہوں کی
حفاظت کرنے والے ہیں مگر اپنی بیویوں یا لونڈیوں پر اس لئے کہ ان
میں کوئی الزام نہیں۔ پس جو شخص اس کے علاوہ طلب گار ہو تو وہی حد
سے نکلتے ہیں اور جو اپنی امانتوں اور اپنے وعدہ کا لحاظ رکھنے والے
ہیں اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں وہی وارت ہیں“

۶۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے

سنا:

من استجد ثوبا فلبسه فقال حينئذ يبلغ ترقوته: الحمد
لله الذی کسانى ما اوارى به عورتى، و اتجمل به فى
حياتى، ثم عمد الى الثوب الذى اخلق۔ اوقال: القى
فنصدق به كان فى ذمة الله، وفى جوار الله، وفى كنف
الله حيا وميتا۔ (مسند احمد: ۵۳/۱، ترمذی، باب التوکل: ابن ماجہ الزهد)
”جو شخص نیا کپڑا پہن لے اور گلے تک پہنچنے کے بعد کہدے، تمام
تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے مجھے ستر کو چھپانے کے لئے پہنایا
اور اپنی زندگی میں خوبصورتی اختیار کرتا ہوں الخ“

۷۔ حضرت عمرؓ روایت کرتے ہیں: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

”من قال فى سوق لا اله الا الله وحده ۶ نريك له، له
الملك وله الحمد بيده الخير، يحيى ويميت، وهو على

کل شئى قدیر، کتب اللہ بها الف الف حسنة، و
محامنها الف الف سيئة، و بنى له بيتافى الجنة۔
ترجمہ: ”جو بازار میں داخل ہو کر لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک
لہ المملک ولہ الحمد بیدہ الخیر یحی و یمیت و هو
علی کلی شئى قدیر۔ پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال
میں دس لاکھ نیکیاں لکھے گا، اور اس کے دس لاکھ گناہ معاف کرے
گا۔ اور جنت میں اس کے لئے ایک گھر بنائے گا“

۸۔ حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے:

”من اظل راس غاز اظله الله يوم القيامة ومن جهز غازيا
حتى يستقل بجهاز كان له مثل اجره، و من بنى مسجدا
يذكر فيه اسم الله بنى الله له بيتافى الجنة۔ (مسند احمد: ۱/۱)
(۵۳)

ترجمہ: ”جس نے کسی غازی کے سر پر سایہ کیا قیامت کے دن اللہ
تعالیٰ اس کو اپنی رحمت کے سایے میں جگہ دے گا اور جس نے کسی
غازی کو جہاد کے لئے تیار کیا اللہ تعالیٰ اس (غازی) کے اجر کے
برابر اس کو اجر عطا فرمائے گا۔ اور جس نے مسجد بنائی تاکہ اس میں
اللہ کا ذکر ہو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے گھر بنائیں گے“

زہد کے متعلق آپؓ کا پر مغز کلام:

حضرت عمرؓ کا فرمان ہے: اپنے نفوس کا احتساب کیا کرو، قبل اس کے تمہارا
احتساب کیا جائے اپنے نفوس کے اعمال کو تو لتے رہو، قبل اس کے ان کو تولا جائے کل
حساب دینے کے مقابلے میں آج حساب دینا آسان ہے۔ اس بڑی پیشی کے لئے خود کو
مزین کرو جس دن تمہارا کوئی عمل مخفی نہیں ہوگا۔ (الحلیۃ لابن نعیم: ۵۲/۱)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے میرے ہاتھ

میں گوشت دیکھ کر فرمایا: جابر! یہ کیا چیز ہے؟ میں نے عرض کیا: گوشت ہے آج جی چاہا کہ گوشت کھاؤں اس لئے خرید کر لے جا رہا ہوں۔ فرمایا: جابر! کیا جی کی ہر خواہش کو پورا کیا جاتا ہے؟ کیا تم اس آیت سے نہیں ڈر رہے ہو؟

”وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتُكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ“
(سورة الاحقاف: ۲۰)

ترجمہ: ”اور جس دن کافر آگ کے رو برو لائیں جائے گے (ان سے کہا جائے گا) تم (اپنا حصہ) پاک چیزوں میں سے اپنی دنیا کی زندگی میں لے چکے اور تم ان سے فائدہ اٹھا چکے بس آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا بدلے اس کے جو تم زمین میں ناحق اکڑا کرتے تھے اور بدلے اس کے جو تم نافرمانی کیا کرتے تھے۔“

ایک مرتبہ اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے گھر تشریف لے گئے، دیکھا وہاں گوشت موجود ہے۔ فرمایا: یہ گوشت کیا ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: آج گوشت کھانے کی خواہش ہو رہی تھی، فرمایا: جب بھی دل خواہش کریگا کھاؤ گے؟ انسان کے منرف (فضول خرچی) ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ جو جی میں آئے کھائے۔ ایک مرتبہ گندگی کے ایک ڈھیر کے پاس سے گذر رہے تھے وہاں تھوڑی دیر کھڑے ہو گئے، سخت بو آ رہی تھی۔ ساتھیوں نے بو سے پریشانی کی شکایت کی۔ فرمایا: یہ ہے تمہاری دنیا، جس کے حصول کے لئے تم کوشش کر رہے ہو۔

آپؓ کا ارشاد ہے: زیادہ ہنسنے والے کی ہیبت ختم ہو جاتی ہے۔ مزاح کرنیوالا ہلکا سمجھا جائے گا۔ جو شخص جو کام کثرت سے کرے گا۔ اس کام سے پہچانا جائے گا۔ زیادہ بولنے والے کی ہرزہ سرایاں بھی زیادہ ہوتی ہے جس کی ہرزہ سرائی زیادہ ہوتی ہیں اس کے اندر شرم و حیا کی کمی ہوتی ہے، جس میں حیا کی کمی ہوگی اس میں ورع و تقویٰ بھی کم ہوگا جس میں

ورع و تقویٰ کم ہو اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے۔

اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: پیارے بیٹے! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرمائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کو قرض دیتے رہنا اللہ تعالیٰ تجھے جزاء دے گا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے رہو تیری نعمتوں میں اضافہ فرماتا رہے گا۔ یہ ذہن نشین رکھو جس میں نرمی نہیں اس کا مال کوئی مال نہیں ہے۔ جس کے لئے پرانا نہیں اس کے لئے جدید نہیں نیت کے بغیر کوئی عمل نہیں۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: جو شخص خود کو تہمت کے مقامات سے نہیں بچاتا تو وہ اپنے متعلق بدگمان ہونے والوں کو ہرگز ملامت نہ کرے، جو اپنے راز کو چھپاتا ہے وہ خیر و بھلائی کو اپنے قابو میں رکھتا ہے اپنے بھائی کے بارے میں نیک گمان رکھا کرو اس کا معاملہ بھی تیرے ساتھ اچھا ہوگا۔ اپنے مسلمان بھائی کی زبان سے نکلی ہوئی بات کو اگر درست ماننے کی گنجائش ہو تو غلط بات پر محمول نہ کرو، بلکہ درست گمان کرو۔ نیک لوگوں کے ساتھ دوستی کرو اور اس میں اضافہ کرتے رہو۔ کیونکہ ایسے دوست خوشحالی میں تیرے لئے باعث افتخار اور مصیبت کے وقت تیرے مددگار ثابت ہوں گے۔ اللہ کے نام کی بار بار قسم کھا کر اہانت مت کرو، ایسا کرنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ بھی تیرے ساتھ اہانت کا معاملہ کرے گا۔

ایک ارشاد میں فرماتے ہیں: تین چیزیں باعث محبت ہیں۔ (۱) سلام میں پہل کرنا۔ (۲) مجلس میں کسی کو جگہ دینا۔ (۳) اچھے نام سے پکارنا۔ تین چیزیں باعث نفرت ہیں۔ (۱) جو کام تم کرتے ہو اس کو دوسرے کے کرنے پر غصہ ہونا۔ (۲) خود ایک چیز کو چھپاتے ہو دوسروں میں اس کو دیکھنا چاہتے ہو۔ (۳) اپنے ہم نشین کو بے مقصد تنگ کرنا۔ ایک اور ارشاد میں فرماتے ہیں: عقل مند آدمی کی دشمنی سے اللہ کی پناہ طلب کرو، دشمن کو خود سے جدا رکھو، خائن دوست سے خود کو محفوظ رکھو، البتہ امین دوست کا کوئی بدل نہیں۔ کسی بدکار کی ہم نشینی اختیار مت کرو کیونکہ وہ تجھے بھی فحش و فحشاء کی تعلیم دے گا۔ اور اپنا راز بھی اس کو نہ بتاؤ اور اپنے معاملات کے متعلق خدا پرست لوگوں سے مشورہ کرو۔

ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: فضول گفتگو مت کرو، اپنے دشمن سے

جدا رہا کرو، خائن دوست سے بچتے رہا کرو، فاجر آدمی کے ساتھ تعلق قائم نہ کرو کیوں کہ وہ تجھے بھی اپنے جیسا ہونے کی ترغیب دے گا۔ اور اس کو اپنے راز سے باخبر نہ کرو، اور غیر دین دار لوگوں سے اپنے امور میں مشورہ نہ کرو۔

ایک ارشاد میں فرماتے ہیں: کہ میں پسند کرتا ہوں اس بات کو کہ انسان اپنے اہل خانہ (بیوی) کے ساتھ بچے کی طرح ہو جائے جب اس کی ضرورت پڑے تو مرد بنے۔

ایک مرتبہ راستے میں جا رہے تھے دیکھا کہ ان کے سامنے ایک شخص جھوم جھوم کر جا رہا ہے اور یہ کہتا جا رہا ہے کہ میں بطحاء مکہ کا بیٹا ہوں، میں کداء (بڑی چوٹی) اور کدی (پہاڑ کا دامن) ہوں۔ حضرت عمرؓ نے سن کر اس سے فرمایا: اگر تیرے اندر دین موجود ہے تو تو محترم ہے، اگر تو عقل والا ہے تو بامروت ہے اگر تیرے پاس مال ہے تو تو صاحب شرف ہے اگر مذکورہ چیزوں میں کوئی چیز تیرے اندر نہیں تو تو اور گدھا برابر ہیں۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا: اے لوگو! شکم سیری سے خود کو بچاؤ کیوں کہ شکم سیری سے نماز میں سستی ہوتی ہے جسم خراب ہوتا ہے، بیماری کا باعث ہے۔ اور اللہ تعالیٰ موٹے عالم کو ناپسند فرماتا ہے بلکہ کھانے میں اعتدال پیدا کرو، کیونکہ یہ قوت کا باعث ہے۔ اسراف سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔ عبادت میں مددگار ہے کیونکہ وہ انسان یقیناً ہلاک ہوگا جو اپنی خواہشات کو دین پر ترجیح دے۔ میانہ روی ہر کام میں بہتر ہے۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: جان لو! لالچ فقیری ہے، کسی سے امید نہ رکھنا غنا و امیری ہے۔ اس لئے جب کسی چیز سے امید ختم ہو جائے تو انسان بے پرواہ ہو جاتا ہے۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا: توبہ کرنے والوں کے پاس بیٹھا کرو، یہ لوگ انتہائی نرم دل ہوتے ہیں۔

ایک ارشاد میں فرماتے ہیں: کسی انسان میں عملی کمزوری ہو تو اللہ تعالیٰ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے اس کو غم میں مبتلا فرماتے ہیں۔

آپؐ کا ایک فرمان یہ بھی ہے کہ جو شخص دولت تقویٰ سے مزین ہے ورع کی دولت سے مالا مال ہے اس کا کسی دنیا دار کے لئے پست ہونا مناسب نہیں۔ ایک اور فرمان مبارک

میں ارشاد ہے: اللہ کی یاد کو لازم پکڑو، کیوں کہ یہ دلوں کے لئے شفاء ہے اور لوگوں کی یاد سے بچو، کیونکہ یہ دل کے لئے باعثِ ہلاکت ہے۔

ایک مقام میں ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا کوئی مسلمان بندہ کسی کھلی فضا میں جا کر چاشت کی دو رکعت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اسی وقت اس کے تمام گناہ معاف فرمادیتے ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر: کیوں نہ ہوں۔ دعا یہ ہے:

”اللهم لك الحمد اصبحت عبدك على عهدك ووعدك خلقتني ولم اك شيئا استغفرك لذنبي، فاني قد ارهقتني ذنوبي و احاطت بي الا ان تغفرها فاغفرها يا ارحم الراحمين“

ترجمہ: اے ”اللہ! تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں۔ آپ کا بندہ نے آپ کے عہد و وعدہ پر صبح کی۔ آپ نے ہی مجھے پیدا فرمایا میں کچھ بھی نہ تھا۔ اپنے گناہوں کی بخشش چاہتا ہوں میں اپنے گناہوں میں گھرا ہوا ہوں۔ آپ کے علاوہ ان کو کوئی معاف کرنے والا نہیں۔

میرے گناہ معاف کر دیجئے۔ اے ارحم الراحمین!“

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: کچھ دیر خلوت میں اپنے اللہ کو یاد کیا کرو، اللہ سے ڈرو، لوگوں سے بچے رہو، سفیان ثوریؒ نے فرمایا: حضرت عمرؓ کا فرمان ہے: ”اگر تیرے اندر آخرت کی طرف رغبت ہے تو دنیا کو اپنا مقصد زندگی مت بنا۔ عبید اللہ الخراسانی کہتا ہے: حضرت عمرؓ کا فرمان ہے: اللہ سے ڈرنے والا اپنے ارادے پر نہیں عمل کرتا۔“ حضرت علی بن حسینؓ فرماتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے: ”کوئی گھونٹ جو انسان پیتا ہے اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند نہیں جتنا کہ غصہ کا گھونٹ ہے“

الاجلح نے کہا ہے: سب سے زیادہ سختی وہ ہے جو اس کو محروم کرتا ہے لیکن وہ اسے بخشش سے نوازتا ہے اور سب سے زیادہ حلیم و بردبار شخص وہ ہے جو اپنے اوپر ظلم کرنے والے کو معاف کر دے۔ اسماعیل بن خالد سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم

کتاب کے لئے برتن بنو، علم کے چشمے بنو، اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو، مال کم سے کم جمع کرو، مال کم ہونا کوئی نقصان دہ نہیں ہے۔

حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا کہ یزید بن ابی سفیان مختلف النوع کھانے کھاتا ہے، اپنے غلام یرفا کی ذمہ داری لگا دی کہ جب اس کے سامنے کھانا رکھا جائے تو مجھے اطلاع دینا جب کھانا لگ گیا تو یرفا نے اطلاع دی۔ حضرت عمرؓ تشریف لائے، سلام کر کے اندر آنے کی اجازت طلب کی، اندر تشریف لائے دیکھا کہ گوشت کا سالن ہے اس کو کھانے کے بعد بھنا ہوا گوشت پیش کیا گیا یزید نے کھانے کے لئے ہاتھ آگے بڑھایا۔ مگر حضرت عمرؓ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ پھر فرمایا: اے یزید بن ابی سفیانؓ کھانے کے اوپر کھانا؟ قسم ہے اس اللہ کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم حضور ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کے طریق کی خلاف ورزی کرو گے، تو ان کی سنت سے ہٹ جاؤ گے۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: قیامت کے دن ہلاکت ہے ان حکمرانوں کے لئے جو عدل و انصاف اور حق کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے اور اقرباء پروری کرتے ہیں۔ اور حکمران جو عدل و انصاف کرتے ہیں۔ کسی دباؤ یا لالچ کی بنیاد پر فیصلہ نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کی روشنی میں فیصلے کرتے ہیں وہ اس وعید کے تحت نہیں ہوں گے۔

حضرت عروہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا فرمان ہے: جو شخص نماز میں کوتاہی کرتا ہے، واللہ! وہ دوسرے احکامات میں یقیناً کوتاہی کرے گا۔

ایک مرتبہ احباب سے دریافت کیا، کونسا مسلمان افضل ہے؟ عرض کیا گیا نمازوں کا اہتمام کرنے والا، فرمایا: نماز پڑھنے والوں میں بعض نیک اور بعض فاجر ہوتے ہیں لوگوں نے کہا: روزے دار افضل ہے، فرمایا: روزہ داروں میں بھی نیک و فاجر ہوتے ہیں لوگوں نے کہا: اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے مجاہدین، فرمایا: ان میں بھی بعض صالح اور بعض غیر صالح ہونے ہیں، پھر خود فرمایا اصل میں بات یہ ہے ورع و تقویٰ کی تکمیل اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات میں اطاعت سے ہوتی ہے۔

کسی نے حضرت عمرؓ کو خط لکھا: یا امیر المومنین! کیا وہ شخص افضل ہے کہ جس

میں معصیت کی خواہش ہی نہیں ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ معصیت کا ارتکاب ہی نہیں کرتا یا وہ افضل ہے جو معصیت کی طرف قلبی میلان و خواہش کے باوجود اس سے اجتناب کرتا ہے؟ حضرت عمرؓ نے جواب میں لکھا وہ لوگ افضل ہیں، جو چاہت کے باوجود ارتکاب معاصی سے خود کو بچاتے ہیں۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَمْتَحَنَ اللَّهُ فَلَوْ بَهُمْ لَتَتَّقَوْنَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ
وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ (سورة الحجرات: ۳)

ترجمہ: ”یہی لوگ ہیں کہ اللہ نے ان کے دلوں کو پرہیزگاری کے لئے جانچ لیا ہے ان کے لئے بخشش اور بڑا اجر ہے“

عدی بن سمیل الانصاری کہتے ہیں: حضرت عمرؓ نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا: میں تمہیں اس اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہے اس کے علاوہ سب فنا ہو جائیں گے، اپنی اطاعت کرنے والے اولیاء کو انعامات سے نوازتا ہے اور نافرمانی کرنے والے دشمنوں کو عذاب سے دوچار کرتا ہے۔ جان بوجھ کر گمراہی کو ہدایت سمجھنے والے کے لئے ہلاکت ہے اور اس کا کوئی عذر قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور حق کو گمراہی سمجھنے والے کا عذر بھی ناقابل قبول ہے۔ حق ثابت ہو چکا ہے اور حکمرانوں پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنی رعیت کی دینی معاملات میں نگہبانی کریں ہم پر لازم ہے کہ ہم ان چیزوں کو بجا لانے کا حکم دیں جن کو کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اور ان تمام چیزوں سے تمہیں منع کریں گے جن کو نہ کرنے کا حکم خداوندی ہے۔ ہم اللہ کا حکم قریب و بعید سب پر نافذ کریں گے، اس سلسلے میں کسی کی رعایت نہیں کریں گے، نہ کسی مخالفت کی پرواہ کریں گے، تاکہ جاہل کو بھی معلوم ہو نافرمان بھی سن لے، اور ماننے والے اس کی پیروی کریں مجھے ایسے لوگوں کے متعلق بھی علم ہے جو میری باتوں کے متعلق تاویلات کرتے ہیں اور کچھ صرف دلی تمنا کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نماز پڑھیں گے، مجاہدین کے ساتھ مل کر جہاد کریں گے دشمن کا قلع قمع کریں گے، جبکہ کرتے نہیں ہیں، ایمان صرف تمنا کا نام نہیں، ایمان حقائق کا نام ہے۔ جو فرائض پر عمل پیرا ہو اور اپنی نیت درست کرے اور اس پر اجر و ثواب ملنے کا خیال ہو،

تو یہی ناجی ہے، اور جو جتنی اطاعت کریگا اتنا اجر و ثواب پائے گا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو مزید اجر ملے گا اس لئے کہ تمام اعمال میں بلند تر عمل جہاد ہے البتہ یہ ذہن نشین رہنا چاہئے کامل مجاہدین وہ لوگ ہیں جو منہیات الہی سے دور رہیں۔ دشمن سے قتال کر کے کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے جہاد کیا جبکہ جہاد فی سبیل اللہ دشمن سے مقابلہ کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے منہیات سے اجتناب کا نام ہے کچھ لوگ صرف اجر کے لئے اور کچھ لوگ صرف شہرت کی غرض سے قتال کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ تھوڑے عمل پر بھی خوش ہوتا ہے اور تھوڑے عمل پر اجر جزیل عطا فرماتا ہے فرائض پر سختی سے عمل پیرا ہو جاؤ یہی جنت میں لے جانے کا باعث ہے سنت کو لازم پکڑو بدعت سے نجات نصیب ہوگی، فرائض و سنن کی ادائیگی میں کمزوری مت کرو، جان لو! بدعت بدترین فعل ہے، سنت پر میانہ روی سے عمل کرنا کثیر بدعت سے کئی گنا افضل ہے جو نصیحت کی جاتی ہے اس کو خوب سمجھ لو، اصل مفلس اور نادار وہ شخص ہے جس کے اندر دین نہ ہو، نیک بخت وہ ہے جو دوسروں سے عبرت حاصل کرے، سنتوں اور فرمانبرداری پر سختی سے عمل کر لے اللہ تعالیٰ نے ان دو کاموں کو انجام دینے والوں کے لئے عزت کا فیصلہ فرمایا ہے، معصیت اور فرقہ بندی سے بچتے رہو اللہ نے ان دو کاموں کے ساتھ ذلت کو منسلک کر دیا ہے۔

ایک مرتبہ ایک شخص کو دعا کرتے ہوئے سنا، وہ کہہ رہا تھا میں اپنے نفس اور مال کو آپ کے راستے میں صرف کروں گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں بلکہ اگر مشکلات میں مبتلا ہو تو صبر سے کام لو، اگر عافیت نصیب ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاؤ ایک ارشاد میں فرمایا: دنیا کے پاس نہ جایا کرو کیونکہ رزق کو کم سمجھنے کا باعث ہے۔ فرمایا: دنیا سے بے رغبتی دل اور بدن دونوں کے لئے راحت ہے۔

ارشاد فرمایا: غنیمت بارہ کو لازم پکڑو، یعنی سردی کے روزے اور قیام اللیل پر عمل پیرا نمازوں میں لوگوں کی نگرانی کرو اگر وہ بیماری کی وجہ سے حاضر نہ ہوں تو ان کی عیادت کرو کسی اور وجہ سے حاضر نہ ہوں تو ان پر عتاب کرو۔

ایک اور ارشاد میں فرمایا: حلم اللہ تعالیٰ کو پسند ہے مگر حکمرانوں کا حلم و بردباری اور رعایا

پران کی نرمی تو بہت ہی محبوب ہے جہل اللہ کو ناپسند ہے مگر حکمرانوں کا جہل اور ان کی تند خوئی تو بہت ہی ناپسندیدہ ہے۔ جو معاف کرے گا اوپر سے اس کے لئے معافی کا اعلان ہوگا جو اپنے متعلق لوگوں کے ساتھ انصاف کرے گا تو اپنے معاملات میں کامیابی اس کا مقدر بنے گی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لئے بے وقعت ہونا معصیت کے ساتھ عزت مند ہونے سے کئی گنا بہتر ہے۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: لوگو! ہم حکمرانوں کا آپ لوگوں پر ایک حق ہے وہ یہ کہ نیک امور میں ہماری معاونت کرو اور موجودگی وغیرہ موجودگی میں ہماری خیر خواہی کروا کرو۔ اور آپ کا حق ہمارے ساتھ یہ کہ ہم تم پر نرمی کریں کیوں کہ حاکم کی نرمی و حلم و بردباری اللہ کو بہت محبوب ہے اور اس کی تند خوئی اور بداخلاقی اللہ تعالیٰ کو مبغوض ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو ایک خط میں لکھتے ہیں حکمت (دانائی) بڑھاپے کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے جسے چاہے عطا فرمادے۔ اور تم گھٹیا کاموں سے خود کو بچاتے رہو۔

آپ بار بار فرمایا کرتے تھے: لالچ اور طمع سے بچتے رہو کیوں کہ طمع و لالچ غربت و محتاجی ہے اور کسی سے امید نہ رکھنا غنا و امیری ہے۔

علم حاصل کرنے کی بڑی ترغیب دیتے۔ ایک مرتبہ حصول علم کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: علم حاصل کرو، علم حاصل کرنے کے لئے حلم و بردباری اور وقار اختیار کرو، جن سے علم حاصل کرو ان کی حد درجہ تعظیم کرو، یہ بار بار فرمایا: جابر علماء میں سے نہ بنو، تمہارے علم کی بنیاد جہالت پر مبنی نہ ہو۔

ایک مقام میں ارشاد فرمایا: اے اہل علم! اے اہل قرآن! تعلیم دیکر اجرت مت حاصل کرو، تم سے کم تر لوگ جنت میں جانے میں تم سے سبقت لے جائیں گے۔ قیس بن ابی حازمؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضرت عمرؓ کے پاس آئے تو انہوں نے ہم سے پوچھا: تمہارے ہاں موزنین کس قسم کے لوگ ہیں؟ ہم نے کہا: ہمارے غلام۔ بڑے تعجب کے ساتھ ہاتھ ہلاتے ہوئے فرمایا۔ غلام و موالیٰ؟ پھر فرمایا: یہ تمہاری بہت بڑی

کمی ہے اگر مجھے وقت ملے تو میں اذان دوں۔ ایک دفعہ فرمایا: موسم سرما عبادت گزاروں کے لئے غنیمت ہے حضرت بریدہ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ ہمیں ننگے پاؤں چلنے کا حکم دیتے چنانچہ عبداللہ بن بریدہ کا بیان ہے۔ میرے والد محترم ایک بستی سے دوسری بستی تک ننگے پیر چلا کرتے۔ کسی نے حضرت عمرؓ سے توبہ نصوح کے متعلق پوچھا: تو فرمایا: توبہ نصوح یہ ہے کہ برائی سے توبہ کرنے کے بعد پھر سے دوبارہ اس کو نہ کرے، ایک مرتبہ ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا: استغفر اللہ و اتوب الیہ۔ فرمایا: ارے اس کے ساتھ کی جوڑی ”فاغفر لی و ارحمنی“ بھی ملا دو۔

بطور مثال اشعار کا استعمال:

یٰحییٰ بن سلمؓ حضرت سفیان ثوریؒ سے نقل فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ اکثر یہ شعر بطور مثال پڑھا کرتے تھے:

لا یغرنک عشاء ساکن قد یوافی بالمنیات السحر
”پر سکون عشاء تجھے دھوکے میں نہ ڈالے بسا اوقات صبح موت لیکر بھی آتی ہے“
عبداللہ خیب کہتے ہیں۔ آپؓ یہ شعر بھی اکثر پڑھا کرتے تھے۔

ان شرخ الشباب و الشعر الاسود مالم یعاص کان جنونا
”جوانی کا جو بن اور کالے بال پاگل پن ہے جب تک ذمہ دار نہ ہو“
ایک مرتبہ روئی کے جے میں ملبوس ہو کر تشریف لائے لوگوں کی نظریں ان کی طرف مرکوز ہوئیں تو فرمایا:

لا شئی فیما یری تبقی بشاشتہ الا الالہ و یودی المال والولد
”کسی چیز کی بشاشت و خوبصورتی باقی نہیں رہی مگر اللہ کی ذات باقی رہتی ہے، مال اولاد سب ہلاک ہو گئے“

پھر فرمایا: اللہ کی قسم! آخرت میں دنیا کی حیثیت خرگوش کے فقہ کے برابر بھی نہیں ہے۔
ایک مرتبہ حج کو جاتے ہوئے ضحبان پہاڑ کی گھاٹی سے گذرتے ہوئے فرمایا: اس عظیم اللہ کے سوا کوئی کچھ عطاء کرنے والا نہیں ہے جو واحد و یکتا ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے

لائق نہیں۔ میں ان پہاڑی گھاٹیوں میں اپنے والد الخطاب کی بکریاں چرایا کرتا تھا اون کی موٹی قمیص ہوا کرتی تھی میرے والد سخت مزاج آدمی تھے، کام کرتے کرتے تھکتا تو سستی کرنے کی صورت میں مار پڑتی اب میری کیفیت یہ ہے کہ میرے اوپر سوائے اللہ کے اور کوئی حکم کرنے والا نہیں پھر یہ اشعار بطور تمثیل کے پڑھنے لگے:

لاشئى فيما يرى بقى بشاشته الا الاله و يودى المال والولد
لم تغن عن هرمز يوما خزائنه والخلد قد حلولت عاد فما خللوا
ولا سليمان اذ تجرى الرياح له والانس والجن فيما بينهما تردوا
اين الملوك التى كانت نوافلها من كل اوب اليها راكب يفيد
حوضا هنالك مورودا بلا كذب لابل من ورده يوما كما وردوا

ترجمہ: ”ہرمز کے خزانے ایک دن بھی اس کے کام نہ آئے۔ عادی قوت بھی ان کو برقرار نہ رکھ سکی اور نہ سلیمان (علیہ السلام) باقی رہے جبکہ ہوائیں، جن و انس آپ کے حکم سے چلتے تھے۔ کہاں گئے وہ بادشاہ جن کی عطائیں آنے والے سواروں کے لئے دریا کی طرح بہتی تھیں اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ لازمی بات ہے جہاں وہ اتر گئے ہیں وہاں ہر ایک اتر کر رہے گا“

حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے حضرت ابو بکر صدیقؓ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

من يسع كى يدرك افضاله يجتهد الشد بارض فضاء
والله لا يدرك افعاله ذو منزر ضاف ولا ذوراء

ترجمہ: ”انسان وسیع زمین میں محنت و مشقت کرتا ہے تاکہ مال و دولت حاصل کرے اللہ کی قسم! بڑے بڑے صاحب حیثیت لوگ اپنے مقصود کو نہیں پہنچ پاتے“
حضرت انسؓ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ یہ اشعار بھی کبھی کبھار پڑھا کرتے تھے:

لا تاخذ وا عقلا من القوم انى ارى الجرح يبقى والمعاقل تذهب

كانك لعمد توثر من الدهر ليلة اذا انت ادركت الذي كنت تطلب
ترجمہ: ”قوم سے دیت مت لو، کیوں کہ دیت ختم ہو جاتی ہے اور زخم باقی رہتا ہے۔
اگر تم نے اپنا مقصد حاصل کیا تو گویا کبھی تکلیف میں رہے ہی نہیں“
حضرت عمرؓ اکثر کسی کام کے کرنے پر بطور تمثیل کے اشعار پڑھا کرتے تھے،
حضرت امام شعبیؒ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ خود بھی شاعر تھے۔
آپؓ کے بعض اقوال و افعال کا تذکرہ:

یحییٰ بن جعدہ کہتے ہیں: حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے، اگر میں اللہ تعالیٰ کی
راہ میں جہاد نہ کروں، اور اپنی جبین نیاز کو اللہ تعالیٰ کے لئے خاک آلود نہ کروں یا صالح
لوگوں کی مجالست اختیار نہ کروں تو ایسی زندگی سے موت اچھی ہے۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:
میں سمجھ نہیں پا رہا کہ میں خلیفۃ الرسول ہوں یا بادشاہ؟ اگر میرا طرز حکمرانی بادشاہت ہے تو یہ
میرے لئے بہت خطرناک ہے تو کسی نے کہا: امیر المؤمنین! بادشاہوں اور خلیفوں کے
درمیان واضح فرق ہے، فرمایا: وہ کیا؟ عرض کیا خلیفہ لوگوں سے حق ہی وصول کرتا ہے اور حق
ہی پر صرف کرتا ہے۔ الحمد للہ آپؓ اسی کے مطابق عمل پیرا ہیں۔ جبکہ بادشاہ لوگوں سے ظلماً
مال وصول کرتا ہے اور خرچ بھی صحیح مصرف پر نہیں کرتا۔ اس کی بات سن کر حضرت عمرؓ
خاموش ہو گئے۔

امام زہریؒ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ کے ہم نشین اکثر اہل قرآن ہوتے
چھوٹے ہوں یا بڑے۔

محمد بن المنکدر کہتے ہیں: حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ سخت شدید گرمی میں
گور کنوں کو قبر کھودتے دیکھا ان کے لئے خیمہ کا انتظام کیا آپؓ بعض دفعہ کسی بچے کا ہاتھ پکڑ
کر فرماتے میرے لئے دعا کرو، تم نے ابھی کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا ہے۔ آپؓ ہر کام
میں مشورہ لیتے حتیٰ کہ عورتوں سے بھی مشورہ لیتے، حضرت سعدؓ کے والد کا بیان ہے وہ
کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ نے ایک شراب ساز کے گھر کو جلا ڈالا۔ ابو
عمران کہتا ہے۔ حضرت عمرؓ ایک مرتبہ ایک راہب کی عبادت گاہ کے پاس سے

گذرتے ہوئے رو پڑے، راہب نے پوچھا: امیر المومنین! کس چیز نے آپ کو رلایا؟
فرمایا: اللہ کی کتاب کی ایک آیت نے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

”عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ تَصْلِي نَارًا حَامِيَةً“ (الغاشیہ: ۳-۴)

”محنت کرنے والے تھکنے والے دہکتی ہوئی آگ میں گریں گے“

حضرت نافعؓ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ کا یہ معمول تھا کہ صفوں کو برابر کئے بغیر تکبیر نہیں کہا کرتے تھے صفوں کو سیدھا کرنے کے لئے باقاعدہ افراد مقرر کئے ہوئے تھے، جب اقامت ہو جاتی تو لوگوں کی طرف رخ کر کے باقاعدہ نام لے لے کر فرماتے فلاں تم ذرا آگے بڑھو، فلاں تم ذرا پیچھے کو ہو جاؤ۔ جب صف سیدھی ہو جاتی تب قبلہ رو ہو کر تکبیر کہتے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ نے بارہ سال میں سورہ بقرہ کی تعلیم حاصل کی تعلیم کی تکمیل پر اونٹ ذبح کیا۔ سوید بن غفلہؓ کہتے ہیں: حضرت عمرؓ فجر کی نماز کبھی اندھیرے میں اور کبھی خوب روشن ہونے کے بعد اور کبھی درمیانے وقت میں پڑھایا کرتے، اور فجر کی نماز میں سورہ ہود، سورہ یوسف، کبھی قصار مفصل سے پڑھا کرتے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں: ایک مرتبہ ایک شخص نے دوسرے کو یازانی کہہ کر آواز دی اس شخص نے اس کی شکایت حضرت عمرؓ کے سامنے کر دی تو حضرت عمرؓ نے گالی دینے والے کو مکمل حد قذف لگوائی۔ حضرت معمرؓ کا کہنا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اکثر تین حضرات سے تعلیم حاصل کی ہے۔ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ۔

یوسف بن یعقوب الماحشون کہتے ہیں: ایک دفعہ حضرت ابن شہابؓ نے مجھ کو، میرے بھائی کو اور میرے چچا زاد بھائی کو خطاب کر کے فرمایا: تم بچہ ہونے کی وجہ سے خود کو حقیر اور کم تر مت سمجھنا۔ حضرت عمرؓ کو کوئی مشکل معاملہ درپیش آتا تو بچوں سے بھی مشورہ لیتے کیوں کہ بچوں کی عقول تیز اور جلدی کام کرتی ہیں۔

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں: ایک شخص اکثر حضرت عمرؓ کی داڑھی سے کوئی چیز اٹھاتے ایک دن اس کو پکڑ کر فرمایا: دکھاؤ کیا ہے؟ دیکھا کچھ بھی نہیں تھا فرمایا: ایسا کرنا بھی

جھوٹ کے زمرے میں آتا ہے۔ جو کسی داڑھی سے کوئی چیز ہٹائے تو اس کو دکھا بھی دے۔
ایک مرتبہ آپ کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر
کہا: جو چیز تجھے بری لگے وہ مصیبت ہے ایک مرتبہ ایک دیہاتی نے آپ کے پاس
کھڑے ہو کر یہ اشعار ہے۔

یا عمر الخیر جزیت الجنة

اکس بناتی و امہلتہ

اقسمت باللہ لتفعلہ

ترجمہ: ”اے عمر! اللہ تعالیٰ تجھے جنت کی صورت میں بہترین بدلہ دے، میری
بیٹیوں اور ان کی ماں کو کپڑا پہنا دیتجے، میں نے اللہ کی قسم کھائی ہے تم یہ کام ضرور کرو گے،
حضرت عمرؓ نے فرمایا: اگر میں نہ کروں تو کیا ہوگا؟ اعرابی نے کہا: اذا ابالحفص
لا مضینہ۔ اے ابو الحفص! تب میں لازماً چلا جاؤں گا حضرت نے پوچھا: پھر کیا ہوگا؟
اعرابی نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھ ڈالے۔

یکون عن حالی لتسألن یوم تکون الا عطیات منہ

فالواقف المسئول ینتھنہ اما الی نار و اما جنة

ترجمہ: ”کیا ہوگا، یہ ہوگا۔ کہ جزاء ملنے کے دن میری حالت زار کے متعلق تجھ سے
پوچھا جائے گا۔ مسئول (تم کو) جہنم میں پہنچا دیا جائے گا یا جنت میں“

حضرت عمرؓ یہ اشعار سن کر رو پڑے، حتیٰ کہ آپ کی داڑھی آنسوؤں سے تر
ہو گئی اور اپنے غلام کو حکم دیا اس کو میری قمیص دیدو اس دن کے لئے نہ کہ اس کی شعر گوئی کے
لئے پھر فرمایا: واللہ اس کے سوا میرے پاس فی الحال کچھ نہیں ہے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے عرض کیا: امیر المؤمنین! آپ
کے نزدیک سب سے بڑا شاعر کون ہے؟ فرمایا: زہیر، اس کے اس شعر کو تو دیکھو۔

اذا ابتدات قیس بن غیلان غایة من المجد من یسبق الیہا

یسود

”قیس بن غیلان بلند مقام تک جانے کے لئے کمر باندھتے تو کوئی بھی ان کا مقابل نہیں ہو سکتا“

صبح تک ان سے شعر کے متعلق پوچھتا رہا۔ پھر انہوں نے فرمایا: ارے تم بھی کچھ پڑھ کر سناؤ میں نے عرض کیا: کیا سناؤں؟ فرمایا: سورۃ واقعہ سناؤ۔

ایک مرتبہ ایک گھر سے رونے کی آوازیں کر گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے آگے چلتے گئے حتیٰ کہ نوحہ کرنے والی عورت تک پہنچ گئے، اور اس کو مارنے لگے حتیٰ کہ اس کا دوپٹہ بھی گر گیا۔ پھر فرمایا: میں اس کو اس لئے مار رہا ہوں کیوں کہ یہ نوحہ کر رہی ہے، اس کی حرمت ہے، یہ تمہارے غم سے نہیں رو رہی ہے بلکہ یہ تو صبر سے روک رہی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے صبر کا حکم دیا ہے۔ اور یہ بے صبری کی ترغیب دے رہی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے بے صبری سے منع فرمایا ہے۔

آپؓ کے چند مفید ملفوظات:

محمد بن سیرین کے والد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مغرب کی نماز میں حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی میرے ہاتھ میں سامان کی ایک پوٹلی تھی مجھ سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا، میری پوٹلی ہے اس کو فروخت کر کے اس سے کاروبار کروں گا تو موجود لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: اے قریش کی جماعت! یہ لوگ تجارت کے معاملے میں تم سے غالب نہ ہونے پائیں کیونکہ تجارت حکومت کا تیسرا ستون ہے۔

ایک مرتبہ قراء کی جماعت کو خطاب کر کے فرمایا: اے جماعت علماء تمہارے سامنے ہر چیز واضح ہے نیکی میں سبقت لے جانے کی کوشش کرو، مسلمانوں پر بوجھ نہ بنو۔

ایک مرتبہ ایک انتہائی گر کی بات ارشاد فرمائی فرمایا اگر کوئی شخص کسی چیز کی تجارت میں تین بار ناکام ہو جائے تو اس کو چھوڑ کر کوئی دوسرا کام شروع کر دے۔

حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے اگر میں تجارت کرتا تو عطر کا کاروبار کرتا کیونکہ اگر اس کا منافع فوت ہو جاتا تو خوشبو سے مستفید ضرور ہو جاتا۔

ایک شخص کے بارے میں فرمایا: فلاں شخص اچھا آدمی ہے اگر اس کا کاروبار نہ ہوتا۔

ایک شخص نے سعید بن المسیبؓ سے پوچھا: وہ کیا کاروبار کیا کرتا تھا؟ کہنے لگے: طعام کا، اس نے پوچھا: کیا گندم کا کاروبار ناجائز ہے؟ بولے: اس کاروبار کے حامل لوگوں میں بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جو اس کے گراں ہونے کو پسند نہ کریں۔

آپؓ یہ بھی فرمایا کرتے تھے: کوئی پیشہ سیکھ لو، کسی وقت بھی اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ دوسروں کے دست نگر ہونے سے دناست والا پیشہ اختیار کرنا بھی اچھا ہے تم میں سے کوئی اونٹ خریدے تو طویل القامت اور مضبوط اونٹ خریدے اگر اس میں اور کوئی بھلائی نہ ہو طاقت سے چلنا تو کہیں نہیں گیا۔ اور حضرت عمرؓ یہ بھی فرمایا کرتے تھے سرداری اور افسری پر فائز ہونے سے قبل علم حاصل کرو۔

حضرت زید بن وہب کہتے ہیں: حضرت عمرؓ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعبؓ کی تابعداری کرتے دیکھ کر ان پر درہ اٹھایا تو لوگوں نے کہا: اے امیر المومنین! خدا سے ڈرو، فرمایا: کیا تم لوگ نہیں جانتے ہو کہ عمل متبوع کے لئے باعث فتنہ اور تابع کے لئے باعث ذلت ہے۔

حضرت سالمؓ کے والد کہتے ہیں: جب غیلان بن سلمہ اشقی مشرف باسلام ہوئے تو ان اس کے نکاح میں دس عورتیں تھیں حضور ﷺ نے اس کو فرمایا: ان میں سے چار کو اپنے نکاح میں رکھ سکتے ہو جب عمرؓ کا دور خلافت آیا تو انہوں نے اپنی بیویوں کو طلاق دی اور اپنی میراث کو بیٹوں میں تقسیم کر دیا جب حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو فرمایا: میرا خیال ہے کہ جہاں شیطان لوگوں کے متعلق آسمانی فیصلوں کو چوری چھپے سنتا ہے وہاں تمہاری موت کے متعلق فیصلے کو بھی سنتا ہوگا اور تیرے جی میں ڈال دیا ہو سکتا ہے تم عنقریب مر جاؤ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم بیویوں سے رجوع کرو مال کی تقسیم کو منسوخ کرو ورنہ میں تمہاری بیویوں کو تمہارے مال میں سے حصہ دیدوں گا اور حکم دوں گا کہ تیری قبر پر پتھراؤ کیا جائے جیسا کہ ابورغال کی قبر کے ساتھ کیا گیا۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: لوگوں پر ایسا وقت بھی آئے گا کہ علاقے کا صالح شخص امر بالمعروف کرے گا نہ نبی عن المنکر، ان کا غصہ کرنا اور خوش ہونا محض اپنی ذات کے لئے

ہوگا، اللہ کے لئے غصہ کریں گے نہ اللہ کے لئے خوش ہوں گے۔

آیت کریمہ **وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ۔** (سورہ تکویر: ۷)

کی تفسیر میں فرماتے ہیں: فاجر فاجر کے ساتھ ہوگا اور صالح صالح کے ساتھ۔

ایک مرتبہ ان کے پاس ایک شخص آیا کہنے لگا میں نے اپنی ایک بیٹی کو زندہ درگور کر دیا تھا مگر مرنے سے پہلے اس کو زندہ نکال لیا تھا۔ وہ ہمارے ساتھ اسلام کی دولت سے سرفراز ہوئی پھر اس سے ایک گناہ سرزد ہو گیا۔ جس کی وجہ سے اس نے خودکشی کرنے کی کوشش کی۔ چھری لیکر اپنا گلہ لگانے لگی تو ہم نے اس کو پکڑ لیا۔ پھر بھی ایک رگ کٹ گئی تھی۔ مگر علاج سے ٹھیک ہو گئی اور اس گناہ سے بچی تو بہ کر لی۔ اب چھ لوگ اس کو خطبہ نکاح دے رہے ہیں۔ آپ ان لوگوں کو اس کے بارے مطلع کر دیں۔ تو حضرت عمرؓ نے اس سے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس کے عیب اور غلطی کی پردہ پوشی کی اور تم اس کو اچھالتے پھر رہے ہو اگر تم نے آئندہ کسی کے سامنے اس کا تذکرہ کیا تو میں تجھ کو پورے شہر کے لئے نمونہ عبرت بنا ڈالوں گا، ایک عقیفہ مسلمہ کی طرح اس کا نکاح کراؤ۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: تمہارے بارے میں مجھے معیشت میں بے اعتمادی کا اندیشہ اور ڈر ہے۔ کیونکہ فساد کے ساتھ کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔ اصلاح و درستگی کے ساتھ کوئی شے کم نہیں ہوتی۔ ابوالعالیہ کہتے ہیں: حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا: بچوں کے نیک اعمال پر نیکیاں لکھی جائیں گی اور سیئات نہیں لکھے جائیں گے۔

حضرت عمرؓ یہ بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے گھوڑوں کو سدھائے رکھو، مسواک کثرت سے استعمال کرو، نیزہ بازی کیا کرو، دھوپ میں بیٹھا کرو، خنزیر ہرگز تمہارے قریب نہیں آنا چاہیے تمہاری موجودگی میں صلیب نہ اٹھائی جائے ایسے دسترخوان پر مت بیٹھو جس میں جام شراب نوش کیا جا رہا ہو، عجمیوں کے اخلاق اپنانے سے بچتے رہو کسی مومن کے لئے حمام کے اندر بھی ننگا ہونا مناسب نہیں ہے۔ عورت کے لئے علاج کے بغیر اس میں جانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہؓ نے یہ حدیث سنائی ہے فرماتی ہیں۔ میرے غلیلؓ نے میرے بستر پر تشریف فرما ہو کر فرمایا تھا جو عورت اپنے شوہر کے

گھر کے علاوہ کسی گھر میں اپنا دوپٹہ اتارے اس نے اپنے اور رب کے درمیان پردے کو چاک کیا۔ اور حضرت عمرؓ نے یہ بھی فرمایا: روزانہ سرمہ استعمال کرنا چاہئے۔ اور ڈاڑھی کے بالوں کو صاف آراستہ رکھنا چاہئے۔

المسیب بن دارمؓ سے مروی ہے کہ: ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ایک سائل کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ سائل کی حاجت براری کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کی رحمت برسی ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا اس کی ضرورت پوری کر دو۔ حضرت عمرؓ ایک اور جگہ چلے گئے وہاں بھی یہی سائل یہی آواز دیتے سنا گیا تو فرمایا: میں نے تمہیں اس سائل کو کچھ دینے کو نہیں کہا تھا؟ لوگوں نے کہا ہم نے اس کو دیدیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے سائل کو بلایا تو اس کے پاس روٹیوں سے بھرا تھیلہ تھا فرمایا: تم سائل نہیں ہو، بلکہ تم تاجر ہو اپنے گھر والوں کے لئے مال جمع کرتے ہو۔ پھر تھیلے کو کونے سے پکڑ کر اس کو اونٹ کے سامنے ڈال دیا۔ فرمایا: ان کو شمار کرو۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: تمہیں معلوم ہے؟ مزاح کو مزاح کیوں کہا جاتا ہے لوگوں نے کہا نہیں۔ فرمایا: یہ زاح (ہنسنے) سے مشتق ہے۔ مزاح کرنے والا حق سے ہنسنے والا ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: کفر کے بعد دنیا میں بدترین چیز جو انسان کو ملتی ہے زبان دراز بد خلق عورت ہے۔ اور ایمان کے بعد بڑی نعمت جو انسان کو مل جاتی ہے خوش اخلاق پیار و محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی بیوی ہے۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: کیا تو یہ میں مسلمان کے لئے جھوٹ سے بچنا نہیں ہے اور یہ بھی ارشاد فرمایا: فصیح گفتگو بعض دفعہ شیطان کی طرف سے بھی ہوتی ہے۔ فرمایا: لوگوں کا تذکرہ کثرت سے نہ کرو۔ اس میں بلاء و مصیبت ہے۔ کثرت سے اللہ کو یاد کرو اس میں رحمت ہے فرمایا: احکامات الہی پر عمل کرنے والا، صاف لباس اور اچھی خوشبو والا جو ان مجھے پسند ہے ایک مرتبہ ایک جوان کو دیکھا جس کے سر کے بال نیچے لٹک رہے تھے، فرمایا: اے فلاں اپنے بال اوپر کرو، خشوع دل میں ہوتا ہے، جو شخص خشوع کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرے گویا وہ نفاق پر نفاق کو ظاہر کر رہا ہے۔

عدی بن ثابت سے روایت ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا: تمہیں دیکھنے سے قبل تمہارے اچھے نام مجھے پسند ہیں دیکھنے کے بعد تم میں سے اچھے اخلاق والے مجھے پسند ہیں۔ اگر تمہیں آزماؤں تو تم میں سے سچ بولنے والے اور امانتدار سے میری محبت ہوگی۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: انسان کے روزے اور نماز کو نہ دیکھو، بلکہ اس کی بات کی سچائی کی طرف دیکھو جب دنیا اس کے قریب اور اس کی طرف متوجہ ہو جائے تو اس کے ورع و تقویٰ کی طرف نظر کرو اور اس کی امانت کو دیکھو جب اس کے پاس امانت رکھی جائے۔

حضرت عروہؓ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم عورت کو قبیح اور بد اخلاق مرد کے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور نہ کرو کیونکہ عورتیں بھی اپنے لئے وہ پسند کرتی ہیں جو تم اپنے لئے چاہتے ہو۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: جب عورت کا رنگ اور بال مکمل ہوں تو اس کا حسن مکمل ہے۔

عبداللہ بن عدی بن خیار کہتے ہیں۔ میں نے حضرت عمرؓ کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا: جب بندہ اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو رفعت اور دانائی کی نعمت سے نوازتا ہے۔ اور اس سے کہا جائے گا، بلند ہو جا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے بلند کیا، وہ اپنی نظروں میں چھوٹا مگر لوگوں کی نظروں میں عظیم ہوگا اور جو بندہ خود کو بڑا سمجھے اور متکبر بن جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے مرتبے کو گراتا ہے اور اس سے کہتا ہے دور ہو جا اللہ تعالیٰ نے تجھے دور کر دیا۔ وہ اپنے جی میں بڑا ہے مگر لوگوں کی نظروں میں حقیر ترین شمار ہوگا۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: تین چیزوں کے لئے علم حاصل نہ کیا جائے (۱) بحث و مباحثہ میں لوگوں پر غالب آنے کے لئے۔ (۲) علم پر فخر کرنے کے لئے۔ (۳) دکھلاوے کے لئے علم حاصل نہ کیا جائے۔ اور تین چیزوں کی وجہ سے علم چھوڑا نہ جائے: (۱) شرم کی وجہ سے (۲) بے رغبتی کی وجہ سے (۳) جہالت پر خوش ہوتے ہوئے حصول علم کو ترک نہ کیا جائے۔ حضرت عروہؓ سے روایت ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اپنے انساب کو سیکھو تاکہ اس کے ذریعے صلہ رحمی کر سکو اور یہ بھی ارشاد فرمایا: علم نجوم اتنا حاصل کرو کہ اس سے رہنمائی حاصل کرنے کی حد تک ہو۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: مجھے دو آدمیوں سے کوئی

اندیشہ نہیں ہے ایک وہ مومن جس کا ایمان واضح ہو دوسرا وہ کافر جس کا کفر واضح ہو۔ البتہ میں اس منافق سے ڈرتا ہوں جو ایمان کا ناکٹل لگا کر کام کافروں کا کرتا ہو۔

ایک مرتبہ فرمایا: اسلام کی عمارت تین چیزوں کی وجہ سے منہدم ہوگی۔ (۱) عالم کی لغزش۔ (۲) منافق کا قرآن کے ذریعے بحث و مباحثہ کرنا (۳) گمراہ کرنے والے حکمران۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف تین آدمیوں سے ہے۔ (۱) ایک اس منافق سے جو قرآن اچھی طرح پڑھتا ہے اور قرآن کے معانی میں تاویل کرتا ہے اور لوگوں کو یہ باور کراتا ہے کہ وہ ان میں سب سے بڑا عالم ہے تاکہ ان کو راہ راست سے ہٹا دے (۲) عالم کی بے عملی۔ (۳) گمراہ کن حکمران۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا: ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے خطبہ کے درمیان فرمایا: میں تمہارے متعلق زیادہ ان چیزوں سے ڈرتا ہوں۔ زمانے کے تغیر، علماء کی کجی، منافق کا قرآن کے ذریعے مباحثہ، وہ سربراہ جو لوگوں پر علم کے بغیر حکومت کر کے گمراہ کرتے ہیں۔

حضرت ابو وائلؓ کہتے ہیں: ایک مرتبہ ہم مقام ”خانقین“ میں تھے دن کے وقت عید الفطر کا چاند دیکھا۔ ہم میں سے بعض نے چاند دیکھ کر روزے افطار کر لیے اور بعض نے افطار نہیں کیا، حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو بذریعہ خط پیغام بھیجا۔ چاند بعض دفعہ بڑا ہوتا ہے اگر دن کے وقت اسے دیکھو تو افطار مت کرو، الا یہ کہ دو عادل گواہ یہ شہادت دیں کہ انہوں نے اس کو گذشتہ دن دیکھا تھا۔ عتبہ بن فرقہ کو خط لکھتے ہوئے فرمایا: اگر اول النہار میں چاند دیکھ لیا تو افطار کر لو، کیونکہ گذشتہ رات کا چاند ہوگا۔ اور اگر آخر النہار میں دیکھا تو روزے کو مکمل کرو، آئندہ رات کا چاند ہوگا۔

ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے زوالِ شمس کے بعد چاند دیکھ افطار کر لیا۔ حضرت عمرؓ نے اطلاع ہونے پر ان کو ملامت کی اور بذریعہ خط بہ حکم دیا اگر زوالِ شمس سے پہلے چاند دیکھو تو افطار کرو اگر سورج کے زوال کے بعد دیکھو تو روزے کو مکمل کرو، افطار مت کرو۔

حضرت انسؓ نے فرمایا: میں نے حضرت عمرؓ سے سنا۔ فرمایا: زلزلہ

کثرت زنا کی وجہ سے ہوتا ہے اور بندش باران برے قاضیوں اور فاجر حکمرانوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: عورتوں کے باہر نکلنے پر پابندی کپڑوں کی قلت سے کرو کیونکہ اگر ان کے پاس کپڑے زیادہ ہوں گے اور ان کی زیب و زینت خوبصورت ہوگی تو ان کو باہر نکلنا اچھا لگے گا۔ ان کا دل چاہے گا کہ گھر سے باہر نکلیں۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے: الحبث سے مراد جادو اور الطاغوت سے مراد شیطان ہے۔ بہادری اور بزدلی انسان کے اندر ودیعت کردہ دو صفیتیں ہیں۔ شجاع و بہادر اس سے بھی مقابلہ کرتا ہے جس کو نہیں جانتا اور بزدل اپنی ماں سے بھی بھاگ جاتا ہے اور انسان کی شرافت اس کی دینداری ہے اس کا حسب اچھا اخلاق ہے اگرچہ عجمی اور قبطی ہی کیوں نہ ہو۔

ایک ارشاد میں فرماتے ہیں: سنن و فرائض کو باقاعدہ سیکھ لو، جیسے تم قرآن سیکھتے ہو۔ ارشاد فرمایا: دین کا فہم حاصل کرنے، اچھی عبادت کرنے اور عربی کے خوب سمجھنے کو ضروری سمجھو اور اس پر سختی سے عمل کرو۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: عربی سیکھو اس سے عقل پختہ ہو جاتی ہے اور انسان کی مروت بڑھ جاتی ہے۔

زید بن عقبہؓ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ نے فرمایا: عورتیں تین قسم کی ہوتی ہیں اور مرد بھی تین قسم کے ہیں۔ (۱) نرم مزاج، عقیفہ، محبت کرنے والی اور بچے جننے والی حوادث زمانہ میں اپنے گھر والوں کا ساتھ دیتی ہے زمانے کا ساتھ نہیں دیتی مگر ایسی عورتیں کم ہوتی ہیں۔ (۲) صرف بچہ جننے کے لئے ہے۔ صرف بچہ جننے کے اور کوئی صفت اس کے اندر نہیں ہوتی۔ (۳) بونی عورت سیراب نہ ہونے والی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس کو کسی کے گلے میں ڈال دیتا ہے۔ اس طرح مرد بھی ہوتے ہیں۔ (۱) مرد عقل مند ہوتا ہے تمام امور میں مشورے سے کام لیتا ہے اور اپنی رائے سے بھی کام لیتا ہے۔ (۲) مرد حیران و سرگرداں ہوتا ہے۔ (۳) نہ کسی سے مشورہ کرتا ہے نہ کسی رہنما کی رہنمائی پر عمل کرتا ہے۔

ایک شخص کے متعلق معلوم ہوا کہ ہمیشہ روزے رکھتا ہے جا کر اس کو مارنے لگے، اور فرمایا: کُلی یادہ، کل یادہ۔ ”اے ہمیشہ روزہ رکھنے والے، کھاؤ“

ابو وائل کہتے ہیں: حضرت عمرؓ نے فرمایا: کسی بے وقوف کو لوگوں کی عزتوں کو

چاک کرتے دیکھ کر اس کی تسبیح کرنے سے مت کتر او لوگوں نے کہا: ہم اس کی زبان درازی سے خوف کریں گے۔ فرمایا: یہ کم تر ہے کہ تم اس پر گواہ بن جاؤ۔ ایک مرتبہ فرمایا جب تک حکمران صحیح اور درست رہیں گے تو لوگ بھی سیدھے رہیں گے۔ فرمایا: افطار کرنے میں جلدی کرو اہل عراق کی طرح تاخیر مت کرو۔ ایک مرتبہ ان کے پاس شام سے ایک شخص آیا حضرت عمرؓ ان سے شام کے لوگوں کے حال احوال پوچھنے لگے پوچھا: کہ کیا افطار میں تعجل کرتے ہیں؟ اس نے کہا: ہاں کرتے ہیں، فرمایا جب تک اس پر عمل پیرا ہوں گے اور ستاروں کے طلوع ہونے کا انتظار نہ کریں گے تو خیر و بھلائی کے ساتھ ہوں گے۔

سعید ابن مسیبؓ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ روزے کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لینے سے منع فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے تم رسول اللہ ﷺ کی طرح عقیف اور اپنے نفس پر قابو پانے والے نہیں ہو۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت عمرؓ کو سلام عرض کیا، حضرت عمرؓ نے سلام کا جواب دیکر پوچھا: تم کیسے ہو؟ اس نے کہا: احمد اللہ الیک، حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ میں تجھ سے یہی چاہ رہا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ایک گھر کے اندر سے کچھ شور شرابا سن کر پوچھا: یہ کیا شور ہے؟ لوگوں نے کہا: اس میں شادی ہے، فرمایا: دف بجا کر اعلان کیوں نہیں کیا جاتا۔ ایک مرتبہ فرمایا: حتی الامکان جھگڑے کو عدالت میں مت لے جاؤ، کیوں کہ فیصلہ کے بعد دلوں میں بغض پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کسی مسلمان کے ساتھ محبت کی دولت سے نواز دے تو حتی المقدور اس کو ہاتھ سے جانے نہ دینا، ایک دفعہ فرمایا: اولاد اکثر ماں کے مشابہ ہوتی ہیں۔ ایک مرتبہ فرمایا: کسی انسان کو نعمت ملتی ہے تو اس کے حاسد بھی ہوتے ہیں۔ اگر کوئی کام درست ہو جائے تو اس پر عیب جو بھی ہوں گے۔ ایک مرتبہ بیت الخلاء سے نکلنے کے بعد وضو سے پہلے قرآن کریم کی آیات پڑھنے لگے تو ابو مریم نے کہا: اے امیر المؤمنین! بغیر وضو کے قرآن پڑھ رہے ہو؟ فرمایا: کیا یہ مسئلہ

”مسئلہ“ نے تجھے بتایا ہے؟

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: جو مومن ہونے کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے جو کہے میں عالم ہوں وہ جاہل ہے جو کہے میں جنتی ہوں وہ جہنمی ہے۔

ایک دفعہ فرمایا: اپنا نسب نامہ یاد کرو تا کہ آپس میں صلہ رحمی کرو۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے سامنے ایک شخص نے ایک شخص کے منہ پر اس کی تعریف کی تو فرمایا: تم نے تو اس کو ذبح کر دیا۔ بسا اوقات فرمایا کرتے سامنے تعریف کرنا ذبح کرنا ہے۔ فرمایا: جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا، جو دوسروں کو معاف نہیں کرتا اس کو معاف نہیں کیا جاتا جو توبہ نہیں کرتا اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی جو خود کو نہیں بچاتا اس کو نہیں بچایا جائے گا۔ فرمایا: کوئی شخص کسی گھر کے دروازے پر جا کر اجازت ملنے سے قبل اندر مکمل دیکھ لیا تو وہ گناہ کا مرتکب ہو گیا۔

حضرت زید بن ثابتؓ کہتے ہیں: کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ میرے گھر تشریف لائے، میرا سرمیری باندی کی گود میں تھا وہ میرے سر پر کنگھی کر رہی تھی، میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھ کر سر اٹھانے لگا تو فرمایا، چھوڑو کنگھی کرنے دو پھر میں نے عرض کیا، امیر المومنین! آپ کیوں تشریف لائے مجھے حکم دیتے میں حاضر ہو جاتا۔ فرمایا نہیں ضرورت میری تھی اس لئے مجھے حاضر ہونا چاہیے تھا۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: سردار بننے سے پہلے تفقہ حاصل کرو کیوں کہ دینی سمجھ آنے کے بعد سرداری و حکمرانی طلب نہیں کرو گے۔ قبیصہ بن جابر کہتے ہیں: حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا: تم نو عمر ہو فصیح اللسان اور کشادہ سینہ والے ہو، انسان کے اندر دس اخلاق ہوتے ہیں نو اخلاق اچھے اور ایک برا ہو تو یہ برا اخلاق تمام نو اچھے اخلاق پر غالب آ جائے گا جوانی کی لغزشات سے بچتے رہو۔ فرمایا کرتے: لوگوں کے متعلق بدگمانی کرنے سے بچو۔

براء بن عازبؓ کہتے ہیں: ایک مرتبہ ایک لڑائی کے موقع پر میں سلمان بن ربیعہ کے ساتھ تھا ایک مرتبہ مجھے حضرت عمرؓ کے پاس اشہر حرم میں کسی کام کے لئے بھیجا حضرت عمرؓ نے پوچھا: کیا سلمان روزہ رکھتا ہے؟ فرمایا: ہاں تو فرمایا: روزہ نہ

رکھو جہاد کے لئے قوت حاصل کرنا روزہ رکھنے سے افضل ہے۔

یونس بن عبید نے آپ کا یہ قول نقل کیا ہے انسان کے گھٹیا حسب والا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ اپنے ہم نشین کو بلاوجہ ایذا پہنچائے جو کام وہ کرتا ہے دوسرے کریں تو ان پر غصہ کرے، لوگوں کی ایسی باتوں پر مطلع ہونے کی کوشش کرے جو خود اپنی اس قسم کی باتوں کو چھپاتا ہے۔ اور یہ فرمایا: لوگوں پر بدگمانی کرنے سے از حد بچنے کی کوشش کرو۔ عبید بن ام کلاب کہتے ہیں: حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے: تم کسی شخص کی نماز وغیرہ سے متاثر نہ ہو کمال مومن وہ ہوتا ہے جو امانت کی ادائیگی کا بھرپور خیال رکھنے والا ہو اور لوگوں کی عزت شکنی سے بچتا ہو۔

ایک دفعہ ارشاد فرمایا: تم کسی شخص کے تہجد پڑھنے سے دھوکے میں مت آؤ مرد مومن وہ ہے جو امانتدار ہو اور اس کی زبان اور ہاتھ کی تکلیفوں سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے تم کسی کے روزوں اور نمازوں کو مت دیکھو بلکہ اس کے قول کی سچائی اس کی امانتداری اور معاملات کی درستگی کی طرف نظر کرو۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے برے ہم نشینوں کو چھوڑنے میں راحت ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے برے ہم نشینوں سے عزت نشینی بہتر ہے۔ مسروق کہتے ہیں: ایک دفعہ ہم حضرت عمرؓ کے سامنے حسب نسب کے متعلق گفتگو کر رہے تھے تو فرمایا: انسان کا حسب اس کا دین ہے اس کی اصل عقل اس کی مروت اور اس کا اخلاق ہے۔ حضرت عمرؓ کا معمول تھا کوئی نوجوان آپ سے ملاقات کرتا اور اس کا حال آپ کو پسند آتا تو اس سے دریافت کرتے کیا پیشہ اختیار کیا ہے۔ اگر کہتا ہے کوئی پیشہ نہیں ہے۔ تو فرماتے تب تم میری نظروں سے گر گئے۔ فرمایا کرتے ساتھیوں سے قبل دستر خوان سے ہاتھ اٹھانا بھی قابل ملامت ہے۔ ایک مرتبہ ایک شخص حضرت عمرؓ کے سامنے ایک شخص کی تعریف کرنے لگے: تو اس سے پوچھا: کیا تم نے اس کے ساتھ سفر کیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ پھر فرمایا: اس کے ساتھ معاملہ کیا ہے؟ کہنے لگا نہیں: فرمایا: تب اس کے بارے میں تمہاری معلومات ناقص ہیں۔ (تو اس کی اچھائی کیسے بیان کر رہے ہو)

حضرت حسنؓ سے روایت ہے: حضرت عمرؓ تشریف فرماتے، درہ آپ کے ہاتھ میں تھا، احباب آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں الجارود نامی شخص آیا، مجلس میں ایک شخص نے کہا: یہ قبیلہ ربیعہ کا سردار ہے یہ بات حضرت عمرؓ نے بھی سن لی اور

جلس میں بیٹھے ہوئے دوسرے حضرات اور الجارود نے بھی سن لی۔ جب وہ حضرت عمرؓ کے قریب آ گئے، تو حضرت عمرؓ اپنے درے کو حرکت میں لائے، الجارود نے کہا: یہ کیوں؟ فرمایا: تم نے سنا نہیں اس نے تیرے بارے میں کیا کہا: بولا کیوں نہیں سن لیا اس کے منہ سے ہی سن لیا، فرمایا: مجھے اندیشہ ہوا کہ اس بات سے تیرے دل میں بڑائی پیدا ہوگی جس کو میں نے بروقت مٹانا چاہا۔

یہ بھی فرمایا کرتے تھے، جو شخص اپنے والد کی مرنے کے بعد بھی خدمت کرنا چاہے۔ تو اس کو چاہئے کہ اس کے بھائیوں کی خدمت کرے۔ ایک ارشاد میں فرمایا: میں تمہاری خود پسندی اور اپنی رائے کو درست قرار دینے اور اسی کو اٹل سمجھنے کا اندیشہ کرتا ہوں۔ سن لو! جو کہے میں عالم ہوں وہ جاہل ہے، جو کہے میں حنتی ہوں وہ جہنمی ہے۔

کعب بن علقمہؓ کہتے ہیں: حضرت عمرؓ نے فرمایا: ایسا نہیں ہو سکتا کہ کسی انسان کو اللہ تعالیٰ اپنی کسی نعمت سے نواز دے اور اس کے حاسد نہ ہوں اگر کوئی کام نیزے سے بھی زیادہ سیدھا ہو۔ اس میں بھی عیب نکالنے والے پائے جائیں گے جو شخص اپنی زبان کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: حضور ﷺ پر درود کے بغیر دعا آسمان کی طرف نہیں چڑھتی جب درود پڑھا جائے گا تو دعا اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچ جائے گی۔

اکثر فرمایا کرتے: تنعم کی زندگی گزارنے سے بچتے رہو۔ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے عیش پسند نہیں ہوتے۔ عکرمہ نے آپ کا یہ قول نقل کیا ہے ”جس شخص نے اپنے راز کو مخفی رکھا اس نے بھلائی کو اپنے قبضہ میں رکھا، جس شخص نے خود کو تہمت کے مقام سے نہیں بچایا تو وہ ان لوگوں کو ملامت ہرگز نہ کرے جو ان کے بارے بدگمان ہوں۔ ایک مرتبہ عراق سے خراج کی مد میں بہت سامال آ گیا، حضرت عمرؓ اور ان کا ایک غلام اونٹوں کو گننے لگے تو دیکھا کافی زیادہ تھے تو حضرت عمرؓ نے الحمد للہ کہا، غلام نے کہا: یا امیر المؤمنین! واللہ یہ اللہ کا فضل اور رحمت میں سے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا: نہیں، ایسا نہیں ہے۔ وہ جو قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے:

”قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا“ (یونس ۵۸)

(ترجمہ) ”کہہ دو (قرآن) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے
سو اسی پر انہیں خوش ہونا چاہیے“

وہ فضل ہدایت، سنت رسول، اور قرآن ہے جس کے بارے فرماتے ہیں: (فبذلك
فلیفر حواہو خیر مما یجمعون) وہ مما یجمعون یہی تو ہے۔

ایک مرتبہ ایک گھر سے دف کی آواز سن کر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا: تو لوگوں نے کہا
اس میں شادی کی تقریب ہے، خاموش ہو گئے۔ ایک شخص ایک سفر میں گاتا ہوا جا رہا تھا۔
حضرت عمرؓ کو بتا دیا گیا فلاں شخص گارہا ہے۔ فرمایا: چھوڑیے اس کو، ترنم سے شعر
پڑھنا مسافر کی خوراک ہے۔ آپ یہ بھی فرمایا کرتے۔ بچے جب بالغ ہوں تو ان کا نکاح کیا
کرو، ان کے گناہوں کا بوجھ مت اٹھاؤ۔

فرمایا: بچہ سات سال کا ہو جائے تو اس کے دانت گریں گے چودہ سال میں جا کر بالغ
ہو جائے گا اور پچیس سال تک بدن بڑھتا رہے گا پچیس سال کے بعد بڑھنا بند ہو جائے گا۔
اٹھائیس سال میں جا کر عقل پوری ہوگی اور چالیس سال میں پختہ اور مکمل ہوگی۔
آپؐ کے صدقات اور غلام آزاد کرنے کا ذکر:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے حضرت عمرؓ کو خیبر میں زمین
ملی۔ خدمت نبویؐ میں حاضر ہو کر مشورہ طلب کیا۔ عرض کیا: یا رسول اللہ مجھے خیبر میں
زمین ملی ہے آج تک جتنا مال میں نے حاصل کیا ہے ان میں سب سے زیادہ نفیس اور قیمتی
ہے آپ فرما دیجئے میں اس کے ساتھ کیا معاملہ کروں؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا: ان
سنت تصدقت بها وحبست اصلها“ چاہو تو اصل کو محفوظ رکھو اور اس کو صدقہ کرو
چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس کو اس طرح صدقہ کیا کہ اس کو فروخت کیا جائے گا نہ ہبہ
اور نہ ہی اس میں وراثت جاری ہوگی اس کی پیداوار فقراء مساکین، اللہ کے راستے میں جہاد
کرنے والے غازیوں، غلاموں کی گردن آزاد کرانے، مسافروں اور مہمانوں پر خرچ کی
جائے گی۔ ہاں البتہ جو اس کا متولی ہوگا وہ معروف طریقے کے مطابق اس سے کھا سکتا ہے
اور اپنے کسی نادار دوست کو کھلا سکتا ہے اور اس میں سے کچھ حصے کی حضرت ام المومنین
حضرت حفصہؓ کے لئے بھی وصیت کی۔

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ نے چالیس ہزار کی وصیت کی مجھے کسی نے بتایا یہ مقدار ان کے پاس موجود مال کا ایک چوتھائی تھا۔

وسق الرومی کا بیان ہے میں عمرؓ کا غلام تھا مجھ سے فرمایا: مسلمان ہو جاؤ تا کہ مسلمانوں کے معاملات میں تجھ سے مدد لوں مسلمان ہوئے بغیر تجھ سے مسلمانوں کے کاموں کے متعلق کام نہیں لے سکتا، کیوں کہ مناسب نہیں ہے کہ غیر مسلم سے مسلمانوں کی امانتوں کے معاملے میں کام لیا جائے میں نے مسلمان ہونے سے انکار کیا فرمایا: ”لا اکوہ فی الدین“ دین میں زبردستی نہیں ہے۔ جب ان کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو مجھے آزاد کر کے فرمایا: جاؤ جہاں جانا چاہتے ہو، میں نے تجھے آزاد کر دیا۔

القاسمؓ کا کہنا ہے: غزوہ بدر میں سب سے پہلے شہید ہونے کا اعزاز بھی حضرت عمرؓ کے ایک غلام سمسی مہج کو حاصل ہوا۔

(الاصابة: ۳/۲۳۶)

رعایا کے حقوق کی ادائیگی کے خوف سے موت کی طلب کرنا:

حضرت سعید بن المسیبؓ کہتے ہیں: حضرت عمرؓ نے منیٰ سے مکہ کی طرف روانہ ہو کر مقام الطح پر پڑاؤ ڈالا پھر وہاں سے بطحاء کے قریب جا کر چادر اپنے اوپر ڈال کر چت لیٹ کر ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر دعا کی، اے اللہ! میں سن رسیدہ ہو چکا ہوں، میری قوت جواب دے چکی ہے، رعایا پھیل چکی ہے، مجھے اپنی طرف بلا لیجئے لوگوں کے حقوق ضائع ہونے سے اور کسی کے حقوق میں کوتاہی کرنے سے قبل اپنی طرف بلا لیجئے۔ پھر مدینہ تشریف لائے خطبہ دیا فرمایا: لوگو! فرائض و سنن کو تمہارے سامنے واضح کر دیا تمہیں ایک واضح راہ پر چلا دیا ہے جب تک کہ تم خود گمراہ نہ ہو۔ پھر فرمایا: خبردار کہیں آیت رجم کا انکار کر کے ہلاک نہ ہو جانا، اور تم میں سے کوئی شخص یہ کہہ نہ دے کہ ہم زناء کے متعلق قرآن میں حد و نہیں پاتے۔ تم دیکھ چکے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے رجم (سنگسار) کیا ہے اور آپ کے بعد ہم نے بھی اس پر عمل کیا ہے۔ اللہ کی قسم! لوگوں کے یہ کہنے کا ڈر نہ ہوتا کہ عمرؓ نے کتاب اللہ میں اضافہ کیا ہے تو میں اس کو مصحف میں لکھوا دیتا، ہم نے آپ ﷺ سے پڑھا ہے:

و الشيخ و الشيخوخة اذا زانيا فارجموها۔

”بوڑھا اور بوڑھی زنا کے مرتکب ہو جائیں تو ان کو سنگسار کر دو“

سعد بن مسیبؓ کہتے ہیں: آپؓ اسی مہینے ذوالحجہ ختم ہونے سے قبل ہی شہید کر دیئے گئے۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں: بنی اسرائیل میں ایک بادشاہ تھا (جب ہم اس کا تذکرہ کرتے تو حضرت عمرؓ کا تذکرہ ضرور آ جاتا اور اگر ہم حضرت عمرؓ کے متعلق گفتگو کرتے تو اس کا بھی ذکر خیر آ جاتا) ان کے ہاں ایک نبی بھی موجود تھے ان کے ایک جانب بیٹھے ہوتے جن پر وحی نازل ہوتی۔ اس کی روشنی میں وہ حکومت چلاتے، ایک مرتبہ نبیؐ پر وحی نازل ہوئی کہ بادشاہ سے کہہ دیں کہ وہ تین دن کے بعد مرنے والا ہے۔ اپنے امور نمٹا دے اور وصیت نامہ لکھ دے نبیؐ نے وحی سے اس کو مطلع کر دیا تیسرے دن اپنے تخت اور دیوار پہ کھڑے ہو کر دعا کی کہنے لگے: یا اللہ! آپ جانتے ہیں میں نے اگر عدل و انصاف اور آپؐ کی مرضی و خوشی کے مطابق حکومت چلائی ہے تو میری عمر میں اضافہ فرما، تاکہ میرے بچے بڑے ہو جائیں اور میرے رعایا میں اضافہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے وقت کے نبیؐ کو بذریعہ وحی بتا دیا کہ بادشاہ نے یہ یہ دعا کی ہے میں نے اس کی دعا قبول کر لی ہے کیوں کہ اس نے سچ کہا ہے میں نے اس کی عمر میں پندرہ سال کا اضافہ کیا ہے۔ اس مدت میں اس کے بچے بھی بڑے ہوں گے اور رعایا میں بھی اضافہ ہوگا۔

جب حضرت عمرؓ کو نیزہ مارا گیا، تو کعبؓ نے کہا: حضرت عمرؓ اگر اللہ تعالیٰ سے درازی عمر کے لئے دعا کریں گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرمائے گا۔ کسی نے حضرت عمرؓ کو جا کر کعبؓ کا یہ جملہ سنا دیا، تو فرمایا: اے اللہ! عاجز اور قابل ملامت ہونے سے قبل میری جان قبض کیجئے۔

ابوملیکہؓ نے کہا ہے: جب حضرت عمرؓ کو زخمی کر دیا گیا۔ تو حضرت کعبؓ ان کے دروازے کے باہر روتے ہوئے کہنے لگے: اللہ کی قسم! حضرت عمرؓ اگر اللہ تعالیٰ سے درازی عمر کی دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرمائیں گے۔ ابن عباسؓ نے اندر جا کر عرض کی امیر المومنین! کعبؓ یہ یہ کہہ رہا ہے۔ فرمایا: تو اللہ کی قسم! اس کی دعا نہیں کروں گا۔

طلب شہادت اور محبت شہادت:

حضرت زید بن اسلمؓ اپنی ماں سے روایت کرتے ہیں ان کی ماں حضرت حفصہؓ کہتی

ہیں۔ میں نے حضرت عمرؓ کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا ”اے اللہ تیری راہ میں شہادت اور تیرے نبی کے شہر میں موت کا طلبگار ہوں“ میں نے عرض کیا: یہ کس طرح ہو سکتا ہے: فرمایا: اللہ تعالیٰ چاہے تو ہو سکتا ہے۔

حضرت کعب الاحبارؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا: میں توراۃ میں آپ کی یہ صفات پاتا ہوں۔ اس میں یہ ملتا ہے کہ آپ شہید ہو جائیں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا شہادت کس طرح ہو سکتی ہے۔ جبکہ میں جزیرۃ العرب میں ہوں۔ ایک مرتبہ کعبؓ نے ان سے کہا: ہم تورات میں آپ کی صفات یوں پاتے ہیں آپ شہادت کی موت مریں گے امام عادل ہوں گے دین کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کو خاطر میں نہیں لائیں گے، حضرت عمرؓ نے فرمایا: جہاں تک آخری بات کا تعلق ہے وہ درست بھی ہو سکتی ہے مگر میری شہادت کی کیا صورت ہوگی؟

حضرت عمرؓ کی وفات کی خبر جنات کی زبانی:

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت عمرؓ نے آخری حج حضرات امہات المؤمنین کے ہمراہ کیا۔ عرفہ سے واپسی میں جب وادی محصر کے پاس سے گزر رہے تھے تو میں نے ایک شخص کو اونٹ پر سوار ہو کر یہ کہتے ہوئے سنا امیر المؤمنین عمرؓ کہاں تھے؟ دوسرے نے جواب دیا۔ امیر المؤمنین یہاں تھے چنانچہ اونٹ سوار اسی مقام پر اپنے اونٹ کو بٹھا کر با آواز بلند یہ اشعار پڑھنے لگا:

عليك سلام من امام و باركت
يد الله في ذاك الاديم الممزق
فمن ليسع اوبركب جناحي نعامه
ليدرك ما قدمت بالامس يسبق
قضيت امورا ثم غادرت بعدها
بوائق في اكما مها لم تفتق

ترجمہ: ”اے امام وقت! تجھ پر سلام ہو، اس بکھرے ہوئے آسمان میں اللہ تعالیٰ کی مدد تیرے ساتھ شامل حال ہو اور باعث برکت ہے جو شخص تیرے مقام کو پہنچنے کی کوشش کرے گا ہرگز اس کو نہیں پہنچ پائے گا آپ نے تمام معاملات کو نمنا دیا اس کے بعد آپ ایسی مثال چھوڑ گئے جیسا کہ شگوفوں میں بند خوشبو“

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ہم نہیں جانتے تھے یہ سوار کون تھا ہمارے خیال

میں وہ جن تھا۔ حضرت عمرؓ اسی حج سے واپس مدینہ پہنچ کر شہید ہوئے۔

حضرت عائشہؓ ایک اور روایت میں فرماتی ہیں: کہ میں مکہ سے مدینہ آرہی تھی۔ راستے میں ہم چل رہے تھے رات کا آخری پہر تھا چاندنی رات تھی اچانک ایک غیبی آواز ہم نے سنی جس کے یہ الفاظ تھے:

لیسک علی الاسلام من کان باکیا قد احدثوا ہلکا و ما قام العهد
وقد ولت الدنيا و ادبر خیرھا وقد ملھا من کان یومن بالعہد
میں نے کہا: دیکھو یہ آواز دینے والا کون ہے؟ لوگوں نے دیکھا۔ لیکن کہیں بھی نظر نہیں آیا۔ اس کے تھوڑے دنوں بعد حضرت عمرؓ کو شہید کر دیا گیا۔

آپ کے قتل کا واقعہ:

معدان بن ابی طلحہ العمری کہتے ہیں: جمعہ کے دن حضرت عمرؓ جمعہ کے خطبے کے لئے کھڑے ہو گئے اللہ تعالیٰ کی حمد و توصیف کے بعد حضور ﷺ حضرت ابوبکرؓ کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا: میں نے ایک خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ میرا وقت مقرر قریب ہے۔ میں نے دیکھا: کہ ایک مرغا ہے جس نے دومرتبہ چونچ ماری اس کی تعبیر میں نے حضرت ابوبکرؓ کی اہلیہ اسماء بنت عمیسؓ سے پوچھی۔ انہوں نے تعبیر دیتے ہوئے فرمایا: کوئی غمی شخص تجھے قتل کرے گا۔ لوگوں کی رائے ہے کہ میں خلیفہ مقرر کر لوں۔ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے دین کو ضائع نہیں ہونے دے گا۔ اگر خلیفہ مقرر کر۔ نہ سے قبل میری موت آجائے تو سن لو، ان چھ آدمیوں میں سے ایک کو منتخب کر لینا جس سے حضور ﷺ وفات کے وقت خوش تھے، بہر حال جس کی بھی بیعت کر لو اس کا حکم مانو اور اس پر عمل کرو، مجھے یقین ہے جو خلافت کے معاملے میں طعن و تشنیع سے کام لیں گے وہ لوگ اعداء اسلام ہوں گے میں تمام شہروں کے امراء کے متعلق اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو ان شہروں کی طرف امیر بنا کر اس لئے مبعوث کیا ہے کہ وہ لوگوں کو دین سکھائیں گے ان کے نبی کی سنت سے انہیں آگاہ کریں گے اور جو معاملہ ان پر پیچیدہ ہو جائے اس کو مجھ تک پہنچائیں گے۔ یہ خطبہ جمعہ کے دن دیا۔

حضرت عمرو بن میمونؓ فرماتے ہیں: جس وقت حضرت عمرؓ کو زخمی

کیا گیا۔ اس وقت میں حضرت عمرؓ کے پاس تھا میرے اور ان کے درمیان صرف عبد اللہ بن عباسؓ تھے۔ حضرت عمرؓ کا معمول تھا کہ صفوں کے پاس سے گذرتے وقت فرماتے صفیں درست کرو اور صفوں کو سیدھا کرنے اور بیچ میں خلانہ چھوڑنے کا حکم فرماتے جب صفیں سیدھی ہو جاتیں اور درمیان میں کوئی خلانہ رہتا تو آگے ہو کر نماز پڑھاتے فجر کی نماز میں کبھی سورۃ یوسف کبھی سورۃ نحل وغیرہ پہلی رکعت میں پڑھتے۔ اس دن نماز کے لئے تیار ہوتے ہی اللہ اکبر کہہ دیا تھا کہ آواز آئی مجھے کہتے نے کا نا اس وقت علیؓ نامی غلام نے ان کو دو دھاری چھری سے مارا تھا ان کو مار کر بھاگ رہا تھا۔ جو بھی اس کے سامنے آتا گیا اسے مارتا گیا حتیٰ کہ تیرہ افراد پر خنجر چلایا جن میں نے سات افراد شہید ہوئے ایک شخص نے اسے پکڑنے کے لئے اس پر ایک بڑا کپڑا ڈال دیا۔ جس سے اس نے پکڑے جانے کے خوف سے اپنے گلے پر چھری چلا کر خودکشی کر لی، ادھر حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کا ہاتھ پکڑ کر نماز پڑھانے کے لئے آگے کر دیا۔ جو لوگ قریب تھے ان کو صورت حال کا علم ہو گیا جو دور تھے انہیں کچھ پتہ نہیں چلا سوائے اس کے کہ نماز میں حضرت عمرؓ کی آواز نہیں تھی۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے ہلکی نماز پڑھائی۔ ادھر حضرت عمرؓ کو اٹھا کر گھر لے جایا گیا۔ ان پر غشی طاری تھی جب روشنی پھیل گئی تو ہوش میں آتے ہی پوچھا کہ کس نے یہ حملہ کیا تھا۔ اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کو فرمایا: اے ابن عباس! جا کر معلوم کر و کس نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا؟ اور یہ بھی پوچھا کہ کیا نماز پڑھائی گئی؟ لوگوں نے کہا: ہاں پڑھائی گئی فرمایا: جس نے نماز ترک کر دی اس کا اسلام مکمل نہیں ہے۔ پھر پانی منگا کر وضو کر کے بمشکل نماز ادا کی ادھر حضرت ابن عباسؓ نے آ کر خبر دی کہ مغیرہ بن شعبہ کے غلام ابولولؤ نے قاتلانہ حملہ کیا ہے۔ فرمایا: وہ جو کار گیر ہے؟ عرض کیا: ہاں اسی نے حملہ کیا فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کر دے۔ میں نے تو اس کو صحیح بات کہہ دی تھی۔ پھر فرمایا: الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے کسی کلمہ گو مسلمان کے ہاتھوں مجھے قتل نہیں کرایا۔ لوگ اس وقت سخت غمگین تھے۔ اور پریشان تھے کچھ تو کہہ رہے تھے کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ جانبر ہو جائیں گے اور کچھ لوگ کہہ رہے تھے بچنے کی امید نہیں ہے۔ نبیز تران کو پیش کیا گیا۔ اسے پی لیا۔ وہ زخم کی جگہ سے باہر آیا۔ پتہ نہیں

چلا کہ یہ خون ہے یا نبیذ۔ پھر دودھ پلایا۔ تو وہ بھی زخم کے مقام سے خارج ہوا تو طبیب نے عرض کیا امیر المومنین! وصیت کیجئے۔ فرمایا: تم نے سچ کہا۔ لوگوں نے جو یہ سنا تو رونے لگے فرمایا: مت رو، رونے والے باہر نکل جائیں کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان نہیں سنا ہے ”یُعَذِّبُ الْمَيِّتَ بِسُكَّاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ“ مردے کے اہل و عیال کے اس پر رونے کی وجہ سے اس کو عذاب دیا جاتا ہے“ لوگ آپ کی تعریف کرنے لگے اتنے میں ایک انصاری نوجوان نے عرض کیا: امیر المومنین آپ کو بشارت ہو کہ آپ کو رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہونے کا شرف عظیم نہ صرف حاصل ہے بلکہ آپ کو اولیت حاصل ہے آپ ابتدائی ایمان لانے والوں میں سے ہیں پھر آپ کو آپ ﷺ کی خلافت سوچی گئی اس کو آپ نے عدل و انصاف کے ساتھ نبھایا پھر شہادت نصیب ہو رہی ہے فرمایا: میرے ساتھ برابری کا معاملہ ہونہ مجھے عذاب دیا جائے نہ زیادہ اجر و ثواب بس میں یہ چاہتا ہوں۔ وہ نوجوان جب جانے لگا تو اس کی چادر ٹخنوں سے نیچے لٹک رہی تھی، فرمایا: اس لڑکے کو بلاؤ جب وہ قریب آیا تو فرمایا: اے میرے بھتیجے! اپنا کپڑا اوپر کواٹھاؤ کیونکہ یہ اللہ کی رضا مندی اور کپڑوں کی صفائی کا باعث ہے۔ پھر حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے فرمایا عبداللہ! ذرا دیکھ لو، میرے اوپر کتنا قرض ہے؟ حساب لگا کر دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ چھ سیاسی ہزار قرض ہے فرمایا: اگر میرے خاندان میں مال پورا ہو جائے تو اسی مال سے دید و اگر وہ ناکافی ہو تو بنی عدی سے درخواست کرو اگر اس سے بھی پورا نہ ہو تو قریش سے درخواست کرو قریش کے علاوہ کسی اور کو نہ کہو۔ پھر عبداللہؓ سے فرمایا: تم ام المومنین حضرت عائشہؓ کی خدمت میں میرا سلام عرض کرو، وہاں ان سے کہہ دو عمر سلام عرض کر رہا ہے یہ نہ کہو امیر المومنین سلام عرض کر رہا ہے کیونکہ اب میں امیر المومنین نہیں رہا اور عرض کرو عمر آپ سے اجازت چاہتا ہے کہ ان کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ دفن کیا جائے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ان کی خدمت میں جا کر یہ ساری باتیں عرض کیں۔ حضرت ام المومنینؓ نے فرمایا: یہ جگہ تو میں نے اپنے لئے رکھی تھی مگر میں آج عمرؓ کو ترجیح دوں گی۔ عبداللہ بن عمرؓ واپس آئے تو لوگوں نے کہا: عبداللہ آچکے ہیں فرمایا: مجھے اٹھا کر بٹھا دو، اٹھا کر بٹھا دیے گئے۔ تو پوچھا: عبداللہ! کیا خبر لائے ہو، عرض کیا: وہی جو آپ چاہتے ہیں۔

حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اجازت دی ہے فرمایا: الحمد للہ۔ یہی میری دلی تمنا تھی۔ پھر فرمایا: مرنے کے بعد ایک مرتبہ پھر اجازت طلب کرو۔ کیونکہ ہو سکتا ہے میری زندگی میں ایسا کہہ دیا۔ لہذا اگر وہاں دفن کرنے کی اجازت نہ ہو تو عام مسلمانوں کے ساتھ دفن کرو۔ اس کے بعد ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں ان کے ساتھ کچھ اور عورتیں بھی تھیں۔ انہیں دیکھ کر ہم لوگ وہاں سے اٹھے وہ اندر داخل ہو گئیں آپ کے پاس تھوڑی دیر بیٹھی رہیں اور روتی رہیں۔ پھر وہ چلی گئیں۔ تو مرد حضرات دوبارہ اندر گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ اندر گیا۔ لوگوں نے کچھ نصیحت کی درخواست کی اور خلیفہ مقرر کرنے کی استدعا کی۔ فرمایا: سب سے زیادہ حق دار خلافت کے وہ لوگ ہیں جن سے رسول اللہ ﷺ اپنی وفات کے وقت خوش تھے۔ ان میں حضرت علی، حضرت عثمان بن عفان، حضرت زبیر، حضرت سعد اور حضرت عبدالرحمن بن عوف، طلحہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔ پھر فرمایا: عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا خلافت کے معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہو گا چنانچہ خلافت اگر سعد کو مل گئی تو وہ اس کا اہل ہے اگر اس کو نہ ملی تو جس کو بھی خلافت کی ذمہ داری سونپی جائے وہ ان سے مدد لے سکتا ہے میں نے ان کو کسی کمزوری یا بددیانتی و خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا پھر فرمایا: میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ مہاجرین اولین کا بطور خاص خیال رکھے ان کے حقوق کو پہچانے ان کی عزت و احترام پر آنچ نہ آنے دے اور انصار کے ساتھ حسن سلوک اور بھلائی کی وصیت کرتا ہوں جنہوں نے اسلام اور ایمان کو جگہ مہیا کی۔ ان کی بھلائیوں کو قبول اور برائیوں سے درگزر کرے، باقی تمام شہریوں کے ساتھ خیر و بھلائی کرنے کی بھی وصیت کرتا ہوں کہ وہ اسلام کے مددگار و معاون، مالی سہولیات فراہم کرنے والے اور دشمن کو مغلوب کرنے والے ہیں۔ ان پر بے جا مالی بوجھ نہ ڈالا جائے۔ ان کی خوشی کے بغیر ان سے کچھ وصول نہ کیا جائے اور اہل دیہات سے بھی حسن سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ عرب کی اصل اور اسلام کے پھیلنے کے ذرائع ہیں۔ امیروں سے زکوٰۃ وصول کر کے غرباء پر تقسیم کریں میں اس کو اللہ تعالیٰ کے حقوق اور اس کے رسول ﷺ کے حقوق کی ادائیگی کی وصیت کرتا ہوں لوگوں کی وسعت و طاقت سے زیادہ ان سے کام نہ لیں۔ اور یہ بھی فرمایا: دفن کرنے سے پہلے ایک مرتبہ پھر ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا

سے اجازت طلب کرو، چنانچہ انتقال کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں جا کر دوبارہ اجازت طلب کی انہوں نے اجازت دی تو ان کو حضور ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ کو اٹھا کر گھر لے جانے والوں میں، میں بھی تھا، گھر جا کر تھوڑے افاقتے کے بعد فرمایا: اے عباس کے بیٹے! جا کر دیکھو کس نے مجھ پر حملہ کیا اور میرے ساتھ اور کتنے لوگ زخمی ہوئے میں نے جا کر معلومات کیں جب واپس آیا تو دیکھا کہ گھر لوگوں سے کچھ کھچ بھرا ہے لوگوں کی گردنوں کو پھلانگ کر آگے بڑھنے کو مناسب نہ سمجھ کر وہیں پیچھے ہی بیٹھ گیا کیونکہ میں نو عمر تھا۔ حضرت عمرؓ سر ڈھانپے ہوئے لیٹے ہوئے تھے۔ اتنے میں حضرت کعبؓ تشریف لائے اور فرمانے لگے: اللہ کی قسم! امیر المومنین اگر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو اس امت کے مفاد میں شفاء عطا فرمائیں گے اور فلاں فلاں کام کریں گے اور منافقین کی سرکوبی کریں گے میں نے کعب سے کہا: ہیں یہ بات امیر المومنین کو بتا دوں؟ فرمایا: میں نے انہیں بتانے کے لئے ہی عرض کیا ہے، چنانچہ مجھے حوصلہ ہوا، اٹھا اور لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر حضرت عمرؓ کے سر ہانے پہنچ گیا، اور عرض کیا آپ نے مجھے معلومات کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ میں نے کہا کہ مغیرہ بن شعبہ کے فلاں غلام نے آپ پر قاتلانہ حملہ کیا اور آپ کے ساتھ تیرہ افراد اور بھی اس کے حملہ کی زد میں آ گئے۔ پھر میں نے کہا: کعب قسم کھا کر کہتا ہے کہ اگر امیر المومنین دعا فرمائیں گے تو اللہ تعالیٰ امت کے فائدے کے لئے ان کو بچائے گا۔ فرمایا: کعب کو بلا لاؤ۔ وہ تشریف لائے فرمایا: تم کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا: میں یہ یہ کہہ رہا ہوں، فرمایا: نہیں اللہ کی قسم! میں دعا نہیں کروں گا۔ اگر عمرؓ کی بخشش نہیں ہوئی تو عمرؓ نامراد ہوگا۔

عمر و بن میمون کہتے ہیں: حضرت کعبؓ نے عرض کیا: میں عرض کر رہا ہوں آپ شہید ہیں۔

مسور بن مخرمہ کہتے ہیں: جب حضرت عمرؓ بہت زیادہ درد محسوس کرنے لگے، تو تسلی کے لئے حضرت ابن عباسؓ ان سے فرمانے لگے، یا امیر المومنین! کیا یہ

ساری باتیں نہیں ہیں کہ آپ حضور ﷺ کی صحابیت کا نہ صرف عظیم شرف حاصل کر چکے ہیں بلکہ آپ نے اس کا حق بھی خوب ادا فرمایا ہے اور حضور ﷺ وفات کے وقت آپ سے خوش تھے، پھر آپ نے حضور ﷺ کے صحابہ کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ فرمایا تمام صحابہ کرام آپ سے خوش ہیں، تو فرمایا: جہاں تک رسول اللہ ﷺ کی صحبت کے شرف کا ذکر کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر بڑا احسان و کرم ہے، اور باقی میری یہ کیفیت جو آپ دیکھ رہے ہیں تیرے اور تیرے ساتھیوں کے لئے ہے، اگر میرے پاس زمین بھر سونا ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دیکھنے سے قبل ان کو فدیہ کرتا۔ بخاری کی ایک اور روایت میں ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے امیر المؤمنین! آپ کو بشارت ہے آپ رسول اللہ ﷺ پر اس وقت ایمان لائے جب دوسرے لوگ کفر پر تھے آپ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر اللہ کے راستے میں جہاد کیا جب کہ دوسرے لوگ آپ ﷺ کے ساتھ لڑ رہے تھے، اور حضور ﷺ وفات کے وقت آپ سے خوش تھے، اور آپ کی خلافت کے بارے میں کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن عباس! اپنے الفاظ دہرا دیجئے، میری کیفیت یہ ہے کہ اگر میرے پاس سونے چاندی کا ڈھیر ہوتا تو عذاب دیکھنے سے پہلے انس کو فدیہ کرتا۔ (ابن حبان، مناقب عمر: ۲۱۹۱)

قیس بن ابی حازم نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا گیا تو حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ کا سر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی گود میں تھا آپ نے نبیذ طلب کیا اور نوش فرمایا وہ زخم کے مقام سے خارج ہو گیا پاس بیٹھنے والوں نے کہا یہ خون ہے بعض نے کہا نہیں نبیذ ہے تو مشورہ ہوا کہ دودھ پلایا جائے تاکہ معلوم ہو، تو بالکل صاف دودھ زخم کے مقام سے خارج ہو گیا۔ وہ خود سمجھ گئے وہ جانبر نہ ہو سکیں گے۔ ابن عمر سے فرمایا: میرا سر نیچے رکھ دو انہوں نے تعمیل کی تو فرمایا: اگر میرے پاس مشرق تا مغرب مال ہوتا تو عذاب کے ڈر سے اس کو فدیہ کرتا۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے امیر المؤمنین! اللہ کی قسم آپ کا اسلام لانا اسلام کے لئے باعث عزت اور آپ کی امارت باعث فتح تھی۔ آپ نے زمین کو عدل و انصاف سے مالا مال

کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ابن عباس! تم اس کی گواہی دو گے؟ تو وہ خاموش سے ہو گئے تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہہ دو گواہی دوں گا میں بھی تیرے ساتھ ہوں۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اس واقعہ کا نقشہ اس طرح کھینچتے ہیں کہ جس رات حضرت عمرؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا اس رات میری عقل پر غموں کا انبار سوار ہوا۔ فرماتے ہیں اس دن فجر کی نماز حضرت عمرؓ کے علاوہ کسی اور نے پڑھائی بعد میں معلوم ہوا وہ عبدالرحمن بن عوفؓ تھے۔ جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو پتہ چلا حضرت عمرؓ زخمی ہو چکے ہیں۔ اور خون سے لت پت ہیں بس اس کے بعد فجر کی نماز نہ پڑھا سکے۔ فرمایا: جس نے نماز چھوڑی اس کا دین میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ اس کے بعد نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ تو حالت نے اجازت نہ دی زخموں سے خون جاری تھا۔ فرمایا: عمامہ پکڑ دو۔ چنانچہ زخم کی جگہ پر عمامہ رکھا گیا۔ اسی حالت میں نماز فجر ادا کی۔ سلام پھیرنے کے بعد فرمایا: یہ حملہ تمہارے سامنے ہوا؟ تو حضرت علی بن ابی طالبؓ نے فرمایا: نہیں ابھی تک معلوم بھی نہیں ہوا ہے کہ حملہ آؤر کون ہے ہماری جانیں آپ پر قربان ہوں ہمارے خون آپ پر فدا ہوں۔ حضرت ابن عباسؓ کی طرف التفات کر کے فرمایا: جاؤ معلوم کر آؤ حملہ کس نے کیا؟ اور دوسرے لوگوں کا کیا حال ہے؟ اور مجھے سچ بتاؤ۔ عبداللہ بن عباسؓ نے واپس آ کر عرض کیا۔ امیر المومنین بشارت ہو کسی مسلمان نے آپ پر حملہ نہیں کیا۔ بلکہ تمام مسلمان آپ پر جان نچھاور کرنے کے لئے تیار ہیں۔ سب کی آنکھیں غم سے اشک بار ہیں آپ پر حملہ ایک مجوسی شخص (جو مغیرہ بن شعبہ کا غلام ہے) نے کیا۔ آپ کے علاوہ بارہ اور افراد پر بھی اس نے خنجر چلایا ہے۔ جو زخمی حالت میں ہیں۔ اے امیر المومنین آپ کو جنت مبارک ہو فرمایا: اے ابن عباس! ان الفاظ سے کوئی اور مجھے دھوکہ دینا۔ ابن عباس نے فرمایا امیر المومنین! میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں اور کیوں نہ کہوں کہ آپ کا اسلام لانا اسلام کے لئے عزت، آپ کا ہجرت کرنا اسلام کے لئے فتح مبین، آپ کی حکمرانی عدل و انصاف سے بھرپور، آپ کی موت مظلومانہ ہے۔ ابن عباسؓ کی گفتگو سن کر فرمایا: کیا تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کی گواہی دو گے؟ وہ ابھی خاموش ہی تھے تو حضرت علیؓ پاس تھے فرمایا: جی ہاں امیر المومنین! ہم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں اس کی گواہی دیں گے، پھر ابن عمرؓ سے کہا میرا سر زمین پر رکھ

انہوں نے یہ خیال کیا کہ شاید غشی کی حالت میں یہ فرما رہے ہیں خاموش رہے۔ پھر فرمایا: میرا رخسار زمین پر رکھو اس وقت بھی دھیان نہ دیا تو تیسری بار ڈانٹتے ہوئے فرمایا میرا رخسار زمین پر رکھ دو، پھر ان کو رخسار کے بل زمین پر لٹا دیا۔ ابن عمرؓ کا بیان ہے اس وقت میں نے دیکھا آپ کی داڑھی کے بال مٹی پر لگے ہوئے ہیں اور آپ رو رہے ہیں۔ اور آپ کی آنکھوں پر مٹی لگ گئی ہے اور زبان سے کچھ کہہ رہے ہیں میں نے سمجھنے کے لئے کان لگا کر سنا تو فرما رہے تھے: ”یا وبل عمر وویل امہ ان لم یتجاوز اللہ عنہ“ اگر اللہ تعالیٰ عمر سے درگزر کا معاملہ نہ فرمادے تو عمر اور اس کی ماں کے لئے ہلاکت ہے۔

اس طرح اس واقعے کو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی تقریباً مذکورہ بیان کی طرح روایت کیا ہے محمد بن سیرین فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ نے اپنے پاس موجود کسی صاحب سے فرمایا ذرا زخم کی نوعیت دیکھو، اس نے ہاتھ ڈال کر عرض کیا آپ کے دل کی رگ کٹ گئی ہے آپ نصیحت و وصیت کیجئے! فرمایا: تم نے سچ کہا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا: ہو سکتا ہے میں بے ہوش ہو جاؤں اور کچھ بول نہ سکوں۔ تو خوب سن لو اور تین باتیں بطور خاص محفوظ کر لو۔ (۱) میں نے کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا ہے۔ (۲) کلامہ کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کر پایا ہوں۔ (۳) میرے تمام غلام آزاد ہیں۔

آپؓ کی وصیت اور نوحہ و گریہ سے ممانعت:

آپؓ کی کچھ وصیتوں کا تذکرہ شہادت کے باب میں ہو چکا ہے اور کچھ کا تذکرہ اس باب کے تحت ہوگا چنانچہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ نے ایک مکتوب میرے حوالہ کر کے فرمایا: جب تمام لوگ ایک شخص کو امیر بنانے پر متفق ہو کر اس کو امیر بنائیں تو ان کو میرا یہ خط دیدینا اور ان کو میری طرف سے سلام پیش کر دینا اس مکتوب میں یہ لکھا ہوا تھا، میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور ان مہاجرین کے ساتھ حسن سلوک و بھلائی کی وصیت کرتا ہوں۔ جس کے متعلق یہ ارشاد باری ہے:

”الَّذِينَ آخَرُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا

مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ هُمُ
الصَّادِقُونَ“ (بخش: ۸)

”جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اللہ کا فضل اور اس کی
رضامندی چاہتے ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی مدد کرتے ہیں
یہی سچے (مسلمان) ہیں“

اور ان مہاجرین کے حقوق کو پہچاننے، ان کی عزت و احترام کی حفاظت کرنے اور انصار
کے ساتھ حسن سلوک اور بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں (جن کے متعلق ارشاد ہے)

”وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْأَيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ
هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا
وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ
يُوَفِّقْ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ“ (بخش: ۹)

ترجمہ: ”اور وہ (مال) ان کے لئے بھی ہے کہ جنہوں نے ان سے
پہلے (مدینہ میں) گھر اور امان حاصل کر رکھا ہے جو ان کے پاس وطن
چھوڑ کر آتا ہے اس سے محبت کرتے ہیں اور اپنے سینوں میں اس کی
نسبت کوئی خلش نہیں پاتے جو مہاجرین کو دیا جائے اور وہ اپنی
جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہو اور جو اپنے نفس کے
لاالچ سے بچایا جائے پس وہی لوگ کامیاب ہیں“

ان کے اچھے کاموں کو قبول کریں اور غلطیوں سے صرف نظر کریں۔ امور مملکت کے
معاملات میں ان سے مشورے کریں۔ اور اللہ کے حقوق اور اس کے رسولؐ کے حقوق اور
عام لوگوں کے حقوق کی پاسداری کی وصیت کرتا ہوں لوگوں کی طاقت سے بڑھ کر ان پر
بوجھ نہ ڈالیں، ان کے دشمنوں سے لڑیں۔

جویریہ بن قدامہ کہتے ہیں: جس سال حضرت عمرؓ شہید کر دیئے گئے اس سال
میں حج کو گیا تھا۔ اور مدینہ منورہ میں موجود تھا ایک دن دوران خطبہ ارشاد فرمایا: میں نے
خواب میں دیکھا ہے ایک مرغ نے مجھے دو مرتبہ چونچ سے مارا (اور اس کی تعبیر یہ بتائی گئی

ہے کہ ایک عجی آدمی کے ہاتھوں قتل ہونگا) چنانچہ وہ زخمی ہوئے، تو پہلے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے پاس عیادت کے لئے گئے پھر عام اہل مدینہ گئے پھر اہل شام گئے، پھر عراق والوں کو اجازت مل گئی مجھے بھی ان کے ساتھ ان کے پاس جانے کا شرف نصیب ہوا۔ جو لوگ بھی ان کے پاس جاتے ان کی تعریف کرتے اور روتے جب ہم اندر داخل ہوئے تو دیکھا آپ کا پیٹ کالے رنگ کے عمامہ سے بندھا ہوا ہے اور خون جاری ہے ہم نے عرض کیا: کچھ نصیحت کیجئے فرمایا: کتاب اللہ پر مضبوطی سے عمل کرتے رہو جب تک تم اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل کرتے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہیں ہو گے ہم نے کچھ اور وصیت کرنے کی استدعاء کی تو فرمانے لگے: میں مہاجرین کے ساتھ حسن برتاؤ کی وصیت کرتا ہوں لوگ گھٹتے اور بڑھتے رہیں گے اور انصار کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں یہ لوگ اسلام کو تقویت اور جگہ فراہم کرنے والے ہیں، اور دیہات والوں کے ساتھ بھی بھلائی کرنے کو کہتا ہوں کہ یہ تمہاری اصل اور بنیاد ہیں اور تمہارے ملک کے غیر مسلم باشندوں کے حقوق کی پاسداری کی وصیت کرتا ہوں یہی کلمات ارشاد فرما کر ہمیں اٹھنے کا حکم دیا۔

عمر بن مہمون کا کہنا ہے: زخمی ہونے کے بعد فرمایا: علی، عثمان، طلحہ، زبیر، عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کو بلا لاؤ، وہ سب حضرات تشریف لائے۔ ان میں سے صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ اے علی! ہو سکتا ہے یہ لوگ آپ کے حق کا ادراک کریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے رشتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہونے کے شرف کو پیش نظر رکھتے ہوئے۔ آپ کو خلافت کی ذمہ داری سونپیں لہذا اگر آپ نے مسند خلافت کو رونق بخشی تو اس کی انجام دہی میں خوف الہی کو مد نظر رکھنا، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا: اے عثمان! ہو سکتا ہے یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی اور آپ کی بزرگی کو مد نظر رکھ کر مسند خلافت پر آپ کو بٹھائیں، لہذا اگر ایسا ہوا تو اس معاملے میں خوف الہی کو لازم پکڑو۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو بلانے کا حکم دیا۔ وہ تشریف لائے، ان سے فرمایا: نماز تم پڑھاؤ یہ ارشاد تین مرتبہ فرمایا: اور یہ لوگ ایک علیحدہ کمرے میں بیٹھ کر خلافت کا معاملہ طے کریں۔ جب ایک پر اتفاق ہو جائے۔ تو مخالفت کرنے والے کی سرکوبی کی جائے۔ یہ لوگ وہاں سے اٹھ کر آپس میں

گفتگو کرنے لگے کہ اُلع (حضرت علی) کو خلیفہ بناتے تو اچھا ہوتا۔ اور وہ صحیح صحیح پر امور خلافت کو چلاتے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: خلیفہ مقرر کرنے میں کیا رکاوٹ ہے؟ فرمایا: میں حیا اور میتا اس بوجھ کو اٹھانا نہیں چاہتا۔

ابن سعد کہتے ہیں: حضرت عمرؓ نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کے مقرر کردہ عمال کو ایک سال کام کرنے دیا جائے تو حضرت عثمانؓ نے ایک سال تک ان میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ امام شعبیؒ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ نے اپنے وصیت نامے میں لکھا تھا میرے مقرر کردہ عمال کو ایک سال تک معزول نہ کیا جائے۔

چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے علاوہ باقیوں کو چار سال تک برقرار رکھا گیا۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ نے مجھے وصیت فرمائی کہ جب مجھے لحد میں اتار دو تو میرے رخسار کو زمین پر رکھو رخسار اور زمین کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو۔ مقداد بن معدیکب کہتے ہیں وفات کے وقت حضرت حفصہؓ تشریف لائیں فرمانے لگیں، اے رسول اللہ ﷺ کے صحابی اور رسول اللہ ﷺ کے ہم سراور امیر المومنین! تو حضرت عمرؓ نے عبداللہ بن عمرؓ سے فرمایا: اے عبداللہ! مجھے اٹھا کر بٹھا دو میری ان الفاظ کو سننے کی سکت نہیں۔ حضرت عبداللہؓ نے اپنے سینے کے سہارے آپ کو بٹھا دیا تو حضرت حفصہؓ سے فرمایا: میرا جو حق تیرے اوپر ہے اس کا خیال کر کے یہاں سے اٹھنے کے بعد گریہ نہ کرنا، جہاں تک آنکھوں سے آنسو بہنے کا تعلق ہے اس کو روکا نہیں جاسکتا۔ کیونکہ جس مردے پر نوحہ کیا جاتا ہے اس کو عذاب دیا جاتا ہے۔

ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ان پر رونے سے منع فرمایا۔ ابن سیرین سے روایت ہے: حضرت صہیبؓ نے کہا وا عمر اہ، واخا، اے عمر! میرے بھائی! آپ کے بعد کون ہمارا خیال کرے گا؟ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: ٹھہر و میرے بھائی! تم نہیں جانتے جس پر گریہ کیا جائے اس کو عذاب دیا جاتا ہے۔

وفات کے وقت اظہارِ در ماندگی:

ابن عمرؓ کی روایت ہے فرماتے ہیں: وفات کے وقت حضرت عمرؓ کا سر میری گود میں تھا مجھ سے فرمایا: میرا سر زمین پر رکھ جا میں نے ان کا سر زمین پر رکھا تو فرمایا:

میرے لئے اور میری ماں کے لئے ہلاکت ہے اگر میرے رب نے مجھے معاف نہ کیا۔
حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں: میں سب سے آخر میں حضرت عمرؓ کے پاس گیا۔ ان کا سران کے بیٹے عبداللہ کی گود میں تھا۔ فرمانے لگے میرے رخسار کو زمین پر رکھ دو، میری ران اور سر دونوں ایک جیسے ہیں تین مرتبہ اصرار پر عبداللہ نے ان کو رخسار کے بل لٹا دیا۔ تو یہ فرماتے فرماتے جان دیدی ’’ویلی وویل امی ان لہم یغفرلی‘‘

تاریخ شہادت اور مدت عمرؓ:

حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ بدھ کے دن زخمی ہوئے جمعرات کے دن وفات پا گئے۔

ابن سعد کہتے ہیں: حضرت عمرؓ ۳۱ھ ذوالحجہ (کے ختم ہونے میں چار دن باقی تھے) بروز بدھ زخمی ہوئے ۳۲ھ یکم محرم بروز بدھ مدفون ہوئے، آپ کی خلافت کی مدت دس سال چھ مہینے چار دن تھی، آپ کی کل عمر کے متعلق آٹھ اقوال ہیں۔

پہلا قول: تریسٹھ سال، یہ شععی کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں۔ حضرت عمرؓ تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ دوسرا قول: ابن عباسؓ کا ہے وہ چھیاسٹھ سال۔ تیسرا قول: بیسٹھ سال کا ہے۔ یہ ابن عمرؓ اور الزہری کی روایت ہے۔

چوتھا قول: پچپن سال، یہ زید بن اسلم بن عمر کا قول ہے۔ پانچواں قول: چھپن سال کا ہے۔ چھٹا قول: ستاون سال۔ ساتواں قول: انسٹھ سال۔ مذکورہ تینوں اقوال نافع سے مروی ہیں۔ آٹھواں قول: ابن قتادہ کا ہے۔ اس کے مطابق اکٹھ سال ہے۔

غسل، نماز جنازہ اور تدفین:

حضرت نافعؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں، حضرت عمرؓ کو غسل دیا گیا۔ اور کفن دیا گیا اور نماز پڑھی گئی، ابن عمرؓ فرماتے ہیں مسجد نبوی میں جنازہ پڑھا گیا۔

ابن سعد کہتے ہیں: حضرت علی بن حسینؓ نے حضرت سعید بن المسیب سے پوچھا: حضرت عمرؓ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟ فرمایا: صہیبؓ نے،

پوچھا کتنی تکبیریں کہیں؟ فرمایا: چار پوچھا: نماز جنازہ کہاں پڑھائی گئی؟ فرمایا: حضور ﷺ کے منبر اور قبر شریف کے درمیان جگہ میں۔

ابن مسیب کہتے ہیں: مسلمانوں نے دیکھا اور غور کیا کہ نماز جنازہ کون پڑھائے گا پھر غور کیا حضرت صہیبؓ کو فرض نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا وہ فرض نماز پڑھاتے رہے تھے کہنے لگے، ان کی نماز جنازہ بھی وہی پڑھائیں، چنانچہ صہیبؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں: قبر میں اتارنے کے لئے عثمان، سعید بن زید بن عمرو، صہیب اور عبداللہؓ قبر میں اترے۔

ہشام بن عروہ کہتے ہیں: ولید بن عبد الملک کے زمانے میں حضور ﷺ کی قبر مبارک کے اوپر کی دیوار گر گئی، جب اس کو درست کرنے کے لئے کھدائی کی گئی تو ایک پیر باہر ظاہر ہوا لوگ گھبرا گئے کہ یہ حضور ﷺ کا قدم مبارک نہ ہو، کوئی بھی پہچاننے والا نہیں تھا۔ عروہ نے کہا: اللہ کی قسم: یہ حضور ﷺ کا قدم نہیں ہے۔ بلکہ حضرت عمرؓ کا قدم ہے۔

(بخاری: الجنازہ: ۵۰۰/۳)

حضرت عمرؓ کی موت پر اہل اسلام کی گریہ و زاری:

ابی بن کعب سے روایت ہے فرماتے ہیں: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جبریل نے مجھ سے کہا: عمرؓ کی موت پر فرشتے لبیک کہیں گے۔

وفات کے وقت لوگوں کی پریشانی کا عالم:

سابق میں حضرت صہیب کا قول ہم نقل کر چکے وہ فرماتے ہیں عمرؓ کی شہادت کے موقع پر ایسا لگ رہا تھا گواں جیسی مصیبت اس سے قبل کبھی پیش نہیں آئی۔

احف بن قیس کہتے ہیں: انہوں نے حضرت عمرؓ کو فرماتے ہوئے سنا قریش لوگوں کے سردار و سرکردہ ہیں نہیں داخل ہو گا ان میں کوئی ایک کسی دروازے سے مگر ہر ایک کے ساتھ ایک جماعت ہوگی۔ جب حضرت عمرؓ کو زخمی کر دیا گیا تو انہوں نے حضرت صہیبؓ کو حکم دیا کہ تین دن تک نمازیں پڑھائیں اور لوگوں کو کھانا

کھلائیں تاکہ لوگ کسی ایک کی خلافت پر متفق ہو جائیں۔ جب دسترخوان لگ گئے لوگوں کو کھانے کے لئے بلایا گیا تو لوگ کھانے کے ہوش میں نہ تھے، کھانے سے رک گئے۔ تو حضرت عباسؓ نے فرمایا: لوگو! حضور ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے، ان کے بعد ہم نے کھانا پینا نہیں چھوڑا ابوبکر صدیقؓ کا انتقال ہوا تب بھی ہم کھاتے پیتے رہے لوگوں کا کھانا بند نہیں ہوگا۔

یہ کہہ کر کھانے کے لئے آگے بڑھے تو دوسرے لوگوں نے بھی کھانا شروع کر دیا۔

حضرت جریرؓ فرماتے ہیں۔ جب حضرت عمرؓ کی موت کا اعلان ہوا تو لوگ کہنے لگے قیامت قائم ہوگئی۔

جنات کا نوحہ کناں ہونا:

ثمامہ بن عبد اللہ بن اس کے کہتے ہیں: حضرت عمرؓ آخری حج کے دوران مدینہ و مکہ کے درمیان چل رہے تھے کہ اچانک ایک غیبی آواز آئی جن میں مندرجہ ذیل اشعار پڑھنے کی آواز آرہی تھی، بسیار تلاش کے بعد بھی اشعار پڑھنے والے کا پتہ نہیں چلا تو ام المومنین حضرت عائشہؓ نے فرمایا: جنات عمرؓ پر نوحہ کناں ہیں۔

جز الله خيرا من امير و باركت يد الله في ذاك الاب الممزق

وليت امورا ثم غادرت مامثلها بوائق في اكما مهالم تفق

فمن يسع او يركب جناحي نعامة ليلرك ما قدمت بالامس يسبق

وما كنت اختى ان تكون وفاته لكفى سبنتى ازرق العين مطرق

فيا لقتيل بالمدينه ظلمت له الارض و اهتز لعضاه بأسوق

فلقاك ربى فى الجنان تحية ومن كسوة الفردوس لا تتحرق

ترجمہ: ”بہت سے امور آپ کے سپرد کئے گئے پھر آپ ایسی مثال چھوڑ گئے جیسا کہ شگوفوں میں بند خوشبو۔ جو شخص آپ کے کل کے کئے ہوئے کام تک پہنچنے کی کوشش کرے اس کو ہن کو موت کے وقت سخت اور پہلی آنکھوں والے فرشتوں کے ہاتھوں ان کی موت سے مامون ہوں۔ ہائے وہ شہید جو مدینہ میں مقتول ہوئے۔ جسکے جانے کی وجہ سے زمین پر اندھیرا چھا گیا اور درختوں کے تنے ہلنے لگے پس اللہ تعالیٰ جنت میں تجھ سے ملاقات کرے

اور جنت الفردوس کے عظیم لباس تجھے پہنادے“

معروف بن ابی معروف کہتے ہیں: حضرت عمرؓ کی وفات کے وقت یہ آواز آئی:
 لیلک علی الاسلام من کان باکیا فقد اوشکو ہلکا وما بعد العہد
 وادبرت الدنیا و ادبر خیرھا وقد ملھا من کان یومئہ الوعد
 تدفین کے بعد بھی حضرت عائشہؓ کا تعظیم کرنے کا ذکر:

حضرت عروہؓ سے روایت ہے کہتے ہیں حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں: جب میں اپنے اس گھر میں داخل ہوتی جس میں حضور ﷺ اور میرے والد مدفون ہیں تو دوپٹہ وغیرہ یہ کہہ کر اتارتی کہ اس میں میرے والد اور میرا شوہر مدفون ہیں۔ جب حضرت عمرؓ وہاں مدفون ہوئے تو جب بھی میں اس میں داخل ہوتی تو حضرت عمرؓ سے حیا کرتی ہوئی اپنے کپڑے سمیٹ کر دوپٹے کو باندھ کر داخل ہوتی۔ حضرت عروہؓ روایت کرتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا جب تک حضرت عمرؓ وہاں مدفون نہیں ہوئے تھے اس وقت تک تو میں اندر داخل ہو کر دوپٹہ وغیرہ اتار دیتی عمرؓ کے مدفون ہونے کے بعد مکمل پردے کے ساتھ اندر جاتی پھر اپنے گھر اور قبور کے درمیان دیوار حائل کر دی۔
 (ابن سعد ۳/۳۶۴)

آپؐ کے خوابوں کا تذکرہ:

ابن عمرؓ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں نے رسول ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ میں نے دیکھا آپؐ میری طرف التفات نہیں فرما رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! مجھے کیا ہوا ہے؟ فرمایا: کیا تم روزے کی حالت میں تقبیل کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا: میں آئندہ بحالت روزہ ہر گز ایسا نہیں کروں گا۔

محمد بن سعد کہتے ہیں: حضرت عمرؓ نے ایک دن فرمایا: میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ ایک سرخ رنگ کے مرغ نے مجھے دو مرتبہ چونچ ماری، میں نے یہ خواب اسماء بنت عمیسؓ کے سامنے بیان کیا انہوں نے تعبیر دی کہ ایک عجمی (غیر عربی) شخص آپ کو قتل کرے گا۔

آپؓ کے بارے میں دیکھے گئے خواب:

عوف ابن مالک انجیؓ کہتے ہیں: حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے زمانے میں میں نے ایک خواب دیکھا گویا آسمان سے ایک رسی لٹکائی گئی ہے لوگ اس کو پکڑنے کے لئے آگے بڑھ رہے ہیں اور عمرؓ تین گرہ سب سے آگے ہاتھ بڑھائے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا: یہ ایسا کیوں ہے؟ کہنے لگے: کیوں کہ وہ زمین میں اللہ تعالیٰ کے خلفاء میں سے ایک خلیفہ ہیں اور دین کے معاملے میں کسی کی ملامت کو خاطر میں نہیں لاتے اور وہ شہید کی موت مریں گے۔ جب صبح ہوئی تو میں نے ابوبکرؓ کے پاس جا کر خواب بیان کیا فرمایا: بیٹے جاؤ ابوحفص (عمر) کو بلا لاؤ، جب حضرت عمرؓ تشریف لائے، تو حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا: عوف اپنا خواب سناؤ خواب بیان کر کے جب میں خلیفہ کے لفظ پر پہنچا تو عمرؓ نے فرمایا کیا یہ سب کچھ خواب دیکھنے والے نے دیکھا حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ سارا خواب سنا دو تو میں نے سارا خواب آخر تک سنا دیا۔ جب حضرت عمرؓ مسند خلافت پر رونق افروز ہوئے۔ اس وقت میں جابہ کے مقام پر تھا؟ مجھے بلایا۔ میں جب آیا تو وہ خطاب فرما رہے تھے مجھے اپنے پاس بٹھایا بیان سے فارغ ہو کر مجھ سے فرمایا: اپنا خواب سناؤ میں نے عرض کیا آپ نے تو اس پر مجھے ڈانٹے نہیں تھے؟ فرمایا: ارے کوئی بات نہیں سناؤ جب خواب سنا دیا تو فرمایا: جہاں تک خلافت کی تعبیر ہے وہ پوری ہو گئی ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں اور یہ بھی درست ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی کی ملامت کو خاطر میں نہیں لاتا باقی رہا قتل کیا جانا اور شہید ہونا وہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ میں یہاں جزیرہ عرب میں ہوں؟ مگر اس کے باوجود میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک مرغامیری سرین پر چوڑھا رہا ہے میں اس کو روک نہیں سکتا۔

اعمشؓ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے معاذ بن جبل کو یمن کا گورنر مقرر فرمایا تھا۔ جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنے انہوں نے بھی ان کو اس عہدے پر برقرار رکھا۔ ایک سال حضرت عمرؓ حج کو گئے ہوئے تھے۔ مکہ میں معاذ بن جبلؓ سے ملاقات ہوئی۔ دیکھا ان کے ساتھ بہت سارے غلام اور خدام ہیں۔ فرمایا اے ابوعبدالرحمنؓ یہ غلام کن کے ہیں؟ حضرت معاذؓ فرمایا میرے ہیں۔ فرمایا: کس طرح اور کہاں سے آئے؟ معاذ نے کہا: یہ

مجھے بطور ہدیہ ملے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا: میری بات مانو ان سب کو خلیفہ (ابوبکر) کے پاس بھیج دو اگر انہوں نے تمہیں واپس کر دیے تو یہ تمہارے لئے حلال ہیں۔ حضرت معاذؓ نے کہا: اس معاملے میں میں تیری بات نہیں مانوں گا۔ لوگ مجھے ہدیہ دیں اور میں ابوبکرؓ کو دے دوں؟ رات گزار کر صبح حضرت عمرؓ کے پاس آ کر کہنے لگے: اے ابن الخطاب! تیری بات مانے بغیر کام نہیں چلتا۔ کیونکہ میں نے رات خواب میں دیکھا گویا مجھے جہنم کی طرف کھینچا یا نا کا جا رہا ہے اور آپ میرا ازار بند پیچھے سے پکڑ کر بچا رہے ہیں۔ ان کو لیکر میں ابوبکرؓ کے پاس جا رہا ہوں۔ فرمایا آپ ان کے حقدار ہیں۔ جب ابوبکرؓ کے پاس جا کر پیش کیا۔ انہوں نے کہا یہ سب تیرے ہیں میں نے یہ تجھے دیدیے میں ان کو اپنے گھر لے آیا۔ جب نماز پڑھنے لگے تو یہ غلام بھی سارے میرے پیچھے صف بندی کر کے نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ نماز سے فارغ ہو کر ان سے فرمایا: کس کے لئے نماز پڑھ رہے ہو؟ کہنے لگے: اللہ کے لئے فرمایا: چلو تم آزاد ہو اس کے لئے جس کی عبادت کرتے ہو۔

حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ کہتے ہیں: میں عمرؓ کا پڑوسی رہا ہوں ان سے بہتر کسی کو نہیں پایا۔ ان کی راتیں نمازوں اور دن روزوں اور لوگوں کی ضروریات و حوائج کی تکمیل میں گذرتے جب ان کا انتقال ہوا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میں عمرؓ کو خواب میں دیکھ لوں۔ چنانچہ میری دعا قبول ہوئی خواب میں ان کی زیارت ہوئی میں نے دیکھا مدینہ کے بازار کی طرف سے سر پر چادر رکھے ہوئے آرہے ہیں میں نے سلام کیا، انہوں نے بھی سلام کیا میں نے کہا: کس طرح ہو؟ فرمایا: اچھا ہوں، میں نے کہا: کیسا پایا؟ فرمایا: ابھی ابھی احتساب سے فارغ ہو گیا ہوں میرا تخت قریب تھا کہ مجھے لیکر گر جاتا اگر رؤف و رحیم ذات کی مدد شامل حال نہ ہوتی۔

عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں۔ حضرت عباسؓ حضرت عمرؓ کے دوست تھے، جب عمرؓ شہید ہوئے عباسؓ نے خواب میں انہیں دیکھنے کی دعا کی۔ ایک سال بعد خواب میں زیارت ہوئی۔ دیکھا اپنی پیشانی سے پسینہ صاف کرتے ہوئے آرہے ہیں۔ ان سے پوچھا کیا ہوا؟ فرمایا: ابھی فارغ ہو کر آ رہا ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ رؤف و رحیم کی مدد نہ ہوتی تو میں گرے گا۔

عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: میری بڑی خواہش تھی کہ میں خواب میں

حضرت عمرؓ کی زیارت کروں چنانچہ ایک دن میں نے خواب میں دیکھا ایک بہت بڑا محل ہے میں نے پوچھا: یہ کس کا محل ہے؟ مجھے بتایا گیا۔ یہ عمر بن الخطابؓ کا ہے۔ اتنے میں عمرؓ اس سے باہر آ گئے گویا تازہ غسل کر کے سر کو ڈھانپا ہوا ہے، میں نے عرض کیا۔ آپ کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا گیا؟ فرمایا: اچھا برتاؤ ہوا اگر رب غفور کی مدد نہ ہوتی تو میرا تخت گرنے والا تھا مجھ سے پوچھا: کہ تمہیں لوگوں سے جدا ہوئے کتنی مدت ہوئی ہے میں نے عرض کیا بارہ سال ہو گئے ہیں فرمایا: میں ابھی حساب سے فارغ ہوا ہوں۔

آپؓ کی اولاد اور ازواج کا تذکرہ:

محمد بن سعد نے کہا ہے: آپؓ کی اولاد میں۔ (۱) عبداللہ (۲) عبدالرحمن۔ (۳) حفصہ جو زینب بنت مطعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمع کے لطن سے تھے۔ (۴) زید الاکبر (یہ لا ولد تھے) (۵) رقیہ ان کی والدہ ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب جو حضرت فاطمہؓ کی بیٹی تھی۔ (۶) زید الاصغر۔ (۷) عبید اللہ جو صفین میں مقتول ہوئے ان کی والدہ کا نام ام کلثوم بنت جروں بن مالک بن المسیب بن ربیعہ بن حرام۔ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے بنت جروں سے جدائی ہوئی۔ (۸) عاصم جو جمیلہ بنت ثابت بنت ابی الافتح کے لطن سے تھے۔ (۹) عبدالرحمن الاوسط جو ابوالجحر بھی کہلاتے ہیں ان کی والدہ کا نام لہیہ تھا جو حضرت عمرؓ کی ام ولد تھی۔ (۱۰) عبدالرحمن الاصغر ان کی والدہ بھی ام ولد تھیں۔ (۱۱) فاطمہ ان کی والدہ کا نام ام حکیم بنت الحارث بن هشام تھا۔ (۱۲) زینب۔ یہ حضرت عمرؓ کی اولاد میں سب سے چھوٹی ان کی والدہ ام ولد تھی ان کا نام فکھہ تھا۔ (۱۳) عیاض بن عمران کی والدہ عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل ہیں۔ ان کے بیٹے عبدالرحمن الاوسط کی کنیت ابوحمزہ تھی۔ (طبقات ابن سعد: ۲۶۵/۳)

زبیر بن بکار کہتے ہیں: حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کے پاس ام کلثوم کا خطبہ بھیجا تو حضرت علیؓ نے فرمایا: وہ چھوٹی ہے فرمایا: اے ابوالحسن اس کا نکاح میرے ساتھ کرادو۔ اس کی شرافت و کرامت کا مجھ سے بڑھ کر کوئی خیال نہیں کر سکتا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اس کو تیرے پاس بھیج دوں گا اگر پسند ہو تو تیرے ساتھ اس کا نکاح کرادوں گا چنانچہ ایک چادر اسے دیکر حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا فرمایا: ان سے

کہدو یہ چادر ہے جس کا تذکرہ میں نے کیا تھا۔ وہ چادر لیکر حضرت عمرؓ کے پاس آئی اور کہدو یا یہ چادر ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ان سے کہدو میں راضی ہوں۔ اللہ ان سے راضی ہو جائے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ حضرات مہاجرین کے مجمع میں آگئے۔ فرمانے لگے۔ مجھے مبارکباد دو مجھے مبارکباد پیش کرو۔ انہوں نے کہا: یا امیر المؤمنین! کس خوشی میں؟ فرمایا: میں نے ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب کے ساتھ نکاح کیا ہے۔ یہ میں نے اس لئے کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا تھا:

”کل نسب و سبب و صہر منقطع يوم القيامة الانسبی

و سببی و صہری“

قیامت کے دن تمام رشتے ٹوٹ جائیں گے سوائے میرے رشتے اور تعلق کے، میرا حضور ﷺ کے ساتھ نسب بھی سبب بھی اور سسرالی رشتہ بھی سبب جمع ہو گئے۔ سب حضرات نے مبارکبادی۔ حضرت ام کلثوم کے لطن سے حضرت زید اور رقیہ پیدا ہوئے۔

(طبقات ابن سعد: ۸/۲۶۳)

عطاء خراسانی نے کہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے ان کا مہر چالیس ہزار مقرر فرمایا بشر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہتے ہیں حضرت عمرؓ کی ایک بیوی کا نام عاصیہ تھا۔ حضور ﷺ نے نام بدل کر جلیلہ رکھا تھا۔ اور ویسے بھی وہ خوبصورت تھیں حضرت عمرؓ کو ان سے بڑی محبت تھی، حضرت عمرؓ جب نماز کے لئے چلنے لگتے تو دروازے تک ان کے ساتھ چلتیں اور تقبیل کر کے رخصت کر کے واپس اپنی جگہ پر چلی جاتیں حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ کا معمول تھا آپ لوگوں کو جس چیز سے منع فرماتے تو اپنے اہل و عیال کو بھی جمع کر کے ان سے فرماتے۔ میں نے لوگوں کو ان امور سے روکا ہے اور لوگ تمہاری طرف اس طرح دیکھیں گے جیسا کہ پرندہ گوشت کی طرف دیکھتا ہے اگر تم اس کام سے نہیں روکو گے اور اس کو کر گزرو گے وہ بھی اس کو کریں گے اور تم اس سے اجتناب کرو گے وہ بھی اس کی طرف ہاتھ نہیں بڑھائیں گے۔ واللہ آپ میں سے جو شخص بھی اس کام کو کرے جس سے میں نے منع کیا ہے۔ تو اس کو زیادہ سزا دوں گا۔ اب تمہارا اختیار ہے۔

شراب نوشی پر بیٹے کو مارنا:

حضرت عمرو بن العاصؓ ایک دن حضرت عمرؓ کا تذکرہ کر کے آبدیدہ ہو گئے اور فرمانے لگے: حضور ﷺ اور ابو بکرؓ کے بعد اللہ کا خوف سب سے زیادہ رکھنے والا عمرؓ سے بڑھ کر نہیں دیکھا۔ وہ حق کے معاملے میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے چاہے بیٹا ہو یا باپ۔ کہنے لگے ایک مرتبہ میں مصر میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا۔ چاشت کا وقت تھا۔ ایک شخص میرے پاس آیا۔ کہنے لگا، حضرت عمرؓ کے دو بیٹے، عبداللہ اور عبدالرحمن جہاد کے لئے مصر آئے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا: کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں کہنے لگا، مصر کے فلاں مقام پر میرے لئے مسئلہ یہ تھا کہ کچھ دن قبل حضرت عمرؓ کا خط آیا تھا۔ اس میں لکھا تھا۔ میرے خاندان والوں میں سے کوئی تیرے ہاں آ جائے تو ان کے ساتھ عام رعایا سے بڑھ کر کوئی رعایت نہ کرنا عام رعایا کی طرح ان کے ساتھ برتاؤ کرنا اگر اس کے خلاف کرو گے تو اس کا انجام بھی بھگتو گے۔ چنانچہ میں ان کی خدمت کرنا چاہتا تھا مگر اس خط کی وجہ سے ڈر بھی رہا تھا۔ اسی اثناء میں کسی نے دروازے پہ دستک دی۔ اور ایک شخص نے آ کر کہا: عبدالرحمن بن عمرؓ اور ابوسر وعد دروازے پر کھڑے ہیں آپ کے پاس آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں میں نے اندر آنے کی اجازت دی اندر داخل ہوئے مگر اجنبی سے لگ رہے تھے اور کہنے لگے: ہم پر اللہ کی حد نافذ کیجئے، ہم رات شراب پی کر نشہ میں ہو گئے تھے۔ میں نے ان کی طرف کوئی خاص توجہ نہ دی اور ٹال دینے کی کوشش کی، تو عبدالرحمن بن عمرؓ نے کہا: اگر حد نافذ نہیں کرو گے، تو جب میں مدینہ جاؤں گا، تو ابو کو بتا دوں گا۔ فوراً میرے خیال میں آیا۔ اگر اس حد کو نافذ نہ کروں تو امیر المومنین ناراض ہوں گے، اور مجھے معزول کریں گے میں اس گولمکوں کی کیفیت میں تھا۔ کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ تشریف لائے، میں نے اٹھ کر خوش آمدید کہا میں نے ان کو اپنی جگہ پر بٹھانے کی کوشش کی مگر انہوں نے یہ کہہ کر بیٹھنے سے انکار کیا کہ والد محترم نے انتہائی ضرورت کے بغیر آپ کے پاس آنے سے منع فرمایا ہے اب ایک انتہائی کام کے سلسلے میں آیا ہوں، وہ یہ کہ میرا بھائی لوگوں کے سامنے سر منڈوانا نہیں چاہتا، باقی رہی حدود جہاں چاہے لگا دیں (طریقہ یہ تھا حد کے ساتھ سر بھی منڈوا دیا جاتا) چنانچہ میں نے ان کو اپنے گھر کے صحن میں حد لگوائی اور عبداللہ نے ان کو لیکر گھر کے ایک کمرے میں جا کر سر

مونڈ دیا اور ابوسر وع کا بھی، میں نے اس کے متعلق امیر المومنین کو کوئی خط نہیں لکھا تھا۔ مگر تھوڑی مدت کے بعد میرے پاس حضرت عمرؓ کا ایک خط موصول ہوا جس کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے عاصی بن العاص کے نام خط۔ اے ابن العاص! مجھے تیری جرأت اور میری حکم عدولی پر تعجب ہوا ہے میں نے بہت سے بدری صحابیوں پر تجھ کو ترجیح دیکر عہدہ تیرے حوالہ کیا اور تم نے میرے حکم کی پاسداری نہیں کی اور تم نے درست کام نہیں کیا، میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ تجھے تیرے عہدے سے سبکدوش کر دوں کہ تم نے عبدالرحمن بن عمرؓ کو اپنے گھر کے اندر حد لگوائی اور تجھے معلوم تھا یہ میرے حکم کی خلاف ورزی ہے، کیونکہ عبدالرحمن کی حیثیت ایک عام رعایا کی سی ہے مگر آپ نے اس کے ساتھ عام لوگوں سے ہٹ کر خصوصی رعایت کی محض اس لئے کہ یہ امیر المومنین کا بیٹا ہے، باوجود یہ کہ تم یہ جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے واجب شدہ حق میں کسی کی رعایت نہیں کرتا، جب یہ خط پہنچے تو تم اس کو ہار پہنا کر اونٹ پر بٹھا کر ادھر روانہ کرو تا کہ وہ اپنے کیے کی سزا کو پہچان لے۔

میں نے اس کو اس کے والد کے حکم کے مطابق بھیج دیا اور ابن عمرؓ کو اس کے والد کا خط بھی پڑھا دیا۔ اور حضرت عمرؓ کو معذرت کا خط لکھا، اور عرض کیا: میں نے اس کو اپنے گھر کے صحن میں حد لگوائی، اللہ کی قسم! میں ذمیوں کو اور مسلمانوں کو بھی اپنے گھر کے صحن میں حد لگوا کر رہا ہوں اور اس کو میں نے عبداللہ بن عمرؓ کے ہاتھوں بھیج دیا جب وہ اس کو لیکر امیر المومنین کے پاس پہنچے تو اس کو دیکھ کر فرمایا عبدالرحمن! تو نے یہ کیا کر تو ت کیا یہ کہہ کر اس کو کوڑے سے مارنے لگے۔ تو حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے فرمایا: امیر المومنین! اس کو حد لگ چکی ہے، مگر حضرت عمرؓ نے اس کی طرف کوئی التفات نہیں کیا۔ اس کو ڈانٹتے رہے اور عبدالرحمن بن عمرؓ مسلسل چیختے رہے کہ میں بیمار ہوں آپ مجھے ہلاک کر رہے ہیں۔ اس کو مارنے کے بعد قید کر دیا۔ پھر وہ بیمار ہو گئے اور انتقال کر گئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی اسی طرح اس کو بیان کیا ہے اس میں یہ بھی فرمایا کہ حضرت عمرؓ کے کوڑے لگانے کے ایک ماہ بعد انتقال کر گئے۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ حضرت عمرؓ کے کوڑے لگانے پر انتقال کر گئے۔

صاحب کتاب کہتے ہیں۔ میں عرض کرتا ہوں کہ کوئی حضرت عبدالرحمن بن عمرؓ کے متعلق یہ گمان نہ کرے کہ انہوں نے شراب پی لی تھی بلکہ انہوں نے نبیذ پیا تھا۔ یہ خیال کرتے ہوئے کہ شاید نشہ آور نہ ہوگا۔ اسی طرح ابوسرورؓ نے بھی نبیذ ہی نوش کیا تھا۔ اور حضرت ابوسرورؓ اہل بدر میں سے ہیں۔ نبیذ نوش کرنے کے بعد جب نشے کی حد کو پہنچے تو اپنی تطہیر کی طرف توجہ دیکر خود حد لگوانے کی خواہش کی اگرچہ صرف ندامت اور پشیمانی ہی کافی تھی۔ مگر انہوں نے اس پر اکتفاء نہیں کیا۔ حد کے ذریعے سے تطہیر کی خواہش ظاہر کی۔ جہاں تک حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے کو کوڑے لگائے یہ بطور حد کے نہیں تھا۔ کیونکہ حد میں تکرار نہیں ہوتا۔ البتہ صرف تادیب کے لئے تھا ابن عمرؓ کہتے ہیں: حضرت عمرؓ کو اطلاع ہوئی کہ ان کے ایک بیٹے نے اپنے گھر کی دیواروں کو پردے سے ڈھانپ دیا ہے۔ تو فرمانے لگے۔ اگر واقعہ ایسا کیا ہے تو میں اس کے گھر کو جلا ڈالوں گا۔

لوگوں کی زبانوں سے آپؓ کی تعریف:

ہر خاص و عام کی زبان پر آپؓ کی تعریف تھی ان میں سے بعض خاص الخاص لوگوں کی تعریفات کا مختصر ذکر ذیل میں کیا جائے گا۔ حضرات صحابہ میں مندرجہ ذیل افراد ہیں۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ:

آپؓ کا تذکرہ سابق میں ہو چکا جب انہوں نے حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنانے کا اعلان کیا تو کچھ لوگوں نے ان سے کہا: تم عمرؓ کو خلیفہ بنا کر خدا کو کیا جواب دو گے؟ فرمایا: میں عرض کروں گا۔ آپؓ کے بندوں میں سب سے بہترین شخص کو خلیفہ بنا کر آیا ہوں۔ اس طرح ایک موقع پر کسی نے کہا: ہم نہیں جانتے آپؓ خلیفہ ہیں یا عمرؓ؟ فرمایا: اگر وہ اس کو قبول کریں تو وہ خلیفہ ہیں۔ اس جیسے بہت سے کلمات تعریف ہیں۔

۲۔ حضرت عثمان بن عفانؓ:

حضرت امام ابن سیرینؒ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ نے حضرت ابومویٰ اشعریؓ کو خط لکھا جب میرا خط موصول ہو جائے تو لوگوں کے عطیات (تنخواہیں) دیکر زائد مال زیادہ کے ہاتھوں میرے پاس بھیج دو۔ حضرت ابومویٰ اشعریؓ نے حکم

کی تعمیل کی جب حضرت عثمانؓ کو امارت کی ذمہ داری سونپی گئی تو انہوں نے بھی حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو اسی طرح کا خط لکھا اور ابو موسیٰ اشعریؓ نے زیادہ ہی کے ہاتھوں سارا مال ان کی خدمت میں ارسال کیا۔ جب زیاد نے مال ان کے سامنے لا کر رکھ دیا، تو حضرت عثمانؓ کے بیٹوں میں سے کسی ایک نے آکر سونے کی بنی ایک چیز اٹھائی تو زیاد رونے لگے فرمایا: تم کیوں رورہے ہو؟ عرض کیا: میں نے جس طرح مال لا کر آپ کے سامنے رکھ دیا۔ بالکل اسی طرح حضرت عمرؓ کے سامنے بھی رکھ دیا تھا۔ ان کے ایک بیٹے نے ایک درہم اٹھایا۔ تو اس سے چھین کر واپس کر دینے کا حکم دیا۔ درہم اس سے واپس لیا گیا تو بچہ رونے لگا۔ اب یہاں میں دیکھ رہا ہوں۔ تمہارا بیٹا اس چیز کو لے گیا مگر کسی نے اس کو نہیں ٹوکا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا: حضرت عمرؓ جو اپنے اہل و عیال کو دیتا ہوں وہ بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہم عمرؓ کی طرح نہیں ہو سکتے ہم عمرؓ کی طرح نہیں ہو سکتے، یہ الفاظ بار بار دہراتے رہے۔

اسماعیل بن ابی خالد کا کہنا ہے: کسی نے حضرت عثمانؓ سے کہا: آپ حضرت عمرؓ کی طرح کیوں نہیں ہو سکتے فرمایا: میں لقمان حکیم کی طرح ہونے کی استطاعت نہیں رکھ سکتا۔

حضرت علیؓ کے تعریفی کلمات:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرمایا کرتے تھے، حضرت عمرؓ کو تختے پر رکھ کر تکفین کرنے کے بعد لوگ آتے، ان کے لئے دعا کرتے اور نماز پڑھتے، میں وہیں کھڑا تھا۔ اچانک ایک شخص نے میرے شانے کو پکڑا جس سے میں گھبرا گیا، مڑ کر دیکھا وہ علیؓ بن ابی طالب تھے، آپ نے حضرت عمرؓ کے لئے رحمت کی دعا کی اور فرمایا میں تمہارے اعمال کی طرح عمل کر کے دربار الہی میں جانے کو پسند کرتا ہوں۔ اللہ کی قسم! میرا یقین ہے اللہ تعالیٰ آپ کا حشر آپ کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ ہی کرے گا۔ کیوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے بارہا سنا ہے کہ فرمایا کرتے تھے میں اور ابو بکر اور عمرؓ فلاں مقام سے

واپس آئے، میرا یقین ہے اللہ تعالیٰ آپ کو بھی ان کے ساتھ ملائے گا۔ اس روایت کو امام بخاری نے تخریج کیا ہے صحیح حدیث ہے۔ امام مسلم نے بھی اپنی صحیح میں اس کو ذکر فرمایا ہے۔

ابو جعفر جعفر بن محمد، عون بن ابی جحیفہ اور ابن عمرؓ نے علیحدہ علیحدہ روایتوں میں بیان کیا کہ حضرت عمرؓ کو وفات کے بعد تکفین کے بعد جنازہ کے لئے رکھا گیا تھا۔ حضرت علیؓ تشریف لائے حضرت عمرؓ کے سر ہانے کے پاس کھڑے ہو کر چہرہ سے کپڑا ہٹا کر فرمایا: اے ابو حفص، رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے محبوب چیز جس کو لیکر میں اللہ تعالیٰ سے ملنا چاہتا ہوں آپ ہی کا چہرہ ہے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ کو بلا کر تکفین کے بعد روضہ اطہر اور منبر رسول ﷺ کے درمیان نماز جنازہ کے لئے جب رکھا گیا تو حضرت علیؓ تشریف لائے صفوں کے سامنے کھڑے ہو گئے فرمایا: ہو هذا (یہ وہی ہے) اس کلمہ کو تین بار دہرایا پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھ پر رحمت فرمادے رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ کے علاوہ کوئی ایسی شخصیت باقی نہیں رہی جس کے صحیفے (اعمال نامے) کو لیکر میں اللہ تعالیٰ سے ملنے کو پسند کروں۔ ابو بکرؓ کہتے ہیں: حضرت عمرؓ کے متعلق حضرت علیؓ نے فرمایا: ابو بکر کا مرتبہ ہم نے حضور ﷺ کی وفات کے بعد سمجھا کہ وہ ہم سب سے افضل ترین شخصیت ہیں اور حضرت ابو بکرؓ کے انتقال کے بعد ہم نے عمرؓ کا درجہ سمجھا کہ وہ ہم میں افضل ہیں۔

امام شعبیؒ نے فرمایا ہے: حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے ہم آپس میں گفتگو کیا کرتے تھے کہ حضرت عمرؓ کے قلب و زبان پر سکینہ و اطمینان بول رہا ہے۔ طارق ابن شہاب کہتے ہیں ہم کہا کرتے تھے عمرؓ کی زبان پر فرشتہ بول رہا ہے۔

امام شعبیؒ نے حضرت علیؓ کی روایت نقل کی ہے: وہ فرمایا کرتے تھے ابو بکر صدیقؓ نرم دل، حلیم و بردبار شخصیت کے مالک تھے اور عمرؓ مخلص اور اللہ تعالیٰ کے دین کے خیر خواہ تھے اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ فرمایا: جب حضرات صحابہ کثیر تعداد میں جمع ہوتے تو بخدا ہم دیکھتے حضرت عمرؓ کی زبان پر

سکینہ و اطمینان جاری ہوتا اور سمجھتے کہ حضرت عمرؓ کے ساتھ مقرر شیطان ان کو برائی پر اکسانے سے ڈرتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے فرمایا: عمر کو خلافت سوچی گئی تو انہوں نے استقامت کے ساتھ نظام خلافت کو درست طریقے سے سرانجام دیا۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل فرمادے ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا: حضور ﷺ کے انتقال کے بعد حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ بنایا گیا۔ وہ رسول ﷺ کے طریقے پر چلے آپؐ کی سیرت کو اپنایا۔ اسی حالت پر وفات پا گئے، پھر ان کے بعد عمرؓ کو مسند خلافت سوچی گئی وہ بھی آپؐ کے کئے ہوئے کاموں کی طرح کام کرتے رہے۔ اور آپؐ کی سیرت طیبہ پر عمل پیرا رہ کر اپنے اللہ سے جا ملے۔

ابو اسحاق اشعریؒ کہتے ہیں: ایک مرتبہ نجران کا ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس آیا کہنے لگا: اے امیر المومنین! آپؐ کی سفارش آپؐ کی زبان پر اور آپؐ کی کتاب آپؐ کے ہاتھ میں، عمرؓ نے ہم کو ہماری زمینوں سے بے دخل کر دیا تھا، آپؐ انہیں ہمیں واپس کر دیجئے فرمایا: تمہیں ہلاکت ہو، عمر صائب اور درست فیصلہ کرنے والے ہیں۔ میں ان کے فیصلے میں ہرگز تبدیلی نہیں کر سکتا۔

حضرت سعید بن زیدؓ کے تعریفی کلمات:

روایت میں آتا ہے جب وہ حضرت عمرؓ کی وفات پر آئے لوگوں نے کہا! کوئی چیز تمہیں رلا رہی ہے؟ فرمانے لگے: اسلام پر رو رہا ہوں عمر کی موت سے اسلام میں ایسی دراڑ پڑ گئی جو قیامت تک نہیں بھر سکتی۔

۵۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے تعریفی الفاظ:

زید بن وہبؒ کہتے ہیں: ہم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آئے حضرت عمرؓ کا تذکرہ چلا تو بہت زیادہ روئے حتیٰ کہ آپؐ کے آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی، اور فرمایا: عمر اسلام کا ایک مضبوط قلعہ تھا۔ اس میں لوگ داخل تو ہوتے مگر نکلنے نہیں تھے۔ جب عمرؓ کا انتقال ہو گیا تو اس قلعے میں رخنہ پڑ گیا۔ لوگ اسلام سے نکلنے لگے۔ ابو داؤدؒ کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہمارے پاس تشریف لائے

حضرت عمرؓ کی موت کی خبر سنائی وہ اس روز شدید غمگین تھے میں نے ان کو اس دن جیسا غمزدہ پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ان کی آنکھوں سے آنسو پیل رواں کی طرح بہہ رہے تھے۔ پھر فرمایا: اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ حضرت عمرؓ کسی کتے کو پسند کرتے تھے تو وہ کتا مجھے محبوب ہے اللہ کی قسم! حضرت عمرؓ کی وفات پر آج درخت بھی غمگین ہیں ایک اور روایت میں فرمایا: حضرت عمرؓ کی وفات پر ہر شے غمزدہ ہے حتیٰ کہ اشجار پر بھی غم و فراق عمر طاری ہے پھر فرمایا: اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کوئی کتا حضرت عمرؓ سے محبت کرتا ہے واللہ اس کتے سے میری محبت ہوگی۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! ہم نے جب بھی دیکھا عمرؓ کی آنکھوں کے سامنے فرشتے ان کی رہنمائی کرتے ہوتے تھے۔

حضرت ابو دائل کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: عمرؓ کا علم اگر ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور پوری روئے زمین کا علم دوسرے پلڑے میں تو حضرت عمرؓ کا پلڑا پھر بھی بھاری ہوگا ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: میرا خیال ہے حضرت عمرؓ کا علم ۹۱۰ حصہ اپنے ساتھ لے گئے۔

حضرت ابن وہب کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: مجھے ایسا قرآن سناؤ جس طرح حضرت عمرؓ نے تجھے سکھایا تھا۔ حضرت عمرؓ ہم سب سے زیادہ کتاب کا علم رکھنے والے اور اللہ کے دین کا فہم رکھنے والے تھے۔

حضرت زفر فرمایا کرتے تھے: عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہوئے فرماتے تھے ہم خیال کرتے تھے حضرت عمرؓ کی رہنمائی فرشتہ کرتا ہے۔ اور ہم یہ بھی گمان کرتے تھے کہ شیطان عمرؓ سے ڈرتا ہے کہ اس کو کسی غلطی کرنے پر نہیں اکسا سکتا۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ یہ بھی فرمایا کرتے تھے: حضرت عمرؓ کا اسلام قبول کرنا فتح، ان کی ہجرت کرنا دین کی نصرت اور ان کی امارت رحمت ہے۔

۶۔ حضرت حذیفہ بن یمانؓ کے تعریفی الفاظ:

آپؓ فرمایا کرتے تھے، حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں اسلام مسلسل ترقی کی شاہراہ پر گامزن تھا، جب ان کا انتقال ہو گیا تو تنزیلی شروع ہو گئی جو تاحال جاری ہے۔

۷۔ حضرت ابوطحہ الانصاریؓ کے کلماتِ خیر:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں: حضرت ابوطحہ الانصاریؓ فرمایا کرتے تھے، واللہ! حضرت عمرؓ کی موت سے ہر گھر میں دینی اور دنیاوی نقص واقع ہوا۔

۸۔ حضرت عمرو بن العاصؓ کے الفاظ:

سعد فرماتے ہیں: ایک مرتبہ عمرو بن العاصؓ دورانِ سفر اپنے آپ سے گفتگو کرتے ہوئے جارہے تھے اللہ اکبر! ابنِ حنتمہ (عمر) کتنے عظیم آدمی ہیں۔

۹۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کے توصیفی کلمات:

عروہ بن قیس الجبلی کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے دورانِ خطبہ فرمایا: ایک مرتبہ حضرت عمرؓ مجھے شام بھیج رہے تھے وہاں سے ہند کو رخ کرنے کا حکم تھا اتنے میں ان کے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص گویا ہوئے امیر المومنین ذرا صبر کیجئے، بہت سارے فتنوں کا ظہور ہوا ہے۔ تو خالد بن ولیدؓ نے فرمایا: ابنِ الخطاب کی موجودگی میں فتنوں کا ظہور؟ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہ ان کے بعد ہو سکتا ہے۔

۱۰۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے تعریفی الفاظ:

عبداللہ بن ساریہؓ کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن سلامؓ نمازِ جنازہ کے بعد پہنچے، کہنے لگے: اگرچہ تم لوگ نمازِ جنازہ میں مجھ سے سبقت لے گئے مگر ان کے متعلق تعریفی کلمات میں سبقت نہیں لے جاسکتے۔ پھر جنازے کے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگے، اے عمر! تم اسلام کے بہترین بھائی تھے۔ حق کے معاملے میں سخی اور باطل کے بارے میں بخیل اللہ کی رضامندی کے موقع پر راضی اور ناراضگی کے وقت ناراض بے جاکسی کی تعریف کرتے نہ عیب جوئی، پاکیزہ نگاہ والے تھے۔

﴿حضرات صحابیاتؓ کے توصیفی کلمات﴾

۱۔ حضرت عائشہؓ کے تعریفی الفاظ:

حضرت قاسم بن محمدؓ کہتے ہیں: حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں جس نے بھی ابن الخطابؓ کو دیکھا وہ سمجھ گیا کہ عمر اسلام کو مستغنی و بے نیاز کرنے کے لئے پیدا ہوا ہے۔ وہ ہر کام کے ماہر تھے، تمام امور کی انجام دہی کے لئے اپنے ہم عصروں کو تیار کرتے۔ حضرت عائشہؓ یہ بھی فرمایا کرتی تھیں اپنی مجالس کو حضور ﷺ پر درود بھیج کر اور عمر بن الخطابؓ کے تذکرے سے مزین کرو۔

اور یہ بھی ارشاد فرمایا کرتی تھیں۔ جب تم عمرؓ کا تذکرہ کرتے ہو تو مجلس پاکیزہ ہو جاتی ہے۔

۲۔ ام ایمنؓ کی تعریف:

طارق ابن شہابؓ کہتے ہیں: ام ایمنؓ کہا کرتی تھیں جس روز حضرت عمرؓ پر افتاد آگئی، اس روز اسلام پر بھی افتاد آ پڑی۔

۳۔ شفاء بنت عبد اللہؓ کے الفاظ:

ابو حمزہؓ کہتے ہیں: شفاء بنت عبد اللہؓ نے ایک مرتبہ کچھ لوگوں کو آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اور بالکل آہستہ آہستہ بات چیت کرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا: یہ کیا ہے؟ کہنے لگے: یہ حج کو جا رہے ہیں۔ فرمایا واللہ: حضرت عمرؓ جب بولتے تو سنائی دیتا جب چلتے تو تیز تیز چلتے، جب مارتے تو زور سے مارتے حقیقی حج کرنے والے تو وہ تھے۔

﴿حضرات تابعین کی ثناء و تعریف﴾

۱۔ حضرت عمرؓ کے متعلق حضرت علی بن الحسینؓ کے تعریفی الفاظ:

جب ان سے پوچھا گیا کہ حضور ﷺ کے ہاں ابو بکر و عمر کا کیا مرتبہ تھا؟ فرمایا: آج ان کا جو مرتبہ ہے۔ وہی تھا۔ آج وہ حضور ﷺ کے ساتھ آرام فرما ہیں۔

۲۔ امام شععیؒ:

امام شععیؒ فرمایا کرتے تھے جب لوگ کسی مسئلہ میں مختلف ہو جائیں تو دیکھو عمرؓ کا اس کے متعلق کیا معمول تھا کیونکہ حضرت عمرؓ مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ اشعثؓ کہتے ہیں: میں نے حضرت عمرؓ کے بارے میں ابن سیرینؒ سے پوچھا تو فرمایا: جو شخص یہ کہے کہ وہ عمرؓ سے زیادہ جاننے والا ہے تو اس سے بچتے رہو، امام شععیؒ یہ بھی فرمایا کرتے تھے جس شخص کو قضاء کے متعلق معتمد فیصلے پسند ہوں وہ حضرت عمرؓ کے فیصلوں کو اخذ کرے۔

۳۔ حضرت حسن البصریؒ:

وہ فرمایا کرتے تھے اگر تم اپنی مجالس کو منور و معطر کرنا چاہو تو اس میں حضرت عمرؓ کا تذکرہ کیا کرو۔

حضرت عمرؓ کی وفات کے موقع پر فرمایا: حضرت عمرؓ کی وفات پر جو گھر والے غمگین نہیں وہ برے لوگ ہیں۔

۴۔ مجاہدین خیبر کے تاثرات:

فرماتے ہیں: ہم آپس میں گفتگو کیا کرتے تھے کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں شیاطین زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ جب ان کو قتل کر دیا گیا تو وہ زمین میں پھیل گئے۔

۵۔ حضرت عمرؓ کے بارے میں ابن سیرینؒ کے خیالات:

حضور ﷺ کے بعد سب سے زیادہ بارعب حضرت ابو بکرؓ تھے۔ ان کے بعد حضرت عمرؓ کی شخصیت تھی۔

۶۔ طارق بن شہابؓ:

فرمایا کرتے تھے: ہم حضرت عمرؓ کے بارے میں کہا کرتے تھے عمرؓ فرشتوں کی زبان بول رہے ہیں۔

۷۔ ابویوب السخنیؓ:

حضور ﷺ کے کسی عمل یا قول کے بارے میں مختلف روایات ملیں تو اس قول کو اختیار کرو جس کے ساتھ ابو بکر و عمرؓ ہوں۔ وہی حق ہوگا اور وہی سنت کے عین مطابق ہوگا۔

۸۔ عبد الملک بن مروانؓ:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے صاحبزادے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ عبد الملک بن مروان نے ایک دن دنیا کے متعلق تذکرہ کرتے ہوئے کہا: دنیا کیا چیز ہے دیکھئے حضرت معاویہؓ چالیس سال حکمران رہے بیس سال کسی نہ کسی علاقے کے امیر کے طور پر اور بیس سال پوری مملکت اسلامیہ کے خلیفہ کے طور پر مگر دیکھئے اب ان کی قبر پر پودے اگے ہوئے ہیں حضرت عمرؓ کا معاملہ بھی بڑا عجیب ہے کہ دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں تھا۔

آپ کے ساتھ محبت کرنے کا ثواب:

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ابوبکر و عمرؓ کی محبت ایمان (کی علامت) میں سے ہے اور ان کے ساتھ بغض رکھنا کفر کی علامت میں سے ہے، جو میرے صحابہ کی دشنام طرازی کرے گا اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

(حلیۃ الاولیاء، فیض القدیر)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے ایک شخص نے حضور اقدس ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ! قیامت کب قائم ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا: ”فما اعددت لها“ اس کے لئے تم نے کیا تیاری کی ہے؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! واللہ کوئی تیاری نہیں ہے کوئی بڑا عمل بھی نہیں۔ الایہ کہ میں اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت کرتا ہوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: ”انک مع من احببت“ تیرا حشر ان کے ساتھ ہوگا جن سے تیری محبت ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں: آنحضرت ﷺ کے فرمان ”انک مع من احببت“ سے مجھے بہت خوشی ہوئی جو اسلام لانے کے بعد ہمارے لئے بہت بڑی خوشی تھی۔ حضرت انسؓ کا فرمان ہے۔ میں رسول اللہ ﷺ، ابوبکر و عمر اور عثمانؓ سے محبت کرتا ہوں، میری امید ہے کہ میرا حشر ان کے ساتھ ہوگا اگرچہ عمل ان کی طرح نہیں کر سکتا۔

(بخاری: باب مناقب عمر، مسند احمد: ۳/۲۲۷)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: قیامت کے دن کچھ اقوام کو لایا جائے گا۔ دربار الہی میں ان کو پیش کیا جائے گا، جہنم کی طرف انہیں لے جانے کا حکم ہوگا۔ جب جہنم پر مامور فرشتے ان کو لینے لگیں گے اور جہنم کے قریب کر دیں گے اور مالک (داروغہ جہنم) اس کو پکڑنے لگے گا تو اللہ تعالیٰ رحمت کے فرشتوں کو حکم دے گا۔ ان کو واپس لے آؤ، فرشتے ان کو دوبارہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کریں گے وہ دربار الہی میں طویل مدت تک کھڑے رہیں گے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔ اے میرے بندو! میں نے تمہارے گناہوں کی پاداش میں تمہیں جہنم میں پھینکنے کا حکم دیا تھا۔ تم اپنے کرتوتوں کی وجہ سے جہنم کے مستحق ہو گئے تھے۔ مگر میں نے تمہارے گناہوں کو معاف کر دیا۔ کیونکہ تم ابوبکرؓ و عمرؓ کے ساتھ محبت کرتے تھے۔

یحییٰ بن اسماعیل بن سلمۃ بن سہیل کہتے ہیں: میری ایک بہن تھی، عمرؓ میں مجھ سے بڑی تھی۔ اس کی عقل ماؤف ہو گئی۔ اس کو لوگوں سے وحشت ہونے لگی، تقریباً دس سال تک ایک ہی کمرے میں مقیم رہی، مگر اس کے باوجود پاکی اور نماز کا بڑا اہتمام تھا۔ جس وقت عقل کام نہ کرتی۔ ہوش آنے کے بعد ان اوقات کی نمازوں کا حساب لگا کر بالترتیب ادا کرتی۔ ایک رات میں سو رہا تھا نصف شب کے قریب اچانک دروازے پر کسی نے دستک دی۔ میں نے کہا کون ہے جو اس وقت آیا ہے۔ آواز آئی میں ہوں نختہ میں نے کہا: میری بہن؟ کہنے لگی ہاں تیری بہن، میں نے کہا تشریف ﷺ، میں نے دروازہ کھولا وہ اندر داخل ہو گئی تقریباً دس سال کا عرصہ گزر گیا تھا وہ اس گھر میں داخل نہیں ہوئی تھی، میں نے کہا باجی! بے وقت تشریف لائی ہیں خیر تو ہے؟ کہا خیر ہے، کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ اصل میں اسی

رات میں نے خواب دیکھا خواب میں کسی نے مجھے سلام کیا۔ کہنے لگا۔ السلام علیکم یا مہاجر! میں نے سلام کا جواب دیا۔ کہنے لگا: اللہ تعالیٰ نے تیرے والد اسماعیل کی تیرے دادا سلمہ کی وجہ سے حفاظت فرمائی اور تیری حفاظت کی تیرے والد اسماعیل کے لئے اگر چاہو تو میں تیرے لئے دعا کروں کہ اللہ تعالیٰ تیری بیماری کو دور کر دے، چاہو صبر کرو جس کے بدلے اللہ تعالیٰ جنت عطا فرمائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حضور ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ نے تیری سفارش کی ہے۔ اس لئے کہ تیرے والد اور دادا ان کے ساتھ محبت کرتے تھے۔ میں نے کہا: اگر دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار کرنا ضروری ہے تو میں صبر کرتی ہوں جس کے بدلے مجھے جنت ملے گی، مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے صحت کی نعمت سے بھی نواز سکتا ہے اور جنت بھی عطا فرما سکتا ہے۔ کہنے لگی اس کے بعد آواز آئی کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں نعمتوں کو تیرے لئے جمع فرما دیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ محبت کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تیرے والد اور دادا سے خوش ہے اور تجھے دونوں نعمتوں سے سرفراز فرما دیا اٹھو نیچے چلی جاؤ، تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بیماری کو دور فرما دیا۔

ہبہ بن سلامہ المفسرؓ فرماتے ہیں: میں ایک شیخ کے پاس حضرت حمزہ کی قرأت پڑھ رہا تھا، جو بغداد میں محول نامی محلے میں رہتے تھے، ان کے ایک شاگرد کا انتقال ہوا خواب میں شیخ کو نظر آیا۔ شیخ نے اس سے پوچھا: کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے معاف فرمایا۔ شیخ نے پوچھا: منکر نکیر کے سوالات کا کس طرح جواب دیا؟ کہنے لگا: استاذ جی! جب انہوں نے مجھے بٹھا دیا تو کہنے لگے، من ربک؟ من نبیک؟ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں بات ڈال دی میں نے کہا: بخت ابی بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ۔ تو انہوں نے سوال و جواب کرنا ہی چھوڑ دیا کہنے لگے اس نے تو بہت بڑے ناموں کو لیکر قسم کھائی۔ اس سے تعرض مت کرو، یہ کہہ کر چلے گئے۔

محمد بن القطان کہتے ہیں: میں نے بشر بن الحارث کو دیکھا کہ اس نے ایک درہم میں مشک خریدا اور اسے لیکر پھرنے لگا کہ کہیں زمین پر کاغذ کا ایسا ٹکڑا پڑا ہو جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہوا ہو وہ اس کو اٹھاتا، اس پر مشک لگاتا اور ایک محفوظ جگہ پر رکھ کر کہتا: اس طرح کرنا چاہیے۔ ایک مرتبہ انہوں نے مجھ سے فرمایا: ایک مرتبہ مجھے ایک کاغذ کا ٹکڑا ملا اٹھایا اس پر

اللہ تعالیٰ کا نام تو نہیں تھا، اس لیے میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ خواب دیکھا کہ کوئی کہنے والا مجھ سے کہہ رہا ہے۔ اے بشر! تم نے کاغذ کے ایسے ٹکڑے کو چھوڑ دیا، جس میں دوائیسے اشخاص کے نام لکھے ہوئے تھے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے۔ یعنی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما۔

حضرت عمرؓ سے بغض و عداوت کرنے کا انجام:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مؤذن کا بیان ہے ایک مرتبہ میں اور میرا چچا مکران کی طرف نکل گئے سفر میں ہمارے ساتھ ایک شخص تھا، جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا کرتا تھا۔ ہم اس کو منع کرتے تھے، مگر وہ باز نہیں تا تھا ہم نے اس سے کہا: تم ہمارے ساتھ نہ چلو ہم سے جدا ہو جاؤ، چنانچہ وہ ہم سے علیحدہ ہو گیا۔ جب ہماری واپسی کا وقت ہوا تو ہم نے کہا اس شخص کو اپنے ساتھ واپس لے جانا چاہئے۔ ہم نے اس کے غلام سے کہا: تم اپنے آقا سے کہہ دو کہ ہم سے ملے، اس نے کہا: میرا آقا تو بہت بڑے حادثہ کا شکار ہو گیا ہے اس کے دونوں ہاتھ مسخ ہو کر خنزیر کے ہاتھوں کی طرح ہو گئے ہیں۔ تو ہم اس کو دیکھنے کے لئے گئے۔ اس کو کہا: ہماری طرف لوٹ آؤ کہنے لگا، مجھے تو سخت پریشانی لاحق ہو گئی ہے۔ پھر اس نے اپنے ہاتھ دکھائے تو بالکل وہ خنزیر کے ہاتھوں کی طرح ہو گئے تھے۔ پھر اس نے اپنے ہاتھوں کو دیکھ کر ایک زوردار چیخ ماری پھر مکمل شکل و صورت اس کی مسخ ہو گئی اور وہ ہم سے چھپ گیا ہم اس کے غلام اور اس کے سامان کو لیکر کوفہ لوٹ آئے۔

ابو الحیا کہتے ہیں: ایک شخص نے واقعہ سنایا: ایک مرتبہ سفر کے دوران ایک شخص ہمارے ساتھ چل پڑا وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ ہم نے اس کو روکا مگر اس نے اپنی بکواس جاری رکھی۔ وہ اپنی کسی ضرورت کی غرض سے ہم سے جدا ہوا۔ تو شہد کی مکھیوں اور بھڑوں کے جھنڈ کے جھنڈاں پر حملہ آور ہوئے اس نے چیخ لگا کر ہم سے مدد طلب کی ہم کوشش بسیار کے باوجود اس کو چھڑانہ سکے۔

خلف بن تیم کہتے ہیں: ابو الحصیب بشر نے مجھے واقعہ سنایا کہنے لگے میں تجارت کرتا تھا اور میری مالی حالت بہتر تھی، ابن ہبیرہ کے دور حکومت میں مدائن میں رہائش پذیر تھا ایک دن میرا نوکر میرے پاس آیا کہنے لگا، مدائن کے مسافر خانے میں ایک میت پڑی ہے۔ کفن کے لئے کوئی کپڑا نہیں مل رہا ہے چنانچہ میں جلدی سے وہاں گیا دیکھا ایک شخص پڑا ہوا ہے

چہرے پر کپڑا پڑا ہوا ہے اور پیٹ کے اوپر کچی اینٹ ہے، اس کے ساتھی اس کے آس پاس کھڑے ہیں اس کے ذکر و عبادت اور فضیلت کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں۔ میں نے کفن منگوانے کے لئے آدمی بھیج دیا۔ اور قبر کھودنے کے لئے گورکن کو بلایا اور غسل دینے کے لئے پانی گرم کرنے لگے، ہی تھے کہ میت نے چیخ کر چھلانگ لگائی اور شور مچانے لگی وائے ہلاکت وائے جہنم کی آگ، اس کے ساتھی خوفزدہ ہو کر بھاگ گئے، کسی نے بھی اس کے قریب جانے کی جرأت نہیں کی، میں اس کے قریب گیا۔ اس کا ہاتھ پکڑا اس کو حرکت دیکر پوچھا کیا ہوا تجھے کیا پیش آیا؟ کہنے لگا: میں کوفہ کے اندر چند بوڑھوں کے ساتھ ہمنشین ہوا۔ انہوں نے مجھے درغلا کر اپنا ہم مذہب بنایا، ان کا مذہب تھا، ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ پر تبر اور ان کو گالی دینا۔ بشر کہتے ہیں۔ میں نے اس سے کہا: استغفار کرو اور توبہ کرو، اس نے کہا: اب استغفار و توبہ سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ مجھے میری جگہ کی طرف لے جاؤ جو آگ ہے۔ اور مجھے دکھائی گئی ہے، اور مجھے کہا گیا ہے۔ جاؤ تم نے جو دیکھا ہے اس کو اپنے احباب کو بتاؤ۔ یہ کہہ کر وہ اپنی حالت پر آ گیا۔ تھوڑے انتظار کے بعد کفن کا کپڑا آ گیا۔ میں نے اس کو لیکر کہا میں اس کو ضرور نہلاؤں گا اور کفن دیکر اس کی نماز جنازہ پڑھاؤں گا۔ پھر ان کے ساتھیوں کو بلالایا انہوں نے اس کو نہلا کر نماز پڑھا کر دفن کر دیا۔ خلف (راوی) کہتے ہیں میں نے بشر سے کہا: بشر! تم نے واقعہ ایسا دیکھا؟ اس نے کہا: میں نے اپنی ان آنکھوں سے دیکھا اور ان کانوں سے سنا۔

عمار بن سیف الفسی کے چچا ابو الحباب کا بیان ہے، کہتا ہے ایک مرتبہ ہم سفر جہاد میں تھے۔ سمندر کا سفر تھا، موسیٰ بن کعب ہمارے سربراہ تھے۔ ہمارے ساتھ قافلے میں کوفہ کا ایک شخص تھا۔ ابو الحجاج اس کا نام تھا۔ وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کو گالی دینے لگا، ہم نے اس کو ڈانٹا مگر اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ اس کو روکا مگر وہ باز نہیں آیا۔ اتنے میں ہم ایک جزیرے میں پہنچ گئے اور ظہر کی نماز کی تیاری کے لئے وہاں ٹھہر گئے اور ساتھی ادھر ادھر چلے گئے اتنے میں کسی نے آ کو کہا: ابو الحجاج کو شہد کی کھپوں نے مار ڈالا، ابن المبارک نے کہا: ابو الحباب نے مجھے بتایا ہم نے اس کو دفن کرنے کے لئے قبر کھودنے کی کوشش کی مگر زمین سخت ہو گئی، کسی جگہ پر بھی ہمیں کامیابی نہیں ہوئی۔ تو ہم زمین کے اوپر ہی اس کو رکھ کر

اس کے اوپر درخت کے پتے اور پتھر ڈال کر اسی جگہ پر چھوڑ گئے خلف (راوی) کہتے ہیں ہمارے ایک ساتھی کے اوپر اسی دوران پیشاب کرتے وقت شہد کی مکھیاں بیٹھ گئیں مگر اس کو ایک نے بھی نہیں ڈسا۔ تو ہم نے کہا: وہ مکھیاں جنہوں نے ابوالنحاج کو مار ڈالا وہ اس پر مامور تھیں ابوالحسن احمد بن عبد اللہ السخنجدی کہتے ہیں: ہمارے پڑوس میں ایک شخص رہتا تھا۔ ابوالحسن بن غزیہ کے نام سے معروف تھا۔ وہ ہمارے شیخ ابوالحسن بن ابی عمر المقری کے ساتھ اختلاف رکھتا تھا، ایک رات سو کر اٹھا تو دیکھا اس کی مینا کی ختم ہو گئی ہے اس سے اس کی وجہ پوچھی گئی، تو کہنے لگا، میں کوفہ کے قریب ایک شاہراہ پر ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا اس میں ایک شخص ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتا تھا۔ میں نے اس پر اسکی نکیر و سرزنش نہیں کی حالانکہ میں ایسا کرنے پر قادر تھا۔ رات خواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا مجھ سے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کی تمہارے سامنے برائی بیان کی جا رہی تھی تم نے اس پر نکیر کیوں نہیں کی؟ ایک ہتھوڑے سے میرے سر پر ضرب رسید کی جس سے میری مینا کی ختم ہو گئی۔

رضوان بن سمان کہتے ہیں: ایک شخص میرے گھر اور بازار میں پڑوسی تھا وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ میرے اس کے درمیان بہت زیادہ بحث و تکرار ہوتی رہتی تھی ایک دن اس طرح وہ گالیاں دے رہا تھا، میں حاضر ہو گیا میں نے اس کو منع کیا۔ بات بڑھتی بڑھتی ہاتھ پائی تک پہنچ گئی، میں غمگین حالت میں اپنے گھر کو لوٹا اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا اور غم کی وجہ سے رات کا کھانا بھی کھائے بغیر سو گیا۔ خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شرف نصیب ہوا میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا فلاں پڑوسی آپ کے ساتھیوں کو گالیاں دے رہا ہے۔ فرمایا: میرے کس صحابی کو گالی دے رہا ہے؟ میں نے عرض کیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کو۔ فرمایا: لویہ چھری لے لو اس سے اس کو ذبح کر دو، چنانچہ میں چھری لیکر اس کے پاس گیا۔ اس کو نیچے لٹا کر ذبح کر دیا۔ اور میں نے دیکھا کہ اس کے خون سے میرا ہاتھ رنگین ہو گیا اور میں نے چھری نیچے ڈال دی اور ہاتھوں کو زمین پر ملنے لگا تھا کہ بیدار ہو گیا۔ اور اپنے پڑوس سے چیخ مارنے کی آواز سنی میں نے کہا، یہ کیا چیخ و پکار ہے گھر والوں نے کہا: فلاں شخص کا اچانک انتقال ہو گیا۔ جب صبح ہوئی تو ہم

اس کے پاس گئے تو دیکھا اس کے گلے میں جہاں سے ذبح ہوا تھا ایک لکیری ہے۔ ابو بکر الصیرفی کہتے ہیں: ایک ایسے شخص کا انتقال ہو گیا جو ابو بکر عمرؓ کو برا بھلا کہتا تھا اور فرقہ جمیمہ سے تعلق رکھتا تھا کسی نے اس کو خواب میں دیکھا کہ وہاں ننگا ہے اس کے سر پر کالی پٹی بندھی ہوئی ہے اور شرمگاہ پر کالا کپڑا پڑا ہوا ہے۔ اس سے پوچھا: تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا؟ کہنے لگا: میرا حشر بکر القس اور عون بن الاعصر نصرانیوں کے ساتھ ہو گیا۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: میں صبح سویرے اندھیرے میں نماز کے لئے مسجد جایا کرتا تھا۔ میرے ایک پڑوسی کا کتا تھا جو لوگوں کو کاٹنے کا عادی تھا ایک دن صبح سویرے میں جا رہا تھا کتا راستے میں تھا میں کتے کے ہٹنے کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ راستے سے ہٹے گا تو آگے جاؤں گا، تو کتا بول پڑا کہنے لگا: اے ابو عبد اللہ! گذر جائیے، میں ان لوگوں کو کاٹنے پر مامور ہوں جو ابو بکرؓ و عمرؓ کو گالیاں دیتے ہیں۔

ابو روح نے کہا: ایک شیعہ شخص نے مجھ سے بیان کیا کہنے لگا: ایک مرتبہ ہم مکہ مکرمہ میں مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے تھے، ایک شخص آیا، جس کے چہرے کا آدھا حصہ کالا اور آدھا سفید تھا، کہنے لگا: لوگو! مجھے دیکھ کر عبرت حاصل کر لو، میں حضرات شیخین یعنی ابو بکرؓ و عمرؓ کو گالیاں دیا کرتا تھا، ایک رات میں نے خواب دیکھا ایک شخص نے میرے چہرے پر تھپڑ رسید کیا اور کہا: اے اللہ کے دشمن اے فاسق! تم ابو بکرؓ و عمرؓ کو برا بھلا کہتے ہو؟ جب صبح ہوئی تو دیکھا میری یہ حالت تھی۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے پوتے اسماعیل کا بیان ہے، ہمارے پڑوس میں ایک شخص تھا جو رافضی تھا، اس کے دو بچے تھے، ایک کا نام ابو بکر دوسرے کا عمر رکھا تھا۔ ایک دن ان میں سے ایک نے اس کو نانگ سے مار کر قتل کر دیا۔ ہم نے ابو حنیفہؒ کو اس کی اطلاع دی تو فرمایا: اس بچے نے مارا ہوگا جس کا نام اس نے عمرؓ رکھا تھا۔ معلومات کرنے پر پتہ چلا واقعی اسی نے مارا تھا۔

ہبہ اللہ بن الحسن الحکیمی کا بیان ہے کہ ہمارے پڑوس میں ایک نہایت صالح شخص رہا کرتا تھا، جو یوسف بن الحسن ابراہیم الخياط کے نام سے معروف تھا، بغداد کے وقف ابو الحسن بن بویہ کے مشرقی جانب ایک فوجی کمانڈر جو دیلم کے رہنے والے تھے رہا کرتے تھے جینہ

کے نام سے معروف تھے، حج کے موسم میں وہ بغداد میں ایک جگہ پر موجود تھا لوگ حج کے لئے روانہ ہو رہے تھے۔ تو یوسف بن الحکم نے اس شخص کا عجیب واقعہ جو اس کا آنکھوں دیکھا تھا مجھے سنایا۔ اگرچہ یہ واقعہ میں نے اور لوگوں کی زبانی بھی سنا تھا۔ مگر یوسف اس کا چشم دید گواہ ہے اس نے خود صاحب واقعہ سے سنا ہے، آپ بھی سن لیجئے: جبکہ دہلی کے پاس سے علی الدقاق کا گذر ہوا جبکہ نے کہا: علی! تم اس سال حج پر جا رہے ہو، میں نے کہا: ابھی تک مجھے توفیق نہیں ہوئی کوشش میں ہوں اگر وسائل میسر ہوں تو چلا جاؤں گا، جبکہ نے میری بات کے جواب میں کہا: حج کے اخراجات میں تجھے دینا تول ہوں چلے جاؤ۔ میں نے کہا لائیے اس نے اپنے غلام کو بلا کر کہا، جاؤ سنار سے کہہ دو کہ وہ بیس دینار تول کر اس کو دیدے میں اس کے غلام کے ساتھ گیا اس نے بیس دینار تول کر مجھے دیدیے۔ دینار لیکر میں دوبارہ اس کے پاس آ گیا، اس نے کہا: جاؤ سفر کی تیاری کر لو، جب جانے لگو تو مجھ سے مل کر جانا میں تجھے وصیت کروں گا۔ میں سفری ضروریات تیار کر کے جانے سے پہلے اس کے پاس آ گیا۔ اس نے کہا: رقم حج کے لئے تجھے دیدی۔ مجھے حج کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں البتہ تیری زبانی ”محمد“ (ﷺ) کو ایک پیغام پہنچانا چاہتا ہوں، وہ پہنچا دیجئے، میں نے کہا: وہ کیا پیغام ہے؟ کہنے لگا: ان سے کہہ دو: میں تمہارے دوسا تھی جو اس وقت تمہارے ساتھ ہیں، ان سے برأت کا اظہار کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر مجھ سے طلاق کی قسم لی یعنی نہ پہنچانے کی صورت میں بیوی کو طلاق ہوگی۔ مجھ پر بڑا غم طاری ہو گیا۔ میں انتہائی افسردہ حالت میں اس کے پاس سے نکلا اور حج کے لئے چلا، سارا سفر اور حج انتہائی غم کی حالت میں ادا کیا۔ مدینہ منورہ حاضری ہوئی قبر مبارک کی زیارت کی مگر میں متردد تھا کہ جبکہ کا پیغام پہنچا دوں یا نہ؟ اگر پیغام نہیں پہنچاتا تو بیوی کو طلاق ہوتی ہے اور اگر پہنچاتا ہوں تو میرے اندر آپ کی مواجہت کی ہمت نہیں۔ تو میں نے ایک طرف ہو کر دو رکعت استخارے کی نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دریافت کرنے کی کوشش کی اور میں نے عرض کیا فلاں بن فلاں اس طرح کی باتیں کرتا ہے جو اس نے کہا تھا اس کا تذکرہ کیا اور انتہائی غم و افسردگی کی کیفیت میں مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ اتنے میں نیند کا غلبہ ہوا اور سو گیا۔ خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شرف نصیب ہوا آپؐ نے ارشاد فرمایا: جو پیغام تم لیکر آئے ہو میں نے اس کو سن

لیا، جب واپس جاؤ تو اس کو کہدو، رسول اللہ ﷺ نے تیرے بارے فرمایا ہے۔ اے اللہ کے دشمن! انیس تاریخ کے دن بغداد آنے کے موقع پر تجھے جہنم کی خوشخبری ہو۔ میں بیدار ہو کر وہاں سے چل پڑا، اور بغداد چلا آیا، جب میں اس کے محلے کے پاس سے گذر رہا تھا تو مجھے سخت فکر لاحق ہو گئی، اور میں نے کہا: یہ بداخلاق شخص ہے۔ اس کے پیغام کو تو میں نے رسول اللہ ﷺ تک پہنچایا۔ تو کیا رسول اللہ ﷺ کے پیغام کو نہ پہنچاؤں۔ جو بھی ہو آپ کا پیغام ضرور پہنچاؤں گا چاہے مجھے قتل کر دے، یا قید کر دے، چنانچہ میں بتانے کا عزم مصمم کر کے اس کی طرف چل پڑا اپنے گھر کی طرف نہیں گیا۔ اس کی نظر مجھ پر پڑے ہی فوراً اس نے کہا: دقاق! میرے پیغام کا کیا بنا۔ میں نے کہا: تیرا پیغام پہنچا دیا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کا جواب دیا ہے۔ کہنے لگا: وہ کیا ہے؟ تو میں نے اپنا خواب اس کے سامنے بیان کیا۔ تو اس نے کہا: تجھے قتل کرنا میرے لئے کوئی مشکل نہیں ہے اور بہت ساری گالیاں دیں اس کے ہاتھ میں اسلحہ تھا، اس کو ہلا کر بولنے لگا میں اس دن تک تیرے قتل کو موخر کرتا ہوں جس دن کے بارے میں تم نے تذکرہ کیا۔ اس دن کے بعد اس اسلحے سے تجھے قتل کر ڈالوں گا۔ وہاں موجود لوگوں نے مجھے سخت ملامت کی اس نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ اس کو اصطلیل میں قید کر لو، اور باندھ لو، چنانچہ میں مجبوس ہو گیا میرے گھر والوں کو پتہ چلا وہ آئے، اور مجھ کو ملامت کرنے لگے۔ اور رونے لگے، میں نے کہا: جو ہونا تھا ہو گیا میں وقت سے پہلے ہرگز نہیں مروں گا۔ موت کو اپنے وقت مقررہ پر ہی آنا ہے۔ اس طرح ایام گذرتے گئے، لوگ میرے بارے میں پوچھتے رہے اور فکر مند رہے، میری حالت زار پر رحم کرنے لگے حتیٰ کہ ستائیس دن گذر گئے، اٹھائیسویں دن جینہ نے دعوت کا انتظام کیا۔ جس میں فوج کے بڑے بڑے کمانڈروں کو مدعو کیا اور شراب کا دور چلا، جب رات کا نصف حصہ گذر گیا۔ تو ایک خفیہ خبر رساں نے آ کر مجھے بتا دیا، کمانڈر دیلمی سخت بخار کی لپیٹ میں آ گیا ہے، سارا پروگرام درہم برہم ہو گیا اور سارا گھر بکھرا پڑا ہے، اسی طرح ہماری کیفیت میں ایک دن گذرا۔ انیسویں شب کے آدھا حصہ گذرنے کے بعد خفیہ خبر لانے والے نے آ کر کہا: اے دقاق! دیلمی مر گیا۔ اس نے میری رسی کی گرہیں کھول دیں۔ جب صبح ہوئی ہر طرف سے لوگ جمع ہو گئے، فوج کے سرکردہ لوگ اس کی تعزیت کے لئے آئے اور مجھے وہاں سے نکال

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده
والله واصله وآله وصحبه وسلم

[illegible][illegible][illegible]